comp

ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة

اپنے پروردگار کی طرف حکمت اور پسندیدہ نصیحت کیساتھ بلا!

نصیحت فرجام نامہ و پیام

الملقب بہ

موعظہ حسنہ

مجموعہ مکتوبات جناب شمس العلما مولوی حافظ محمد نذیر احمد خانصاحب مرحوم

ایل ایل ڈی ڈی او ایل سابق ڈپٹی کلکٹر و ممبر بورڈ آف ریونیو حیدرآباد دکن سرکار عالی نظام

جس کو

مولوی سید محمد عبدالغفور صاحب شہباز مرحوم پروفیسر اورنگ آباد کالج و ڈائرکٹر

تعلیمات ریاست بھوپال نے حسب اجازت مولوی بشیر الدین احمد صاحب مرتب فرمایا

بسعی و اہتمام منذر احمد

دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپکر ۱۹۳۶ء شائع ہوئی

آٹھواں ایڈیشن ایک ہزار

قیمت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقریظات!

ریویو جناب مولوی سید محمد خاں صاحب بہادر ڈپٹی مجسٹریٹ عظیم آباد

بالفعل جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب بہادر مصنّف مشہور دھلی کی ایک نہایت مفید بکار آمد اور عمدہ کتاب میری نظر سے گذری۔ یہ وہ دلچسپ مجموعۂ مکتوب ہے کہ جسکو مولوی سید عبد الغفور صاحب شہباز نے اپنے خاص اہتمام سے مرتب فرما کر مطبع قومی پریس میں چھپوایا ہے اور جس کا اشتہار آجکل بعض بعض اُردو اخبار میں نظر افروز ہے۔ جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب کو اُردو کی انشا پردازی کی دنیا میں ایک مصنّف ہونے کی حیثیت سے ایسی غیر معمولی بجا اور رشک انگیز کامیابی حاصل ہوئی ہے کہ جسکی نظیر ان دنوں مشکل سے ملیگی، اور مجرّد ان کا نام نامی کتاب کے مقبول خاص و عام ہونے کے لئے کافی ضمانت ہی۔ اُس پر اس کتاب کو ایک ایسے ذہین قابل اور شوخ طبع نوجوان نے مرتب کیا ہے کہ اُسکی متانتِ رائے صفائی خیالات اور قدرۃِ تحریری سے بھی بہت سے قابل لوگ اکثر مشہور مقامات اور تہذیب یافتہ حلقوں میں واقف ہیں اور اُسکی شرکت ایک ایسے فرخندہ فرجام کام میں اسکی عمدگی کی عمدہ سرسری دلیل ہے۔ گو مجھے اس غور اور

توجہ سے اس کتاب کے مطالعہ کی نوبت نہیں آئی کہ جس کی یہ مستحق ہے۔ اور نہ میری یہ غرض کہ میں اِس کا کوئی جامع اور حادی ریویو لکھوں لیکن بہرکیف جسقدر موقع کہ مجھے اس کتاب کے دیکھنے کا ملا ہے اور اُسمیں میری جو سرسری رائے کہ اسکی نسبت قایم ہوتی ہے اُس کو آزادانہ قلمبند کر دینا مناسب جانتا ہوں۔

اس کتاب میں وہ نصیحت آمیز اور جواہر ریز مکتوبات ہیں کہ جو مصنف مراۃ العروس نے اپنے اکلوتے بیٹے کو اُسکے زمانِ طالب العلمی میں بہ نظر اُسکی تعلیم اور تہذیب اخلاق کے لکھے ہیں اور جن میں حکیمانہ اصول سے اُس کے خیالات کی بلندی و پستی اور اُسکی غلطیوں کو نہایت دردمندانہ اور پُراثر عبارت میں بتایا جاتا ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ ان کو ایسے رقعات کے لکھنے کی ضرورت تھی اور شاید اُن سے بہتر اس کام کے لئے بہت کم لوگ تھے۔ اولاً اس قسم کی کتاب اُردو زبان میں بہت کم بلکہ نایاب ہے۔ اور ثانیاً بعض قابل اور مشہور زبان دانوں اور تجربہ کار شاعروں کے مکتوب جو جمع کئے گئے ہیں اُن کی بہ خیال شُستگی عبارت شیرینی و صفائی زبان جو کچھ مدحت کی جاتے مگر اُن کے سارے مطالب اور مضامین کبھی اِس لائق نہیں ہیں کہ کوئی تہذیب یافتہ رغبت سے اُن کو دیکھ سکے یا نوجوانوں کو اُن کے پڑھنے کی اجازت دے سکے۔ ہاں اگر اُن سے کوئی ویسے تہذیب سوز مضامین نکال ڈالے تو البتہ اُن کے منتخب حصے عام کیلئے مفید اور ملک کے فن ادب کی ترقی کے لئے معین ہو سکتے ہیں۔ اور میرے نزدیک اس انتخاب کی بہت اشد ضرورت ہے کیونکہ فرط عام پسندی سے لوگ بعض ویسی کتابوں کو نہایت شوق سے دیکھتے ہیں۔

مواعظ حسنہ میں کیسے دردمندانہ۔ آزادانہ اور حکیمانہ پیرایہ میں ایک نوجوان کو مختلف

امور ضروری کی تعلیم کی گئی ہے۔ اور اسکی ہمت کو کس خوبی سے ترقی کے زینہ پر چڑھایا گیا ہے اور اُسکے پست حوصلے اور کام چور دل کو کس شائستہ عنوان سے نصیحت اور ملامت کی دھیمی دھیمی آنچ سے بڑھایا گیا ہے۔ ان مکتوبات میں معلومات کا ایک بڑا خزانہ اور لڑکوں کے مرغِ خیال کیلئے بہت کچھ تازہ مزیدار اور شاداب آب ودانہ ہے۔ عبارت کی قوت و لطافت، بندش کی چستی، محاورات کی خوبی۔ زبان کی پاکیزگی، مضامین کی متانت جائز اور ضروری ظرافت کی شوخی۔ نصائح کی دلپذیری اور تسلسل و آزاد خیالی خیالات میں یہ مکتوبات میری رائے میں اس قسم کی کتابوں میں بے مثل ہیں۔ خداوند کریم مسلمان باپوں کو اپنے بیٹوں سے اِس انداز سے نامہ وپیام کرنے کی لیاقت اور صلاحیت دے۔ بہت کم تربیت یافتہ اور قابل لوگوں کا خیال ہندوستانیوں میں ایسے امور کی طرف متوجہ ہے۔ عمدہ کالج میں لڑکوں کا داخل کر دینا۔ عمدہ ماسٹر یا مولوی کا گھر میں نوکر رکھ دینا اپنے لڑکوں کی تعلیم کے لئے اعلیٰ درجہ کا سامان سمجھتے ہیں حال آنکہ ہر باپ کا سب سے بڑا کام یہ ہے کہ اپنی اولاد کو تعلیم اور اپنے قلم اور زبان اور اپنے کردار وگفتار کی نظیر سے ہمیشہ مدد دے۔ اپنے خیالات ناقص کی اصلاح میں ہمیشہ مشغول رہے۔ اگر ہمارے ملک کے تربیت یافتہ لوگ جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب کے ان مکتوبات سے ایک یادگار اور پُر منفعت سبق لیں تو بجا ہے۔ کیونکہ یہ مکتوبات اُن کو دکھا اور بتا دیں گے کہ تربیت یافتہ باپ کا فقط منی آرڈر بھیجنا یا اپنے لڑکے کو بصرف زرِ کثیر بے امتیازی سے ولایت روانہ کرنا ہی فرض نہیں ہے بلکہ باپ اپنی اولاد کی اصلاح خیالات وعقائد وخصائل کا بہت بڑا جواب دہ معلّم اور اتالیق ہے۔ اور وہ اپنی اس خدمت سے کبھی پہلو تہی نہیں کر سکتا۔ باوجود کثرتِ مشاغل اور اتنی تصانیف بلند ومشکل کے صاحب موعظۂ حسنہ کو اسکی فُرصت

ملتی تھی کہ اپنے پیارے بیٹے کو ایسے مُراسلات بھیجا کرتے۔ کیونکہ ان کو اپنی یہ جوابدہی اور اپنے کلام کی قوتِ تاثیر بخوبی معلوم تھی۔ یہ کتاب لڑکیوں کو اور بوڑھوں دونوں کے پڑھنے کے لائق ہی اور سوائے فائدے کے اس سے کسی طرح کے ضرر کا گمان نہیں ہی۔ یہ مکتوبات گو ایک خاص لڑکے کیلئے لکھے گئے تھے مگر خدا جانے کتنے ہزار نوجوان ان سے فائدہ اُٹھائینگے اور کتنوں کے یہ کام آئیں گے۔ اس قسم کی چیزوں کی ہم مسلمانوں میں بہت بڑی ضرورت ہی۔ اور ضرور ہی کہ جس قابل آدمی کے مکتوبات اور سوانح عمری میسر آئیں اُن کو اہتمام سے جمع کرکے زیور طبع سے آراستہ کیا جائے۔ یہ وہ کتاب ہی کہ ہر سردار خاندان کا واجبی کام ہے کہ ایسے لڑکے کو جو اس کو پڑھکر سمجھنے کی استعداد رکھتا ہو اسکی ایک جلد دیکر دے اور اس کے پڑھنے کی نسبت اُسکو تاکید کرے۔ میں اُس زمانے کے دیکھنے سے بہت خوش ہوں گا جب کہ یہ کتاب مدرسوں اور اسکولوں کے نصاب میں داخل کیجاتے کیونکہ اس کے پڑھنے سے طلباء کو چند در چند نفع حاصل ہوگا۔

مقام بانکی پور۔ پٹنہ۔ ہند فقط تحریر ماہ اگست ۱۸۸۷ء

ریویو جناب شمس العلماء مولوی محمد حسین صاحب آزاد

موعظۂ حسنہ

اس کتاب کو جو ابھی چھپ کر مشتہر ہوئی ہے۔ میں نے دیکھا۔ ہندوستان کے خاندانوں اور ان کے نوجوانوں کی سقیم حالت دیکھکر ایسی تصنیفات پھیلانا جزو مصلحت ہے۔ اس لئے قلم آزاد پر واجب ہوا کہ اپنا فرض ادا کرے۔ یہ ایک فاضل سن رسیدہ مصنّف کے خط ہیں۔ جس نے کاروبار زمانہ کو ہر حال

میں دیکھا اور سمجھ کر دیکھا۔ برتا اور سمجھ کر برتا۔ ان میں عبارت آرائی یا تربیت انشا کے لئے فرضی مطالب کو فقروں میں نہیں ڈھالا اصلی خط ہیں کہ پیارے باپ نے پیارے فرزند کو سچی ضرورتوں اور واقعی مواقع پر بے تکلف عبارت میں کھلے دل سے تحریر کئے ہیں جو کہ وقت بوقت اور روز بروز حالت عنفوان میں ہر شریف خاندانی کو پیش آتے ہیں اس واسطے نوخیز جوانوں کیلئے نسخہ ہے تقویتِ دماغ۔ پرورشِ عقل اور ورزشِ فکر کا۔

فاضل مصنّف عالم تجربہ کا طبیب اور زمانے کا عمدہ نبض شناس ہے دیکھتا ہوں کہ جس طرح نو رفتار بچے کو انگلی پکڑ کر چلنا سکھاتے ہیں وہ اپنے نوفہم نازپروردہ کو مسافت فکری میں چلنا سکھا رہا ہے، اُسمیں قدم قدم پر کہیں روکتا ہے مگر حکمۃ عملی کے ساتھ کہیں بڑھاتا ہے مگر ذوق و شوق بڑھا کر۔

کہیں ہٹاتا ہے مگر خوشنما مصلحت دکھا کر۔ اور بچے کو نہیں معلوم ہوتا کہ کوئی عامل مجھ سے میری خواہش یا حالت موجودہ کے مخالف عمل چاہتا ہے۔ یہ ہدایتیں زیادہ تعلیم طریق تعلیم سلسلہ تعلیم۔ انضباطِ اوقات اور کہیں کہیں مسائل علمی پر بھی مشتمل ہیں۔ اکثر اعمال و اطوار و اخلاق پر موثر ہیں۔ اکثر تدبیر المنزل یعنی گھر والوں کیلئے گھر کے کاروبار میں انتظام اور اصلاحیں ہیں۔ انھیں معمولی لوگوں کی طرح دلیلیں لکھ کر ثابت نہیں کیا فقط طرزِ بیان اور اندازِ ادا دلوں سے تسلیم اور قبول حاصل کرے گا۔

نوجوان لڑکے یا بصیرت طلب انسان کو راہِ زندگی میں بہت نشیب و فراز پیش آتے ہیں اور سوچتا رہ جاتا ہے کہ کیا کرے۔ کہیں پھیر کھاتا ہے اور کہیں ٹھوکر

کھاتا ہی۔ یہ مجموعہ اُسے مواقع مذکورہ سے ہاتھ پکڑ کر نکال لے جائیگا۔ اللہ اللہ ایک دن وہ تھا
کہ آزاد بمقتضائے سن خود ایسے رہنما کا محتاج تھا۔ آج سب منزلیں طی ہوگئیں لیکن پھر محتاج کا محتاج

ع دریں تعلیم شد عمر و ہنوز ابجد ہمی خوانم
نہ دانم کے سبق آموز خواہم شد بہ جلوانش

دیگر۔ پڑھتا ہوں ایک مطلع و مقطع بہ حسب حال

اک دن وہ تھا کہ ٹوٹتے تھے دانت دودھ کے
دیکھے تماشے میں نے جو ملکِ وجود کے

پھر یہ ہوا گذرنے لگے کھیل کود کے
اب حال یہ ہی عالم پیری میں اے ظفر

باقی نہیں حواس بھی گفت و شنود کے

مقام لاہور۔ تحریر ماہ اگست ۱۸۸۱ء راقم بندۂ آزاد محمد حسین

تقریظِ نظم از قلم نیاز رقم جامعِ ایں اوراق

ہاں جو تصنیف تو ایسی ہو کہ اک دھوم ہی آج
ہی سرِ لوح پہ شہرت کا چمکتا ہوا تاج

نہیں یہ لوح فصاحت کا ہے چینی ارژنگ
نہیں یہ لوحِ بلاغت کا ہی رومی دیباج

کیوں نہ ہوا اُسکے یہ خط ہیں جسے فرہنگ فرنگ
کیوں نہ ہوا سکے یہ خط ہیں جسے ہی ملک کی لاج

اُسکے خط ہیں جسے معلوم عُلوم اور فنون
اس کے خط ہیں جسے محفوظ رسوم اور رواج

اُسکے خط ہیں جسے مشرف میں ہی مغرب کی سمجھ
اُسکے خط ہیں جسے دہلی میں ہی لندن کا مزاج

اُسکے خط ہیں جو ہی امراضِ دماغی کا طبیب
اُسکے خط ہیں جسے معلوم ہی خاطر کا علاج

اُسکے خط ہیں جسے ہی کشور شہرۃ میں عروج
اُسکے خط ہیں جسے ہی عالمِ تصنیف میں راج

اُسکے خط ہیں جو ہی اقلیمِ معانی کا امیر
اُسکے خط ہیں جسے دیتا ہے سخن باج و خراج

اُسکے خط ہیں کہ ہیں سب جس کے سخن کی خواہاں
اُسکے خط ہیں کہ ہیں سب جس کے قلم کے محتاج

اُسکے ہیں خط ہے زباں جس کی بلاغت معجز
اُسکے ہیں خط ہے جسے عقل کی حاصل معراج

اُسکے خط ہیں جسنے تالیف ہی خرما و ثواب — اُسکے خط ہیں جسنے تصنیف ہی اک پنتھ دو کاج
اُسکے ہیں خط کہ جو ہی بہرِ نو کی دودھ میں کھانڈ — اُسکے ہیں خط کہ جو ہے بہرِ غنی کوڑھ میں کھاج

اُسکے خط ہیں ہی اثر جس کو کبوتر کی جگہ
وہ کبوتر ہے فصاحت کے شہپر کی جگہ

ہیں یہ خط اُسکے بیٹے کو جو ہی پروردۂ ناز — باپ کا لختِ جگر۔ نورِ نظر عمر دراز
دانش آموز تھا جب مدرسہ دہلی میں — شفقت تھی اِسے لکھتی یہ خطِ روح نواز
جب کہ بہکاتی تھی ناتجربہ کاری اس کو — تجربہ بڑھ کے بتاتا تھا نشیب اور فراز
ہارتی تھی کبھی ہمت جو طبیعت اُسکی — کرتی تنبیہ تھی دروازۂ ناکامی باز
کبھی انداز سے پڑتا تھا قدم گر باہر — ادب آتا تھا بتانے اُسے حسنِ انداز
جُھکتا اسفل کیطرف تھا جو کبھی مرغِ نظر — عرش اعلیٰ کی سجھاتا تھا خرد کا شہباز
ساحلِ علم پہ ہوتی تھی اگر تشنہ لبی — کھول کر خضر بتلا جاتے تھے اک دفتر راز
کبھی شوق اُس کا بڑھا دیتا تھا ذوقِ تسوید — کبھی ذوق اُسکو بنا دیتا تھا انشا پرداز
کبھی تھی باغ مضامیں اُسے نزہت فارس — کبھی تھی بیتِ معانی میں اُسے سیرِ حجاز
کبھی لندن میں وہ کرتا تھا خیالی گلگشت — کبھی دہلی میں وہ کرتا تھا خیالِ شیراز
کبھی آزادی سے ادیان پہ دیتا تھا وہ رائے — کبھی دینداری سے مسجد میں وہ پڑھتا تھا نماز
کبھی تدبیر میں دُنیا کی وہ ہوتا مصروف — کبھی تعمیر کو عقبیٰ کی وہ کرتا آغاز

الغرض اس میں بدولت انہیں مکتوبوں کی
آگئیں اُن میں ساری صفتیں خوبوں کی

جانتے ہیں اُسے وہ لوگ جو ہیں رمز شناس — نہیں مکتوب یہ ہیں دفترِ تعلیم اساس

اِس کی تعلیم ہی تعلیم اتالیق شفیق — اِسکی تادیب ادب آموزیوں میں فرسٹ کلاس[1]
اِس کے پڑھ لینے سے جاتی ہی نہیں علم کی بھوک — اس کے سُن لینے سے بجھتی ہی نہیں علم کی پیاس
یہ بڑھائے تو ہمیشہ رہے بڑھتا ہوا دِل — یہ بندھائے تو ہمیشہ رہے بندھتی ہوئی آس
یہ ہو نزدیک تو کچھ دور نہیں عمر کی قدر — پاس یہ ہو تو بس آسان ہی اوقات کا پاس
ہے کبھی اَجر کی تحریص سے تلقینِ شکیب — کبھی تشویش زیادت سے ہے تعلیم سپاس
اس سے عادات کی اصلاح ہی بے عدّو شمار — اس سے اخلاق کی تہذیب ہے بے حدّو قیاس
اس سے ناداں میں حکیموں کی ہی پیدا خو بو — اس سے انساں میں فرشتوں کی ہی ظاہر بُو باس
یہ وہ ہی نخلِ عسَل ریز نو اخیز درخت — یہ وہ آہو ہی کہ ہی مشک فشاں سوکھی گھاس
نہیں حکمت پہ[2] یہ ہے موجبِ تصحیحِ نظر — نہیں منطق پہ یہ ہی باعثِ اصلاحِ قیاس
جب کیا ہے کبھی تلخیٔ نصیحت نے ترش — گھول دی ہی وہیں شوخیٔ عبارت نے مٹھاس
اس کی جتنی ہے فضیحت وہ ہی مصری کی ڈلی — اسکی جتنی ہی نصیحت وہ ہی شربت کا گلاس

پند ہے لیک بھرے اسمیں مزے قند کے ہیں
لطف ہر بند میں لقمان کے صد پند کے ہیں

ہے یہی نامہ و پیغامِ نصیحت فرجام — ہے یہی موعظہ موردِ تحسینِ[3] انام
ضبط خوبی سے اسی میں ہیں اصولِ ترغیب — شوق افزائی میں ہر جا ہے اِسی کو ابرام
کہیں بد شوقوں سے یہ یاد کراتی ہی سبق — بد زبانوں کے کبھی منہ میں یہ دیتی ہی لگام
سنگ ریزوں سے مٹاتی ہے کہیں یہ لکنت — لاتی پوڈر[4] سے کہیں ہی یہ شفا کا پیغام

---

۱ انگریزی ہو۔ مراد قسم اوّل۔ اعلیٰ درجہ ۲ مخفف ہے بہر کا۔ ۳ تحسین سے اشارہ ہی حسنہ کی طرف جو موعظۂ حسنہ کے نام کا جزوِ دوم ہے جسنہ اس بحر میں موعظ کیساتھ بے تکلف موزوں نہیں ہو سکتا تھا اس لئے یہ پیرایہ اختیار کیا گیا۔ ۴ گوا پوڈر کی طرف اشارہ ہی جس کا بعض مکتوب میں ذکر ہے۔

کہیں کرتی ہے گھڑی بن کے یہ حفظِ اوقات
بن کے عینک ہے دکھاتی ہے کہیں چرخ کا بام

کہیں گفتار کی تلقین میں ہے بلبلِ باغ
کہیں رفتار کی تعلیم میں ہے کبک خرام

کبھی ہے مسئلہ صرف میں یہ مابغینک[۱]
کبھی ہے مرحلہ نحو میں توضیح مرام[۲]

کبھی ہے دفترِ انگریزی میں یہ حیلۂ رزق
کبھی ہے عسکرِ تازی میں شعارِ اسلام[۳]

آئے جب ذکرِ حدِ[۴] علم بسر آیزک[۵] نیوٹن
لائیں جب اگلے زمانہ کے صحف[۶] ابن اسلام

ہے بیاہوں کیلئے یہ کہیں شادی کا نباہ
بن بیاہوں کیلئے ہے کہیں شادی کا پیام

کبھی تقدیر سے دیتی ہے یہ تدبیر کو زک
کبھی تدبیر سے لیتی ہے یہ تقدیر کا کام

اس کو فرصت میں بھی ہر لحظہ خیالِ اشغال
اسکو محنت میں بھی ہر لحظہ بلحاظِ آرام

حرکت میں ہے سکوں گو یہ سکوں میں حرکت
گو سکوں میں ہے سکوں گو حرکت میں برکت

مقام باقی پور۔ جہند رہ۔ فکر ماہ ستمبر ۱۸۸۷ء

---

[۱] مابغینک فی الصرف زبانِ اردو میں فن صرف میں ایک کتاب ہے صاحب موعظۂ حسنہ سے۔ تمام مسائل ضروریہ صرف عربی کو حاوی اور نہایہ عام فہم اور خوش نظم [۲] توضیح المرام مولوی علی احمد صاحب برادر صاحب موعظہ کی ایک کتاب ہے جس میں تمام اُن مسائل نحو کو جو شرح ملا جامی میں نہایت مغلق اور دشوار پسند طور پر مذکور ہیں نہایت ہی سلیس اور عام فہم طور پر کمال فصاحت کے ساتھ زبان اردو میں بیان کیا ہے [۳] جنگ در سفر میں کسی قوم کی شناخت اور علامت وردی۔ پرول۔ مابہ الامتیاز [۴] یہاں حد پایاں اور تعریف منطقی دونوں معنوں میں منطبق ہے [۵] انگلستان کے مشہور منجم حکیم کا نام ہے جس نے مرتے وقت فراوانی علم کی نسبت یوں بیان کیا کہ ہر چند میں نے عمر دراز پائی اور بہت کچھ اوقات تحصیل علم حکمت میں گنوائی لیکن پھر بھی دریائے ناپید کنارِ علم تک نہ پہونچ سکا اور بڑا کنارہ سے ہی پر کچھ خوش رنگ سنگ ریزے چنا کیا۔ [۶] عبداللہ بن سلام سے عبارت جو مدینے میں یہود کے بڑے عالم تھے اور مشرف باسلام ہوئے ۱۲۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچۂ الموعظہ

جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب سے میری ذاتی شناسائی مطلق نہیں مگر جس تفصیل سے میں اُن کو جانتا ہوں اُن کے دوشت آشنا تو خیر اُن کے قریب کے رشتہ دار بھی اُتنا ہی جانتے ہوں گے۔ لو[1] کشف الغطاء لما ازددت یقیناً۔ اس کا سبب یہ ہے کہ مجھ کو الولد[2] سرٌّ لابیہ[3] چھوٹے سکیل سے[4] کے مولوی نذیر احمد یعنی اُن کے فرزند یگانہ مولوی بشیر الدین احمد صاحب کے ساتھ اس درجہ کی مخالطت رہی ہو کہ ہم دونوں ایک روح دو قالب تھے اور اب ہو اتفاق سے مخالطت نہیں ہے تو متصل اور متواتر مراسلت ہے ایسی کہ المکتوب نصف الملاقاۃ[5] کے حساب سے اب بھی ہم دونوں کسی وقت ایک دوسرے سے جدا نہیں۔ میں نے جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب کے تمام مصنفات کو بالاستیعاب[6] دیکھا ہے نہ ایک دفعہ بلکہ بار بار۔ ع ھی[7] المسک ما کررتہ یتضوّع۔ جب کہ جناب مولوی نذیر احمد خانصاحب کے مصنفات معلی القاب نواب سر ولیم میور صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر ممالک شمالی مغربی جیسی گورنمنٹ نے منظور کر کے انکو ہزار ہا روپے انعام دیئے ہوں۔ جب کہ جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب کے مصنفات اس درجہ مقبول خلائق ہوں کہ وار نہیں آنے پاتا اور ایڈیشن پر ایڈیشن[8] نکلتے چلے آتے ہیں یہاں تک کہ بعض بعض کتابوں کی قریب قریب لاکھ جلدیں چھپ چکی ہیں۔ جبکہ جناب

---

[1] اگر حجاب اٹھا دیا جائے جب بھی یقین میں کچھ افزائش نہ ہو یعنی یقین مرتبہ کمال کو تو پہنچ گیا ہے۔ یہ قول ہے حضرت علی کرم اللہ وجہ کا کمال عرفان [2] بیٹا اپنے باپ کا بھید ہے۔ یعنی مظہر صفات باطنی [3] بچپنے [4] [5] خط و کتابت آدھی ملاقات کے حکم میں ہے [6] اول سے آخر تک سراپا سب کا سب [7] یہ تصنیفیں مشک ہیں جتنا رگڑو اسکی خوشبو پھوٹتی جائے [8] چھاپا۔ طبع۔

مولوی نذیر احمد خاں صاحب کے مصنّفات بھاکا۔ مرہٹی۔ گجراتی۔ بنگالی کشمیری اور سب سے بڑھکر انگریزی میں ترجمہ ہو گئے ہیں۔ اور جب کہ اُن کی ایک کتاب توبۃ النصوح داخل امتحان سول سروس ہو[1] تو کفے بہ فخرا یعنی جب کہ جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب کی اعلیٰ لیاقت اور پاکیزگی تحریر اور راستی خیالات پر جم غفیر نے اجماع کر لیا ہو تو میں اپنی رائے کا اظہار کرنا تحصیل حاصل بلکہ ایک طرح کی شوخی سمجھتا ہوں۔ ممالک شمالی مغربی۔ پنجاب۔ بہار۔ بنگالہ تو ایک اعتبار سے زبان اردو کا وطن ہے۔ ان ملکوں میں جناب مولوی نذیر احمد خانصاحب کے مصنّفات کی جتنی قدر ہو تھوڑی ہے۔ حیدر آباد دکن میں جہاں فارسی دفتر تھا جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب کی تحریرات کا وہ زور شور رہا کہ اُن کے روزنامچے اور روبکار اور کیفیتیں اور رپورٹیں اور فیصلے اور تجویزیں مجامع میں اس طرح پڑھی جاتی تھیں جیسے مشاعروں میں غزل۔ سارے دکن میں ایک نواب سر سالار جنگ بہادر مرحوم خود مردمی مجسّم اور مردم شناس تھے۔ اُن کا یہ حال تھا کہ جناب مولوی مہدی علی صاحب کے نام جو خطوط جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب کے جاتے بالالتزام اُن کو بار بار مزے لیکر پڑھتے اور حسن تحریر کی داد دیتے۔ جب حضور نظام کی مسند نشینی کو ڈیڑھ یا دو برس باقی رہے تو گورنمنٹ آف انڈیا نے چاہا کہ رئیس کو انتظام ملک سے آشنا کیا جائے۔ وزیر اور رزیڈنٹ نے مل کر یہ تجویز کی کہ انتظام مملکت پر کچھ رسالے لکھوا کر حضور کو ملاحظہ کرائے جائیں۔ جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب کے سوائے ایسے رسالے اور کون لکھتا۔ کم بیش دس رسالے جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب نے لکھے۔ ایک دن کا مذکور ہے کہ نواب سر سالار جنگ بہادر میز پر تھے اور آنریبل[2] مسٹر سید محمود اور چند احباب اور بھی شریک تھے کہ ایک رسالہ پہنچا۔ نواب سر سالار جنگ بہادر

---

[1] ولایت کا ایک امتحان جس سے گورنمنٹ ہند کی تمام اعلیٰ خدمات کا استحقاق حاصل ہوتا ہے اور یہ نازش کو کافی ہے۔

[2] حضور نواب گورنر جنرل بہادر ہند باجلاس کونسل سے خطاب عزت جو ہائی کورٹ کے ججوں اور کونسل کے ممبروں کو حاصل رہتا ہے۔

سے صبر نہ ہو سکا اور عین تناول طعام میں رسالے کو دیکھنا شروع کیا اور حاضرین کو سنایا اور آخر کار یہ فرمایا کہ مجکو ساری عمر میں اگر رشک ہوا ہی تو مولوی نذیر احمد کے دماغ پر بس مولوی نذیر احمد خاں صاحب کے سارٹیفکٹوں کا پشتارہ جسمیں کئی لفٹنٹ گورنروں کی چھٹیاں بھی ہیں۔ ایک طرف اور ہند کے بسمارک[1] نواب سر سالار جنگ بہادر کا اتنا فرمانا ایک طرف۔ نواب سر سالار جنگ بہادر کو تو جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب کے دماغ پر رشک تھا مجھ کو جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب کی تحریرات سے عشق ہی۔ جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب کی کتابیں ہندو مسلمان عیسائی۔ یہودی پارسی۔ ہر قوم اور ملت کے لوگوں نے پڑھی ہونگی مگر یہ میرا ہی حصہ تھا کہ مولوی بشیر احمد صاحب اپنے والد کے خطوط مجھ کو دکھایا کرتے اور میں اُن کو نقل کر لیتا۔ خطوط میں اکثر خانگی حالات تھے اور بہت میں مباحث علمی، جو جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب سبقاً سبقاً لکھ لکھکر بھیجتے تھے۔ حذف و اسقاط ضروری کے بعد جو کچھ بچا وہ یہ کتاب ہے جو پیش کش ناظرین کیجاتی ہے۔ اِسکے چھپوانے سے لوگوں کو یہ دکھلانا منظور ہی کہ ایک لائق باپ اپنے اکلوتے بیٹے کو کس طرح پر تعلیم و تربیت کرتا ہی۔ شغف[2] تو اس درجہ کا ہے کہ سوتے جاگتے سفر حضر[3] میں۔ فرصت میں اشغال میں ہر حال میں بیٹے کا تصور نصب العین[4] ہی۔ گویا وظیفہ یاد عبارت ہی اسی ایک جو دسے۔ مگر تعلیم میں بھی اس بلا کا اہتمام ہی کہ علم ایک لقمہ ہو تو کھلا دیں یا تعویذ ہو تو گھول کر پلا دیں۔ میں ناظرین کتاب کو جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب کا نمونہ دکھا کر اولاً نفس تعلیم اور ثانیاً اُس خاص طرح کی تعلیم کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں جسکا زمانہ حال مقتضی ہی مقصد اصلی تو یہ ہی۔ اور اگر کوئی طرز تحریر اور طریقہ ادائے مطلب سے استفادہ کرے تو روں گھین[5] ہیں

کلکتہ۔ ۱۳۱۔ تالتلا بازار تاریخ ۶ جنوری ۱۸۸۶ء محمد عبد الغفور شہباز

---

[1] مسناد [2] وزیر جرمنی کا تدبر سیاست میں تمام یورپ لوہا مانتا ہی [3] شیفتگی [4] حضر یعنی حالت اقامت [5] مد نظر آنکھوں کے سامنے [6] سودے والوں کا دستور ہوتا ہی کہ خریدار کے خوش کرنے کیلئے تھوڑا سا سودا اوپر سے مفت و بدیا کرتے ہیں اُسکو رونگھن کہتے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نور چشما مد عمرہٗ[1] و آتاہ اللہ نصیباً وافراو خطاً متکاثراً من العلوم الجدیدۃ المفیدۃ

خط (۱)

خدا کا شکر ہے کہ میں بدھ کو دن ۵- جنوری کو مغرب سے پہلے اپنے مقام پر پہنچگیا۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ تم وہیں رہ گئے تو عملے اور نوکر اور پیادے اور نوکری سب کے سب افسردہ خاطر ہوئے۔ تم سے لوگ بہت مانوس تھے اور تمہارے ساتھ رہنے سے لشکر[2] سونا معلوم ہوتا ہے۔ جب غیروں کا یہ حال ہو تو میرے دل کی کیفیت کا خدا کو علم ہے۔ میں نے نہایت مجبور ہو کر تم کو جدا کیا ہے اس واسطے کہ وقت[3] نکلا جاتا تھا اور تمہاری انگریزی بدون مدرسہ کے درست نہیں ہوسکتی تھی۔ خداوند کریم تمہارا حافظ اور نگہ بان ہے۔

---

[1] اسکی عمر دراز ہو اور خدا اس کو مفید نئے علم سے ایک بہت بڑا حصہ عنایت فرمائے ہینمبر غائب ہے مخاطب ہے مراد علوم جدیدہ سے ریاضی کے تمام شعبے۔ ہندسہ۔ جر ثقیل۔ انجینرنگ اور علم کیمیا۔ اور علم فلاحۃ اور علم طبیعات اور طبقات الارض علم مناظرہ اور علم مائیات اور علم سقناطیس اور علم قوت برقی وغیرہا مراد ہیں جو یورپ میں پور طور پر پڑھائے جاتے ہیں۔ اور یورپ کی تمام ترقی اور تہذیب اور خوش حالی اور ہنر مندی اور صناعی اور ایجادیں حتی کہ سلطنت ان ہی علوم کی وجہ سے ہیں ان کو جدید اس سے کہا جاتا ہے کہ بعض شعبے ڈیڑھ دو سو برس کے اندر اندر ابتدا اہل یورپ نے دریافت کیے یا دریافت نہیں کیے تو ان میں اسقدر ترقی کی اور کر رہے ہیں کہ گویا علوم جدیدہ ہیں۔ خط ۵۹ میں بھی علوم جدیدہ سے بحث کیگئی ہے جنکو خدا نے معاش کی عقل سلیم دی ہے وہ علوم جدیدہ کے ایسے قدر شناس ہیں کہ مولوی نذیر احمد خاں صاحب اپنے اکلوتے بیٹے کے لئے خدا سے اُن کے حصول کی دعا کرتے ہیں میں کہتا ہوں آمین اور خدا دوسرے مسلمانوں کو بھی ایسی توفیق دے تاکہ مسلمانوں سے نکبت افلاس دور ہو۔ مولوی نذیر احمد خاں ہمیشہ بیٹے کو ساتھ رکھتے تھے اور خود پڑھاتے تھے۔ اب بڑے دن کی چھٹی میں دورے پر سے بیٹے کو بیجا کر دہلی کے مدرسہ میں داخل کرتے ہیں [2] جو لوگ کسی حاکم کے ساتھ دورے میں ہو لیتے ہیں نوکر، چاکر خدم حشم اہل مقدمات سب کو لشکر کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے [3] اُداس[4] یعنی تحصیل علم کا وقت۔

بشیر۔ خدا کیلئے اب پورا پورا شوق کرو۔ دو تین برس کی محنت ہی بڑا امر[۱] انٹرنس[۲] کا ہی۔ اگر تم اس میں کامیاب ہوئے تو یہ کامیابی اگلے امتحانوں میں تمہاری مددگار ہو گی۔

علم تو سب طرح کے ہیں اور طالب علم کو لازم ہو کہ سب کی طرف برابر توجہ کرے۔ لیکن سب پر مقدم ادب[۳] ہی جسکو انگریزی میں لٹریچر کہتے ہیں یعنی زبان دانی۔ کمال زبان دانی یہ ہو کہ تم کو اہلِ زبان کی سی قدرت حاصل ہو۔ اس کی تدبیر یہ ہو کہ زبان دانوں کی عبارتیں یاد ہوں جس طرح کے خیال اور مضمون کو جس پیرایے میں اہلِ زبان نے ادا کیا ہو اُسکی تقلید[۴] اور اسکی نقل کرنی چاہیے غرض زبان دانی کیلئے یادداشت شرط ہی۔ محاورات اور امثال و حکایات[۵] اور لغت اور صلوں[۶] کا استعمال جنکو تم پریپوزیشن[۶] کہتے ہو سب پیش نظر رہیں جس تحقیق سے تم مجھ سے عربی پڑھتے تھے کہ ہر ہر لفظ کا مادہ اور ماخذ[۷] اور صیغہ[۸] اور ترکیب[۹] کوئی بات چھوٹنے نہیں پاتی تھی یہی تحقیق فارسی اور انگریزی کُل زبانوں میں ہی۔ جب کسی کتاب کا سبق لیکر بیٹھو خود لفظ لفظ پر نظر کرتے جاؤ جب اس انضباط سے دو چار کتابیں نکلیں اچھی خاصی استعداد ہو جائیگی۔ زمانِ طالب العلمی میں ادب عربی کے متعلق مجھ کو دیوان متنبی سبعہ معلقہ۔ تاریخ یمینی کے اکثر حصے اور مقامات حریری کے متعدد مقالے اور دیوان حماسہ کے بیشتر مقامات اور قرآن کی بہت سورتیں یاد تھیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر زبان میں اہلِ زبان کی بولی سند ہے جس کو جتنا یاد اسی قدر علم ادب میں اُس کی استعداد۔ سوائے زبان دانی دوسرا کوئی علم نہیں جس میں آدمی ساری عمر مشغول رہے اسی سبب سے ادب کی بڑی قدر ہی۔ اگر ادب اچھا ہے تو ممتحن دوسرے

---

[۱] بڑی بھاری منزل [۲] انٹرنس یعنی داخلے کا امتحان جس کے یہ معنی ہیں کہ آدمی یہ امتحان دینے سے زمرۂ طلبا میں داخل ہو جاتا ہی نہ گروہِ علما میں [۳] ادب کی وجہ تسمیہ یہ ہی کہ آداب مجلس میں ادب اعظم گویائی ہی [۴] پیروی [۵] کہاوتیں [۶] حروف روابط [۷] جہاں سے کوئی لفظ نکلا ہو جیسے مصدر [۸] یہ صرف [۹] یہ نحو سے متعلق ۱۲

علوم کی خامی سے بھی درگذر کرتے ہیں۔ پچھلے سال ہائی کورٹ[۱] کے امتحان میں ایک بنگالی اوّل رہا اگرچہ اُس کے قانونی جواب سنا ہی کہ بہت عمدہ نہ تھے مگر وہ تقریراً تحریراً انگریزی کا بڑا ادیب تھا۔

زبان دانی کی استعداد بے شک کتابوں کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے مگر اہلِ زبان سے گفتگو کرنا بھی ایک عمدہ ذریعہ ہے اسی واسطے میں نے تم کو مدرسے میں چھوڑا ہی۔ جہاں تک ہوسکے بری بھلی غلط صحیح۔ ٹوٹی پھوٹی انگریزی بولنی چاہیئے تمہاری جماعت[۲] میں شاید اکثر کو انگریزی بولنے کی مہارت نہ ہو تو تم اونچی کلاس کے لڑکوں سے تعارف پیدا کرو اور ہر روز تین چار گھنٹے انگریزی میں بات چیت کرو تاکہ جھجک اور رکاوٹ دُور ہو۔ تمہارے ماسٹر[۳] ہندوستانی یا انگریز جو ہوں اُن سے اردو میں ایک لفظ مت کہو لیسن[۴] صاحب کی میم سے تجدید تعارف کرلو۔ غرض جو ذریعہ انگریزی گفتگو کا ہو حاصل کرو۔ انگریزی بول چال کے اعتبار سے اوّل یوروپین لیڈی[۵] پھر یوروپین جنٹلمین[۶] پھر یوریشین لیڈی[۷] پھر یوریشین جنٹلمین[۸]۔ پھر سب سے آخر میں آخور کی بھرتی[۹]۔ ایرے غیرے پنچ کلیان[۱۰] بنگالی بابو اور تمام انگریزی دان نیٹو[۱۱] بشمیر۔ انگریزی گفتگو کی ضرورت اس درجہ کی ہے کہ میں اُس کے ظاہر کرنے کیلئے الفاظ نہیں پاتا۔ تم سمجھو کہ تمہارے کالج[۱۲] میں داخل ہونے سے مقصود اصلی یہی ہے اور بس۔ اگر تم کو انگریزی میں گفتگو اور اُس کا بے تکلف لکھنا آجائے تو تم گھر بیٹھ کر ایم۔ اے۔

---

۱ عدالتِ عالیہ جس سے اونچی ہندوستان میں کوئی عدالت نہیں ۲ جماعت ۳ استاد ۴ لیسن صاحب ۱۸۵۷ء کے غدر میں علاقہ دریبہ کے جھاپے دار تھے غالباً اسسٹنٹ تیرول لن کی میم غدر سے چند روز پہلے اپنے عزیزوں سے ملنے دہلی آئیں اور گھر گھیر گئیں مولوی نذیر احمد صاحب
اور ان کی سسرال کے لوگوں نے ان میم صاحبہ کو بے سابقہ معرفت کے اپنے گھر میں پناہ دی اور عین شورش غدر میں انگریزی کیمپ میں
پہونچا دیا۔ سرکار نے اس خیر خواہی کی بڑی تحسین اور قدر دانی کی تو مولوی نذیر احمد صاحب اپنے بیٹے کو لکھتے ہیں کہ ان میم صاحبہ
کے ساتھ تمہاری اگلی جان پہچان ہے اب اسکو تازہ کرلو تاکہ تم کو انگریزی بولنے کا موقعہ ملے ۵ ولایت زاد میم ۶ ولایت زاد صاحب
۷ ہندوستان زاد میم ۸ ہندوستان زاد صاحب ۹ مال روی ۱۰ اکے ڈھکے جیسے زبان فارسی میں فلاں ہماں ال الصل ہیں وہ
گھوڑا جسکے چاروں ہاتھ پاؤں اور ماتھا سفید ہو جسکو عربی میں اغر محجل کہتے ہیں یہاں اور ہر قسم کے لوگ جنمیں کسی طرح کی تحقیق نہیں جیسے
پنج کلیان گھوڑے میں سفیدی کہیں کہیں عضو کی تخصیص نہیں کہ ہاتھ یا ماتھا بھی جگہ سفیدی موجود ہے ۱۱ ہندوستانی دیسی ۱۲ اعلیٰ درجہ کا
مدرسہ جس میں ایم۔ اے۔ بی۔ اے کے درجوں تک پڑھائی ہوتی ہے۔ ۱۲

کا امتحان دے سکتے ہو۔

انگریزی مسودہ[1] ہر روز لکھنا چاہیئے۔ مجکو ہمیشہ انگریزی میں خط لکھو اور چوں کہ راز کی بات نہیں ہوتی کسی ماسٹر یا کسی اونچی کلاس کے لڑکے یا کسی متعارف سے اُس کو درست کرالیا کرو۔ ایک کتاب انگریزی کمپوزیشن تاریخ وار لکھ کر اُس میں سرخی سے اصلاح لے لیا کرو اور اصلاح کو بنظر غور دیکھ کر یاد رکھو کہ پھر ویسی غلطی نہ ہو۔

میں نے سُنا ہے کہ تمہارے مدرسے میں ..... ماسٹر ہیں اور انگریزی کے بڑے ادیب ہیں اُن سے تعارف پیدا کرو۔ ادب[2] اور انکسار کافی ذریعہ لوگوں سے تعارف پیدا کرنے کا ہے۔ اگرچہ تم ابھی اجنبی ہو۔ لیکن جب لوگ دیکھیں گے کہ تم پڑھنے کا شوق رکھتے ہو۔ امتحان تمہارے اچھے ہوتے ہیں۔ اور استادوں کا ادب[3] تم کو ملحوظ رہتا ہے۔ کسی سے لڑتے جھگڑتے نہیں اور نالائق لڑکوں سے الگ تھلگ رہتے ہو تو ماسٹر لوگ خود بخود تم پر مہربانی کرنے لگیں گے۔

تم کو شروع سے آخر تک کوئی سکنڈ لینگویج اختیار کرنی پڑے گی۔ یعنی انگریزی کے علاوہ دوسری زبان عربی سنسکرت یا فارسی سیو فارسی کلاسکل[4] نہیں ہے۔ چار و ناچار عربی لینی ہوگی اور تم کو عربی میں اتنا درک ہے کہ اگر تھوڑی توجہ جاری رکھو تو کافی ہے ورنہ چند روز میں جو کچھ پڑھا ہے سب جاتا رہیگا۔ عربی ہمارا شعار[5] قومی ہے۔ میرے نزدیک ہر مسلمان پر عربی سیکھنا فرض ہے۔ اگر تمہاری کلاس میں فارسی کورس ہے وہ بھی کام کی چیز ہے۔ کیونکہ تم فارسی

---

[1] تسوید مسودہ عبارت نویسی [2] یہاں ادب سے اپنے سے بڑے کی تعظیم مراد ہے [3] اعلیٰ درجہ کی زبان [4] شعار اصل میں وہ کپڑا جو بدن سے لگا لپٹا رہتا ہے مراد وہ چیز جو کسی قوم کے ساتھ خاص ہو جیسے لباس انگریزی انگریزوں کے ساتھ یا لال پھندنے دار ٹوپی ترکوں کے ساتھ [5] جناب مولوی نذیر احمد صاحب نے بیٹے کو ابتدا سے عربی شروع کرادی تھی پس اس سے ایک بڑی عام غلطی کی اصلاح ہوتی ہے کہ لوگ اول اکثر پہلے فارسی پڑھاتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ بدون فارسی کے عربی نہیں آسکتی۔ ہمارے ملک میں پہلے فارسی سیکھنا صرف اس سبب سے لابد ہو رہا ہے کہ صرف و نحو عربی کی ابتدائی کتابیں (باقی صفحہ آئندہ پر)

مطلق نہیں جانتے اس کو بھی پڑھو لیکن عربی سے غفلت مت کرو بڑی عمدہ چیز ہے اور اسکا پڑھنا بہت ہی نافع ہے فارسی کورس کو بھی بنظر تحقیق پڑھنا چاہیئے۔ ہر ہر لفظ میں بال کی کھال نکال لیا کرو۔ مادّہ اور صیغہ اور ترکیب اور معنی اور مطلب۔

روز کا کام روز کرنا ضرور ہے۔ جو سبق پڑھا اچھی طرح اسکو سمجھ کر قابو میں کر لیا غافل لڑکے سبق جمع کرتے جاتے ہیں اور امتحان کے زمانے میں انبار مصیبت ہو جاتا ہے ایک نقشہ اس طرح کا بنا لو اور اس کو خوش خط لکھ کر اپنی میز کے سامنے لگا دو اس سے تم کو معلوم رہیگا کہ کس وقت کیا کرنا ہے۔

دن کا نام	پہلا گھنٹہ	دوسرا گھنٹہ	تیسرا گھنٹہ
شنبہ	عربی	اقلیدس	فارسی
یکشنبہ	جبر و مقابلہ	حساب	ادب انگریزی

مدرسے کے خالی گھنٹے اور فرصت کے اوقات انگریزی گفت وگو میں صرف کرو تفریح کی تفریح اور فائدے کا فائدہ۔ اسی طرح اپنے باہر کے اوقات منضبط کر لو کہ فلاں وقت یہ کام کریں گے اور جب اپنے کُل اوقات منضبط کر چکو مجھ کو بھی اطلاع دو۔ اس انتظام میں اس کا بڑا خیال رکھو طبیعت پر اتنا بوجھ نہ پڑنے پائے کہ گھبرا جائے جب خوش دلی ہے سب کام اچھا ہوتا ہے بے دلی پیدا ہوئی اور کام بگڑا ۔۔۔ کے ذریعہ سے ۔۔۔ ملو یہ ۔۔۔ کے ہیں اور ایف اے کا امتحان دے چکے ہیں۔ ان سے ملنا تم کو ضرور فائدہ

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) زبان فارسی میں ہے۔ مولوی نذیر احمد صاحب نے صرف و نحو عربی کو اردو کیا اور بیٹے کو اردو پڑھا کر ایک دم سے عربی پر لگا دیا اگر عموماً مسلمان تعلیم کا یہ طریقہ اختیار کریں تو نہایت مفید ہو کیوں کہ فارسی زبان کا سیکھنا اب چنداں ضروری نہیں رہا اور عربی کلاسکل ہونے کے علاوہ مذہباً مسلمانوں کو سیکھنی ضروری ہے۔ بس فارسی دانی کے انتظار میں بچوں کو عربی سے محروم رکھنا کچھ درست نہیں ۱۲

دیگا۔ اِسی طرح تعارف بڑہاتے جاؤ لیکن عمدہ لوگوں سے۔ ایک بدوضعی تمام لیاقت اور تمام آب رو کو ضائع کرتی ہے۔ عادت کا اختیار کرنا آسان ہے۔ مگر اختیار کرنے کے بعد چھوڑنا مشکل بلکہ محال ہو جاتا ہے۔

اپنی حالتِ ظاہری کو اپنی وقعت کے مطابق رکھو میرا روپیہ جہاں تک تمہاری آسائشِ جائز میں صرف ہو انشاء اللہ مجھ کو دریغ نہیں۔ اگر خدا تم کو نام ونمود کا آدمی کرے تو میرا روپیہ اچھے نیک[۱] لگا۔ مجھ کو ایسے خرچ[۲] میں ہمیشہ خوشی ہے۔ تم اپنی والدہ سے بے تکلف خرچ لو۔ اُن کے پاس نہ ہو تو مجھ سے مانگنے میں کبھی تامل مت کرو۔

تمہاری سب چیزیں ایک جا کرکے پرسوں یا اترسوں انشاء اللہ بکسر[۳] بھیجوں گا اور کوشش کروں گا کہ تم کو اسباب جلد ملے۔ بشیر۔ کتابیں تمہارے پاس بہت مگر سب رکھنے کو ہیں، اگر ان کتابوں پر نظرِ محققانہ ہو تو آدمی عالم ہو جائے۔ اب للہ توجہ کرو اور مجھ کو نااُمیدی کی مصیبت میں مت ڈالو۔ اقلیدس کے دعوے یاد کر چلو۔ رفتہ رفتہ خیال پر چڑھ جائیگا کہ فلاں مقالے کی فلاں شکل کا کیا دعویٰ ہے۔ دوسرا مقالہ اگر تم چھوڑ دو گے تو بھول جائیگا۔ اور اب اقلیدس کو بمددِ کتاب سمجھنا چاہیئے۔ جب دو مقالے اس طور پر سمجھ لو گے اتنی استعداد ہو جائے گی کہ باقی کتاب خود نکال لو گے۔ اقلیدس کے دعوے بہت ضرور ہیں ہمیشہ امتحان میں کوئی نہ کوئی بیا دعویٰ ضرور ہوتا ہے۔

اس کو پیشِ نظر رکھو کہ تم کو اسی سال دوسری کلاس میں ترقی کرکے جانا ہے اور امتحان سالانہ وہیں دینا ہے۔ پس وہاں کا کورس ابھی سے رفتہ رفتہ اپنے بس میں لانا چاہیئے۔

---

[۱] یعنی اچھے کام میں صرف ہوا۔ [۲] حقیقت میں یہ لفظ جیم عربی سے ہے بمقابلِ دخل لیکن فارسی اور اردو کے روزمرہ میں جیم فارسی سے مروج ہے یہی زیادہ فصیح ہے۔ [۳] ضلع غازیپور میں ریل کا مشہور اسٹیشن ہے۔ گھوڑوں کی خرید و فروخت کا بڑا بھاری میلہ لگتا ہے۔

تم مجھ سے وقتاً فوقتاً ہر بات اور ہر مسئلہ پوچھتے رہو۔ جہاں تک ممکن ہوگا میں ہمیشہ تمکو سمجھاؤونگا[1]۔ اے بشیر۔ اگر تم علی گڈھ جاتے تو تم کو شاید بڑی وحشت ہوتی لیکن اگر معلوم ہو کہ تم دہلی میں فائدہ علمی حاصل نہیں کر سکتے تو پھر دیکھا جائیگا۔ اب تم کو اپنا انتظام خود کرنا پڑے گا۔ اس کو سمجھ لو کہ لوگوں پر ہمارے حقوق کچھ نہیں اور ایسے نفوس قدسی جو دوسروں کو بے وجہ منفعت پہنچائیں کم ہیں۔ پس اگر کوئی بے اعتنائی کرے تو افسردہ خاطر نہ ہونا چاہیئے۔ خوش آمد اور ملن ساری سے اپنا کام نکالنا ہوگا تمہارے پاس گرامر[2] ہے اس کو یاد کرو علاوہ غرض وقت سے جہاں تک ممکن ہو فائدہ اٹھاؤ۔ اپنے کُل حالات جزو کل سے ہمیشہ مطلع رکھو۔ والدعا۔ ۵ جنوری سنہ ۱۸۷۶ء مقام تحصیل نگرا۔

خط ۲

جس وقت سے میں آیا تھا تمہارا اسباب جمع کرنے کی فکر میں تھا چنانچہ اس وقت اسباب صندوق میں بند کرکے اوپر سے ٹاٹ مڑھ کر بکسر روانہ کرتا ہوں وہاں سے ریل پر روانہ ہو جائیگا۔ اس ایک صندوق میں اتنی کتابیں ہیں کہ اگر آدمی نظرِ تحقیق سے ان پر عبور[3] حاصل کرے تو عالم ہو جائے۔ مگر رکھ چھوڑنے کو تو کتاب اور پتھر برابر ہو جاتے

کمثل الحمار[4] یحمل اسفارا۔ ع چارپائے برو کتابے چند۔

مقدم جماعت کی پڑھائی ہے اسکے یاد کرنے سے جو وقت بچے اس میں دوسرا کام کرنا چاہیئے۔ اس قدر بوجھ اپنے اوپر مت بڑھاؤ کہ جماعت میں بُرے رہو کیونکہ ہم سبقوں میں پیچھے رہنا بڑی بے غیرتی

---

[1] مولوی بشیر الدین احمد کے پاس اپنے والد کے بہت خطوط ہیں جن میں علمی مباحث ہیں۔ یہ تمام خطوط بڑی قدر کی چیز ہیں۔ مگر چونکہ ہر شخص ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا میں نے ایسے خطوط سب نکال ڈالے صرف نمونے کے طور پر [illegible]

[2] قواعد زبان یعنی صرف و نحو [3] لفظی معنے اترنا مراد یہ ہے کہ نظر تحقیق سے دیکھے [4] جیسے گدھے کا حال جس پر کتابیں لدی ہوں۔

کی بات ہے۔ بڑا انتظام اس کا ہے کہ کسی طرح انگریزی بول چال اور عبارت انگریزی کے لکھنے میں یعنی انگریزی کمپوزیشن میں ترقی ہو سو اُمید ہے کہ اس کے لئے تم نے تدبیر مناسب کرلی ہوگی۔ اگر وقت کو انتظام سے صرف کرو اور معمول باندھکر ہر کام وقت پر کرتے رہو تو بافراغت جماعت کی پڑھائی بھی بخوبی یاد کرلوگے اور پھر بھی اتنا وقت بچے گا کہ اس میں انگریزی کو بڑھاؤ۔ عربی پڑھو اور اونچی کلاس میں جانے کا حوصلہ کرو۔ لتبصرح[1] کی شرح یعنی کی۔[2] میرے نزدیک فائدہ مند چیز ہے۔ خرید کر لینا بہ شرطیکہ ہر سبق کی شرح دیکھو اور سمجھو۔ میں تم کو عام اجازت دیتا ہوں کہ تحصیل علم و استعداد کے لئے صرف زر میں مطلق تامل مت کرو۔ اس خرچ کو خوشی سے ادا کرونگا۔ صفائی سے رہو مگر زینت[3] جو تمہید بدوضعی و آوارگی ہے خبردار مت اختیار کرو۔ شاید تم کو چغے کی ضرورت پڑے اس واسطے کہ کالج کی وردی عمامہ چغہ ہے تو جاڑے اور گرمی کے بنوالینا مگر ڈھیلے عربی جیسے میں پہنتا ہوں۔ اس گئے گذرے وقت میں بھی دہلی میں سب کچھ ہے۔ خدا شوق اور طلب صادق دے۔ یہ ایک مشہور بات ہے کہ آدمی جس شہر میں رہے وہاں کے طبیب اور کوتوال سے دوستی پیدا کرے۔ تم بھی اس بات کا خیال رکھو۔ ۸ جنوری ۱۸۸۳ء مطابق عید الضحیٰ مقام سکندرپور۔

خط ۳

نور چشما مد عمرہ[4] و رزقہ اللہ شوقاً کاملاً لتحصیل العلوم

---

[1] لتبصرح صاحب کا مجموعہ منتخبات ۔ [2] کی کے لغوی معنی ہیں کنجی۔ مجازاً شرح معلقات کو کہتے ہیں ۔ [3] مولوی نذیر احمد صاحب نے اپنے بیٹے کو یہ بڑی عمدہ نصیحت کی ہے اور جو لوگ تربیت اولاد کے ذمہ دار ہیں اُن کو اس پر خاص توجہ کرنی چاہیئے ہم مولوی نذیر احمد صاحب زینت کو تمہید بدوضعی و آوارگی ٹھہراتے ہیں اور یہ بالکل صحیح ہے جس لڑکے کو بننے سنورنے کا شوق ہو اسکے حالات کی تفتیش کرنے کی ضرورت نہیں مطلق زینت اسکی بدوضعی کا کافی ثبوت ہے۔ وضعدار شرفا لڑکوں کو بال نہیں رکھنے دیتے اور انکے لباس میں بھی اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ خود بینی کا محرک نہ ہو ۔ [4] اُنکی عمر دراز ہو اور خدا اُسکو تحصیل علم کے لئے پورا شوق روزی کرے۔ ضمیر غائب سے مراد مخاطب ہے ۱۲

خدا کا شکر ہے میں اچھا ہوں۔ وہی وحشت تنہائی۔ وہی دل برداشتگی۔ تمہاری چھٹی
ریڈ صاحب کے پاس پہونچی میں نے دیکھی نہیں مگر صاحب سے سنی۔ صاحب نے پھر میری بدلی کی
رپورٹ کی ہے۔ مجھ سے پوچھا تھا کہ تجھ کو کیا منظور ہے میں نے جواب دیا بندوبست سے ملول[1] ہوں اضلاع
شرقی سے متنفر۔ خزانے سے ہارے ہے۔ صاحب نے دو برس کی رخصت لی۔ اُن کی بہن مارچ میں
جائیں گی اور وہ خود جولائی یا اگست میں۔ غالب ہے کہ اس سے پہلے میری بدلی ہوجائیگی۔
جہاں کہیں فی علم اللہ میرے حق میں اصلح ہو خداوند تعالیٰ اُس کے اسباب مہیا کرے۔ میں نے
علی گڈھ کا تذکرہ کیا ہے۔ زاں بعد آگرہ کا۔ بدلی کی وجہ سے صاحب نے مجھ سے کہا کہ
رخصت کا لینا ملتوی رکھو۔ اگر علی گڈھ مثلاً جانا ہو تو رخصت کی خواہش عبث ہے۔
تم نے صرف و نحو فارسی میں پڑھا کہ زبان فارسی میں ذ تو نہیں گذارش نہیں
گزارش چاہیئے۔ نئی مناجات تو ادھر کوئی نہیں کہی وہی ایک پرانی مناجات ہے جسکی
نقل تمہارے پاس بھی ہے اُسی کو پورا کر دیا ہے اور اب وہ یوں ہے۔

اشعارِ مناجات

یہ تمنا ہے ربِ اکرم سے ۔۔۔ غسلِ میت ہو میرا زمزم[2] سے
تبھی ٹھنڈک ہو میرے سینے میں ۔۔۔ خاک ہو جاؤں میں مدینے میں
جا کے ہم سایہ رسول خدا ئے ۔۔۔ زندگی ہو مری جو موت آجائے
اور کچھ چارۂ گناہ نہیں ۔۔۔ آپ کے در سوا پناہ نہیں

---

[1] اکتایا ہوا [2] گریزاں [3] یہ والسنت خدا لئے [4] کہ زیادہ مصلحت مفید تر [5] مکہ معظمہ کا مشہور کنواں جس کا
پانی حاجی لوگ بطور تبرک شیشوں میں بھر کر لاتے ہیں۔

آپ سے گر نہ التجا لاؤں — پھر کدھر جاؤں اور کہاں جاؤں
یہی ماویٰ ہے اور یہی مامن — میرے دو ہاتھ آپ کا دامن
کون پرساں ہے مجھ سے ناکس کا — کس کو طوفاں ہیں پاس ہو خس کا
اور خس بھی خسیس[۱] ناقابل — بے ہنر ہیچ کارہ لاحاصل !
عار آبائے اولیں ہوں میں — داغ پیشانی زمیں ہوں میں
کیا کروں لے کے قلب فاسد[۲] کو — کون لے گا متاع کاسد[۳] کو
دل ہے یا معصیت کا پشتارہ — ایک پونجی ہے وہ بھی ناکارہ
گر تری مہر کی نظر ہو جائے — یہ خزف[۴] رو کش[۵] گہر ہو جائے
تم اگر چشم لطف وا کر دو — مس[۶] کو چاہو تو کیمیا کر دو
حق نے بخشی ہے تم کو وہ تاثیر — خاک چھو جائے تم سے ہو اکسیر
آہن تیرہ وہ جلا پا جائے — آفتاب اس کے سامنے شرمائے
تم بچا لو عذاب آتش سے — سخت عاجز ہوں نفس سرکش سے
بد بلا ہے یہ نفس امارہ[۷] — اس نے مجھ کو ہلاک کر مارا
یا رسول الالٰہ خذ بیدی[۸] — ما لعجزی سواک مستندی
یا لمن اشکلت مصیبتہٗ — واحاطت بہ خطیئتہٗ

---

۱ ذلیل وحقیر ۲ بے سود ۳ کھوٹی پونجی ۴ پوتھ ۵ مقابل ۶ تانبا [illegible] جس دل سے وسوسے پیدا ہوتے ہیں اور بدی کا محرک ہوتا ہے ۸ اے خدا کے بھیجے میری دستگیری کر کہ میری ناتوانی مجبوری کے سبب کوئی تیرے سوا تکیہ گاہ نہیں رہا ہے، وہ جس کی مصیبت کٹھن ہو اور جس کو گناہ نے گھیر لیا ہو۔

کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا — اور بے چُپ بھی رہا نہیں جاتا
کب تلک حُبِّ جاہ و مال و منال — کب تلک پائے بستِ اہل و عیال[1]
ہیں سدا فکر میں ہوں اُن[2] سب کے — اور یہ سب اپنے مطلب کے
دیں پہ رکھتا نہیں مقدم ہوں — میں ہوں یا ہیزم جہنّم ہوں
ہو اسی طرح گر حیات تمام — اے بدا آخر اے بد انجام
از برائے خدا رسول جلیل — مجھ پہ طاری ہو حالت تبتیل[3]
رخِ دل ہر طرف سے موڑوں[4] میں — رشتۂ الفت کا سب سے توڑوں میں
اپنی ہستی سے میں گزر جاؤں — یعنی مرنے سے پہلے[5] مر جاؤں
تیری خدمت میں شافعِ امّت — ق — عرضِ حاجت کی کچھ نہیں حاجت
قرب میں چاہتا ہوں حضرت کا — میں نہیں خواستگار جنّت کا
حور و غلماں مجھے نہیں درکار — آرزو مند اُن کے ہوں ابرار
میں کہاں اور کہاں ہوائے[6] بہشت — تا نہ گئے زیبدم بہ طلعتِ زشت
میں نے کیا پائے سارے حور و قصور — اتنا کہدیجیے معاف قصور
تم کو سب اختیار حاصل ہے — آپ کو سہل مجھ کو مشکل ہے!
میں ہوں مسموم آپ ہیں تریاق[7] — قابلیت نہ کوئی استحقاق!
ہاں مگر مجھ غریب پر بادشاہ — رحم فرماؤ حسبۃً للہ!
رحم کیجیے کہ آپ[8] رحمت ہیں — آپ پشت و پناہِ امّت ہیں

---

[1] یعنی اہل و عیال کے [2] انابۃ الی اللہ یعنی ہر طرف سے دل کا ملول ہو کر ایک خدا کی لَو لگی رہنا [3] اشارہ ہے مقام موتوا قبل ان تموتوا کی طرف [4] آرزو [5] زہر خوردہ [6] زہر کا توڑ [7] برائے خدا [8] اشارہ ہے قرآن کی طرف وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ یعنی ہم نے تم کو صرف اس غرض سے بھیجا کہ اہل جہاں پر رحمت ہو۔

گو بُرا ہوں بُرے سے بدتر ہوں — آپ کا اُمتی مقرر ہوں
نیک بندے بھی کُل نہیں ہوتے — خار ہم دوشِ گُل نہیں ہوتے
مجھ کو کامل وثوق ہے تم پر — تم سے خق نے کہا ہے لا تنہر[1]
رحمت[2] حیلہ جو کی ہیں گھاتیں — ہم سمجھتے ہیں پھیر کی باتیں
یہ بھی[3] تھی اک طرح کی بے صبری — ق — ورنہ میں ہوں عقیدۃً جبری[4]
دے[5] کے کچھ اختیار تھوڑا سا — کیا یہ اٹکا دیا ہے روڑا سا
جب[6] کہ دل ہی نہیں ہے قابو کا — لگے اِس اختیار کو ہُوکا!
عقل سے کر کے میرا مُنہ کالا — کس مصیبت میں مجھ کو لا ڈالا
جانتے تھے کہ ہوں ظلوم و جہول[7] — پھر امانت[8] کا سونپنا معقول
بائے[9] گنجے نے ناخنِ حکاک — کر لیا سر کھجا کھجا کا واک
نہ گلہ ہے نہ کچھ شکایت ہے — اپنے حالات کی حکایت ہے

---

[1] آیۃ کا ٹکڑا ہے پوری آیت یوں ہے واما السائل فلا تنہر۔ یعنی سوال کرنے والے کو جھڑک مت یعنی سائل کی دل جوئی لازم ہے نہ زجر و توبیخ [2] یعنی خدا کی رحمت جو بندوں کی بخشائش کیلئے بہانہ ڈھونڈتی ہے یہ اُسکی گھاتیں ہیں کہ آپ کو رحمۃ للعالمین بنایا اور پھر آپ سے فرمایا کہ سائل کو مت جھڑک۔ اسکے یہ معنی کہ خدا نے سب بندوں کو مغفرت کا امیدوار کیا [3] یعنی میں نے جو اپنی اس قدر بے قراری ظاہر کی یہ ایک بے صبری کی بات تھی کیوں کہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ انسان مجبور ہے اور ہوتا وہی ہے جو خدا کو منظور ہے [4] جبری ایک فرقہ ہے جو قائل ہے کہ انسان مجبور محض ہے۔ مذہب اہل سنۃ والجماعۃ بین الجبر والقدر ہے [5] یعنی آدمی کو پورا نہیں بلکہ تھوڑا سا اختیار دیکر یہ کیا جاتی گاڑی میں روڑا سا اٹکا دیا ہے [6] یعنی جب دل پر اختیار نہ ہو تو ایسے اختیار کو بیکر کیا آگ لگانی ہے [7] اشارہ ہے آیۃ انا عرضنا الامانۃ کی طرف جسمیں حمل امانت پر انسان کو ظلوم اور جہول کا خطاب عطا ہوا ہے [8] امانت سے مراد عقل ہے جو نیک و بد میں امتیاز کرتی ہے اور اس وجہ سے انسان مکلف ہوا [9] یعنی گنجے کو ناخن دیئے اُس نے کھجا کھجا کر سر میں گڑھے ڈال لئے تو اسکا کیا قصور کیوں کہ اس کو کھجلی نے کھجانے پر مجبور کیا۔

میں کہاں سے کہاں کو جا نکلا — توبہ توبہ یہ مُنہ سے کیا نِکلا
نفس کی یہ بھی اِک خدلعیت[1] ہے — ق — خارج از شیوۂ شریعت ہے
ڈھونڈھنا اپنے واسطے حیلے — دوڑنا کوئی میرا مُنہ کیلیے
وہ مثل ہے کہ ایک تو چوری — اور پھر اُس کے ساتھ سرزوری
گرچہ بندہ ہے سخت بیچارہ — نہیں بے اعتراف[2] کے چارہ
اُس کے الطاف بے نہایت ہیں — ہم ہی سرکش بہ حدِّ غایت ہیں
آپ کی شرع میں نے توڑی ہے — جو سزا کیجئے سو تھوڑی ہے
میری عادت ہے ناسزا کردن — شوق سے مجھ کو ماریئے گردن
کیا کہوں بار بار کیا کہنا — مجھ کو اعمال سے نہیں لہنا[3]
جملہ سامان یاس و غم کا ہے — صرف اک آسرا کرم کا ہے
یہ ضلالت[4] ہے یا ہدایت ہے — بے سبب تکیہ بر عنایت ہے
ہو نہ[5] ہو اس طرح کی ستّاری[6] — ہے نبا شبیر[7] صبح[8] غفاری
صرف اتنا ہی عرض کرتا ہوں — زیادہ ابرام[9] سے بھی ڈرتا ہوں
مخلصی بخشئے خرابی سے — کہیں[10] کہہ دیجئے شتابی سے
ہم نے کی سب معاف بے ادبی — سبقت رحمتی علی غضبی

---

[1] فریب [2] اقرار [3] یعنی اعمال سے فائدہ اُٹھانا میری قسمت میں نہیں [4] یعنی ضلالت یا ہدایت جو چاہے سو ہو۔ [5] بے سبب مجکو عنایت پر بھروسا ہے [6] مطلب یہ کہ اس طرح کی پردہ پوشی کہ بندے گناہ کرتے ہیں اور اُن کا پردہ فاش نہیں ہوتا خواہی نخواہی صبح مغفرت کے طلوع کے آثار ہیں اور انجام کار مغفرت ہوگی [7] سپیدہ صبح اول سحر [8] لگ لپٹ کر مانگنا [9] اسکا مقولہ آخر کا شعر ہے [10] میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے یہ ایک قول مشہور ہے خدا کی وسیع الرحمتی کے بیان میں اُسی کی زبان سے۔

خط ۴

اسی وقت تمہارا خط مقامِ سکندر پور[1] خاص میں پہونچا۔ اس میں شک نہیں کہ ابھی تمہارا دل نہیں لگتا ہوگا اور فی الواقع مدرسے کے انتظام کو کوئی شائق[2] آدمی کبھی پسند نہیں کرسکتا۔ لیکن میں نے تم سے بار بار کہا ہے اور پھر کہتا ہوں کہ تم مدرسے میں صرف اس غرض کے واسطے داخل ہوئے ہو کہ انگریزی زبان میں ترقی کرو۔ اگر تم مدرسہ کی پڑھائی پر بس کروگے تو بالکل وقت ضائع جائیگا۔ تم باہر اپنا انتظام کرلو۔ اپنے سے بہتر ماسٹر ہو یا طالب العلم اس سے مدد لو۔ برخوردار منت[3] اور خوش آمد سے دنیا کا کام چلتا ہے۔ اب تم کو معلوم ہوگا کہ دنیا میں بہت تھوڑے آدمی ہیں جن کو تم اپنا دلی خیر خواہ کہہ سکو۔ جو بے انتظامی دہلی کالج میں ہے وہی اور ویسی ہی دنیا کے سب کالجوں میں ہے اور میں جانتا ہوں کہ علی گڈھ کالج بھی اس سے صاف نہیں ہوگا۔ پڑھائی کم تعطیلیں زیادہ۔ اُستاد نامہربان، ہم سبق شیطان[4]، تم نے مجھ کو ابھی تک اطلاع نہیں کی کہ تم نے کس سے جدید اور مفید تعارف پیدا کیا اور اپنے رات دن کے اوقات کا کیا انتظام قرار دیا۔ باہر کی تحصیل جاری کرو کہ تمہارا دل لگے، ایک دن کا بیکار رہنا طالبِ علم کے حق میں زہر ہے۔ پھر دل کچھ ایسا اچاٹ ہو جاتا ہے کہ مہینوں طبیعت قابو میں نہیں آتی سیر، بازار، اور تماشائے عجائب خانہ وغیرہ کو اپنے اوپر قطعی حرام کرو ورنہ تم کو آخر کار بہت افسوس کرنا پڑیگا۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ اس خط کے پہونچنے تک تمہارا صندوق بھی پہونچ جائیگا اور جب تمہارا سب سامان درست ہوجائیگا اور باہر کے سبق مقرر کرلوگے اور وقت بٹ

---

[1] ضلع اعظم گڈھ میں ایک مشہور قصبہ ہے [2] لغت شائق اُسکو کہتے ہیں جس کا کسی کو شوق ہو۔ لیکن استعمال فارسی و اُردو میں شوق والوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہاں علم کا شائق مراد ہے [3] منت اور خوش آمد مترادف لفظ بولے جاتے ہیں [4] شریر۔

جائے گا تو کوئی وجہ گھبرانے کی نہ ہوگی۔

میں جائز نہیں رکھتا کہ تم پرنس آف ویلز[1] کے دیکھنے کو لوگوں کے ہجوم میں گھسو۔ ہم غریب آدمیوں کو شاہزادوں سے کیا نسبت؟ اور ہمیشہ دیکھا ہے کہ لوگ دور سے دیکھکر اکثر کسی صاحب کو شاہزادہ فرض کرکے خوش ہو بیٹھتے ہیں اور بالفرض اگر واقعی شاہزادے کو بھی دیکھا تو اس سے فائدہ؟

میرا حال یہ ہے کہ ایک لمحہ طبیعت نہیں لگتی لکھنے پڑھنے کو جی نہیں چاہتا اکیلا اداس بیٹھا رہتا ہوں اور حیران ہوں کہ اس طرح کی زندگی کیونکر اور کب تک بسر ہوگی۔ خدا کے لیے میرے اس حال پر رحم کرو یعنی جس غرض سے میں نے اس مصیبت کو اپنے اوپر گوارا کیا ہے اُس مطلب کو فوت مت کرو۔ پڑھو اور محنت کرو اور دُنیا میں نام و نمود پیدا کرو۔

۱۱ جنوری سنہ ۱۸۷۶ء شنبہ۔

خط ۵

تھیکر سپنک اینڈ کو[2] کی چٹھی جو میں نے تمہارے پاس بھیج دی تھی اُسکو نکال کر دیکھو اور محاورات کو یاد رکھو۔ مجھ کو جیسی کچھ ٹوٹی پھوٹی انگریزی آتی ہے اسی تدبیر سے آئی ہے اخبار اور چٹھی اور کتاب میں جو مضمون دیکھنا اُس کے محاورات اور طرز ادا کو خیال کر لینا اور یہی عمدہ تدبیر زبان دانی کی ہے۔ زبان کا جاننا اس پر موقوف ہے کہ اہل زبان کی تحریر و تقریر کی تقلید کی جائے یہی حال ہر زبان کا ہے کچھ انگریزی پر موقوف نہیں لیکن انگریزی کے واسطے اس قدر سہولت ہے کہ اُسکے اہل زبان یعنی انگریز ہم کلامی کے لئے مل سکتے ہیں بہ خلاف

---

[1] شہزادہ ولیعہد انگلستان [2] کلکتہ کی تھیکر کمپنی جس کی کتابوں کی ایک عالی شان کوٹھی ہے۔ انگریزی فارسی۔ عربی۔ ہندی۔ بنگالی۔ تعلیمی۔ غیر تعلیمی سب طرح کی کتابیں رہتی ہیں۔

عرب اور عجم گئے۔

تم مجھ کو انگریزی خط لکھا کرو۔ مگر بالالتزام اُس میں کسی سے اصلاح لے کر بھیجا کرو۔ کوئی خاص بات راز کی ہو تو اُس کو البتہ عبارت اصلاحی سے خارج رکھو۔ میں نے تم سے یہ بھی کہا تھا کہ عربی عبارت کی شرح بھی کبھی کبھی لکھ بھیجا کرو تاکہ مجھ کو معلوم ہو کہ تم کچھ کرتے ہو۔ مجھ کو اُمید ہے کہ تم نے منطق کیلئے انتظام مناسب کر لیا ہوگا۔ بشیر۔ یہ بات میں تمہارے ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں کہ جس مشغلے میں تم ہو یعنی طلبِ علم وہ ایک بہت بڑا مشکل کام اور یوماً فیوماً[1] مشکل ہوتا جاتا ہے۔ اس مشغلے میں کامیابی حاصل کرنے کی یہی ایک تدبیر ہے کہ آدمی صبر و استقلال کے ساتھ متوکلاً[2] علی اللہ محنت کا سلسلہ جاری رکھے۔ یاد داشت ایک شرط ضروری ہے جس سے تم گرامر پڑھا کرتے تھے فیل ہو گیا۔ تم کو معلوم ہے کہ وہ کیسی اچھی استعداد کا آدمی تھا اور کتنا محنتی اور جفاکش اور کس قدر شوق رکھتا تھا جب ایسے آدمی کا یہ حال ہو تو وائے برحال اُن کے جو بے پروائی سے پڑھیں اور جو پڑھیں اُسکو بھلا دیں۔ میں نے سنا ہے کہ اُس پر ناکامی کا اس قدر صدمہ ہوا کہ وہ بہت بیمار ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ وہ بڑا غیور[5] ہے اور ایک مرتبہ پھر پیش[6] ہوگا۔ بشیر۔ اگر تم کو مدرسے آنے جانے میں تکلیف ہوتی ہو تو صاف کہدو میں تمہارے واسطے سواری کا انتظام کردوں۔ بشیر۔ قسم ہے خدا کی مجکو تمہاری آسائش جائز میں روپیہ خرچ کرنا ہرگز بار نہیں۔ تم مجھ پر جیسی سخت فرمائش چاہو کر دیکھو انشاء اللہ میں اس کو فی الفور بجالاؤنگا۔ اُس کے عوض تم میری صرف ایک فرمائش پوری کردو، وہ یہ کہ پڑھو اور لیاقت پیدا کرو

---

[1] روز بروز [2] خدا پر بھروسہ کر کے [3] امتحان میں گر گیا [4] ناکام رہا [5] غیرت مند [6] مجلسِ امتحان میں حاضر ہوگا۔

خدا تم پر دین و دنیا کی برکات[1] متکاثرات نازل کرے۔ میں تم کو بار بار لکھ چکا ہوں کہ ہر زبان کی صرف و نحو بڑی اور مفید چیز ہے۔ اس پر زیادہ توجہ کرو حساب کی کتاب جو تم پڑھتے ہو اُس کی عبارت بھی سبقاً سبقاً پڑھنی چاہئیے۔ تم اعمال مشق کرتے ہو اور مطالب کتاب سے مطلق بے خبر۔ ۱۷ فروری ۱۸۷۶ء

خط ۶

ہر انگریزی تلفظ کی تصحیح پر تم کو خود توجہ ہوگی اور اس میں شک نہیں کہ جس قدر تم نے مجھ سے پڑھا ہے وہ قابلِ اطمینان نہیں لیکن تم ہی نے مجھ سے یہ بھی کہا ہو کہ تلفظ میں چنداں اختلافات نہیں نکلتے تاہم جب تک سبق ہو یا جب تک تمہارے ماسٹر گفت و گو کریں اُن کے الفاظ کو کامل غور کے ساتھ سنتے رہو اور خوب خیال رکھو کہ کس لفظ کو کیونکر ادا کیا۔ انگریزی میں ایکسنٹ بھی ایک بڑی ضروری چیز ہے جس کی طرف ابھی تک تم نے مطلق توجہ نہیں کی۔ اس کے معنی ہیں زور دینا، دباؤ ڈالنا مثلاً لبرٹی ایک لفظ ہو اُسمیں آ پر زور ہے۔ اُسی کو پکار کر اور مخاطب کو سُنا کر اور زور دے کر بولنا ہوتا ہے۔ اسی طرح کل الفاظِ مرکب میں کسی حرف پر ایکسنٹ ضرور ہوتا ہے۔

مخارج حروف میں شاید چنداں دشواری نہیں۔ صرف سی۔ ٹی۔ ایس۔ آر۔ چار حروف قابل لحاظ ہیں۔ سی جب کاف کی آواز دیتی ہے تو اس میں ہائے ہوز کا اشمام کرتے ہیں یعنی اس طرح بولتے ہیں کہ ہ کی بو پائی جائے۔ کنٹری کو کہتے ہیں کھنٹری لیکن وہ ہ محض خفیف ہوتی ہے۔ اگر صاف ہ لگائی جائے تو غلط۔ یاد رکھو کہ کے اور سی میں فقط

---

[1] بہت زیادہ برکتیں [2] شیخ عبدالرحیم دہری نے فرہنگ دبستان میں اس کو ضرب سے تعبیر کیا ہے [3] جود و سخا [4] ملک۔

اسی اشمام کا فرق ہے۔ گے ہیں ہ کا اشمام ناروا ہے۔ ٹی کا حال اشمام ہائے ہوز میں سی کا سا ہے۔ ٹائم[۱] کو ٹھائم بولیں گے مگر وہی ہائے خفیف لگا کر۔ ایس کو یا تو کبھی کھلی ز کی طرح بولا جاتا ہے جیسے بوائز[۲] اور کبھی س۔ لیکن انگریز س کو اس طرح نکالتے ہیں کہ ش کی بو پائی جائے بلکہ وہ ایس جو ز بولا جاتا ہے وہ بھی اس اشمام ش سے خالی نہیں ہوتا۔ افسوس کہ اس بات کو تحریر میں ادا نہیں کر سکتا لیکن میں نے انگریزوں کو سنا ہے کہ سَم[۳] کو صاف س سے نہیں بولتے۔ بلکہ ش ملا دیتے ہیں۔ تم بطور خود اس پر لحاظ کر لو۔ آر کا عجب حال ہے وہ شروع میں ڈبلیو کے قریب ہے۔ ایک مرتبہ انگریزی اخبار میں پرنس آف ویلز کی نسبت لکھا تھا کہ لفظ رائل[۴] ان کی زبان سے وائل نکلتا ہے۔ جو آر۔ بیچ میں یا اخیر میں ہو تو صرف ایک حرکت ظاہر کی جاتی ہے اور بس مثلاً فرسٹ[۵] کو انگریز لوگ فرسٹ نہیں کہتے بلکہ پورے منہ سے فسٹ۔ ہاں اشمام ہائے ہوز میں پی اور کیو کو بھی شامل کرنا چاہیئے۔ پرنس کو انگریز پھرنس[۶] کہیں گے اور کو ارل[۷] کو کھوارل۔ ڈی کو فصیح انگریز سختی کے ساتھ ادا نہیں کرتے بلکہ ڈ کے قریب قریب رکھتے ہیں اور شاید اس میں بھی ہائے ہوز کا اشمام کرتے ہوں۔ اس وجہ سے ڈ کے قریب معلوم ہوتی ہے۔

ٹی ایچ ایک عجیب حرف ہے وہ د اور ز کے بین بین ہے۔ وی میں جو ضغطہ ہے اس پر لحاظ رکھو۔ اس کو ہونٹ اور دانت کی مدد سے ادا کرتے ہیں ہندوستانی ڈبلیو اور وی میں کچھ فرق نہیں کرتے یہ فاحش غلطی ہے۔ اس کو خوب توجہ سے پڑھ کر سمجھنا اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر تم چاہو تو مجھ سے بذریعہ تحریر کسی قدر فائدہ حاصل کر سکتے ہو۔ تمہارے خطوط جن میں علمی مطالب ہوں میں بہت خوشی سے پڑھوں گا۔

---

۱ وقت ۲ لڑکے ۳ بعض ۴ شاہانہ ۵ اوّل ۶ شہزادہ ۷ جھگڑا۔

آج مجھ سے پھر کوئی تذکرہ کرتا تھا مشن[1] اسکول اعظم گڈھ سے شاید کلہم دو لڑکے امتحان انٹرنس
دینے گئے تھے۔ لٹریچر میں سب بہت اچھے تھے اس واسطے کہ پادری صاحب نے اُس پر بڑا زور دیا تھا مگر
سائنس یعنی علوم ریاضی ہندوستانی ماسٹروں کو سپرد تھے اُسی میں وغیرہ برے نکلے اور
ناکام رہے۔ اِس میں شک نہیں کہ اگرچہ انسان کی طبیعت خاص فن سے زیادہ مناسبت رکھتی
ہے لیکن امتحان[2] پاس کرنے کو ضروری ہے کہ جس قدر چیزیں شرط ہیں سب میں جواب شافی دیا جائے۔
بشیر اتم ابھی سے ہر چیز پر توجہ رکھو اگرچہ کوئی خاص چیز خلاف طبیعت ہو لیکن امتحان کی
ضرورت سے چار و ناچار سب چیزوں کو دیکھنا چاہیئے اِس واسطے کہ جب نمبر
ہر سبجکٹ[3] میں ایک حدِ معین تک پہنچتا ہے تب آدمی پاس ہوتا ہے۔ والدعا
۱۸ فروری ۱۹۱۷ء۔

خط ۷

تلفظ کے اعتبار سے تو تمہاری انگریزی اُسی وقت صحیح و مستند ہوتی کہ تم کو چھ برس
کی عمر سے مدرسے میں انگریزی شروع کرائی گئی ہوتی۔ مشہور بات ہے اور ٹھیک بھی ہے
کہ بڑے ہو کر زبان موٹی ہو جاتی ہے اور آسانی کے ساتھ مخارج حروف پر نہیں
لوٹتی۔ غرض تصحیح تلفظ انگریزی متقاضی تھی کہ تم کو شروع سے مدرسے میں داخل کیا
جاتا۔ مگر وہ وقت تھا تمہارے کیرکٹر (چال چلن) کے فارمیشن (بننے)
کا یعنی تمہارے دل میں آئندہ کے چال چلن کی بنیاد دھری جا رہی تھی اور
بچوں کی زندگی میں یہی وقت زیادہ نگرانی چاہتا ہے اور یہی ضروری نہایت ضروری
چیز ہے۔ جس سے مدارس میں بالکل غفلت کی جاتی ہے۔ میں نے تم کو اپنے پاس رکھکر

---

[1] پادریوں کا مدرسہ [2] امتحان میں کامل عیار نکلنا [3] مضمون۔

تمہاری انگریزی کو بگڑنے دیا مگر فی زعمی[1] تمہارے کیرکٹر کو سنبھالا۔ اگر مجھکو اپنی انگریزی پر وثوق[2] ہوتا تو میں تم کو تمام عمر کسی مدرسے کی صورت بھی نہ دیکھنے دیتا۔ پر کیا کروں میں انگریزی کا کلانوت[3] نہیں ہوں عطائی ہوں۔ از بسکہ ہنوز نو عمری ہے اور کیرکٹر راسخ[4] نہیں ہے۔ تمہارے چال چلن کی طرف سے ہمیشہ خائف ہوں۔ اگر تم نے اس کو بگڑنے دیا جس کے محاحل[5] اور کھاں[6] مدرسے میں بہ کثرت ہیں تو یاد رکھو انگریزی سیکھنا کیا اگر خدانخواستہ انگریز بھی ہو جاؤ تو دنیا میں کامیابی نہیں ہوگی نہیں ہوگی۔

خط ۸

تمہارے خط نے جو بعد الاصلاح ملفوف ہے مجھ کو سخت رنج پہونچایا۔ میں نے تم کو انگریزی کی طمع سے جدا کیا، سو میں دیکھتا ہوں کہ انگریزی عربی دونوں جاتا چاہتی ہیں۔ عربی تو یقیناً جا چکی۔ رہی انگریزی، سو میں پاتا ہوں کہ ایسی مکروہ غلطیاں تمہاری چٹھی میں ہیں کہ تنزل استعداد اُس سے ظاہر ہے۔ تمہاری انگریزی اب ایسی ہونی چاہیئے کہ میں اُس میں کوئی غلطی گرفت نہ کر سکوں اسواسطے کہ میں انگریزی داں نہیں ہوں نہ مجھ کو انگریزی کا شوق نہ خدا کے فضل سے انگریزی کی ضرورت۔ لیکن جب ایسی فاش غلطیاں دیکھوں تو کیونکر صبر کروں۔ تمہارا یہی حال رہا تو میری برسوں کی محنت دہلی میں ضائع کر دوگے میں نے تم سے بار بار کہا کہ خطوط کی اصلاح ضرور ہے۔ کسی کو دکھا لیا کرو اور جو اصلاح دے اس کو خیال رکھو۔ تم نے ایسی خودرائی اختیار کی ہے کہ تم کو میرے کہنے کی مطلق پروا نہیں ہوتی

---

[1] اپنے پندار میں [2] اعتماد [3] جو لوگ علم موسیقی کو باقاعدہ سیکھتے ہیں کلانوت کہلاتے ہیں یعنی پکا مستند باقاعدہ راگ گانیوالے اور عطائی نقال لے بھگو سُنی سنائی کوئی لے اُڑائی اور الاپنے لگے [4] ٹھیرا ہوا جما ہوا مستحکم [5] محل۔ احتمال [6] محل ظن۔

اگر یہی انگریزی ہے جو تم نے لکھی تو لعنت بریہیچ میں نے صرف موٹی موٹی غلطیاں گرفت کیں۔ اگر عبارت کی عمدگی اور محاورات پر نظر کرتا تو ایک حرف باقی نہ رہتا۔ بے شک تمہارے ایسے خطوط سے مجھ کو اندازہ ملا کرے گا کہ تم کیا کرتے ہو۔ تم کو دہلی میں منطقی نہیں ملتے تو کیا اب اتنے بڑے شہر میں کوئی اتنا نہیں کہ تم کو انگریزی میں اصلاح دے دیا کرے؟ مگر تم سمجھتے ہو کہ دہلی اعظم گڈھ ہے اور تمہارا باپ وہاں کا بھی حاکم ہے۔ اگر تمہارا یہی حال ہے تو دہلی رہنا تمہارے حق میں زبوں ہے میں اس کالج سے باز آیا۔ بلا سے انگریزی میرے یہاں عمدہ نہیں عربی تو ہے۔ خط اصلاحی کو حسب عادت عجلت سے مت پڑھو بلکہ بغور۔ غالب ہے کہ سوالات عربی کا جواب تم خوب سمجھ کر دو گے۔ ۲۰ فروری ۱۸۷۶ء تحصیل نگرا۔

سوالات عربی کا جواب

قَالَتْ مَا عَلِمْتَ اِنَّ الْاَرْوَاحَ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَۃٌ (ما موصولۃ ای الارواح التی) تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاکَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ یہ حدیث کی عبارت ہے یاد پڑتا ہے کہ شاید صحیح بخاری شریف میں نظر پڑی۔ معنی یہ ہیں کہ تجھ کو معلوم نہیں روحیں فوجیں ہیں جمع کی گئی یعنی عالم ارواح میں روحوں کے گروہ کے گروہ اکھٹے ہیں۔ اُن میں سے جو متعارف یک دگر ہیں یعنی جن روحوں میں اس عالم ارواح کا تعارف ہے اور ایک دوسرے کی شناسا ہیں وہ اس دنیا میں بھی ایک دوسرے سے انس و اُلفت کرتی ہیں اور جو روحیں بیگانہ اور اجنبی اور ناآشنا ہیں وہ یہاں بھی باخود ہا اختلاف رکھتی ہیں اور اُن میں برابر بگاڑ

۱۔ ایسی بیہودہ انگریزی پر خدا کی پھٹکار ۲۔ ایک خط تو یہ اور دوسرا خط ۸ ہے دونوں میں مولوی نذیر احمد صاحب کی تعلیم کا نمونہ موجود ہے کہ کیسی تحقیقات سے بیٹے کو پڑھاتے اور اس کا پڑھنا چاہتے تھے حقیقتہً میں اگر اس کاوش کے ساتھ ایک کتاب بھی پوری نکل جائے تو کافی ہے۔

رہتا ہی حاصل مطلب یہ کہ دنیا میں جو ملاپ اور بگاڑ اور موافقت اور مخالفت ہی وہ اثر اور نتیجہ ہے روحی اُنس ونفرت کا۔ مَاتُقَصِّرُ تُرِيْدُ اَنْ تَاخُذَ مِنِّيْ مَرَّتَيْنِ۔ ماتقصر صیغہ واحد مذکر حاضر مصدر تقصیر بہ معنی کوتاہی کردن مصدر مجرّد قصور یعنی تو اُس میں کمی و کوتاہی نہیں کرتا تیرا ارادہ یہ ہے کہ مجھ سے دو مرتبہ یعنی دوبارہ لے۔

اَیناب جمع ناب بمعنی دندانِ تشریعی کچلی۔ عربی میں دانتوں کے چار نام ہیں اوپر اور تلے کے اگلے دو دانت ثنایا۔ اس کا مفرد ثنیۃٌ۔ ثنایا کے پہلو میں دونوں طرف اوپر تلے کے چار رباعیات۔ پھر ان کے پہلو میں اَیناب پھر اضراس جمع ضرس یعنی داڑھ۔

حَقَنَ دَمًا مُهْدُوْرًا۔ حقن مصدر مجرّد کے معنی ہیں باز داشتن خون از ریختن اور ہدر کے معنی ہیں خون ریختن پس لفظی معنی حقن دماً مہدوراً کے یہ ہیں کہ بچایا خون کو جو بہایا گیا تھا۔ اور مرادی معنی یہ ہیں کہ جاتی ہوئی جان بچائی یعنی اگر وہ نہ بچاتا تو جان تلف ہو جاتی اور ضائع جاتی اور خون گرایا جا چکتا۔

خط ۹

یہ چھٹی تمہاری پہلی چھٹی سے بہتر ہے۔ اس میں بھی تم نے اصلاح نہیں لی اور لکھنے کے بعد نظر ثانی بھی نہیں کی۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ تم کچھ جملوں کے یاد کرنے پر متوجہ ہوئے۔ پس زبان دانی کی یہی تدبیر ہے۔ تم صلوں اور روابط میں اکثر غلطی کرتے ہو۔ اردو میں کہتے ہیں میں نے اُس سے کہا عربی میں قُلْتُ لَہٗ۔ انگریزی میں آئی ٹولڈ ہم یا آئی سیڈ ٹو ہم دیکھو کتنے اختلافات ہیں روابط پر بہت خیال رکھو کہ کس فعل کے ساتھ ٹو[1] یا آوف یا فار یا فرام یا کیا صلہ لاتے ہیں۔ یاد کرنے کو واقع میں نظم عمدہ چیز ہے لیکن یاد بھی ایسی کہ جب

---

[1] تک۔ کا۔ سے۔ لیے۔

کسی نفظ پڑتو کا جھٹ سندھ پڑھ دی۔ روابط تھوڑے ہیں مگر درٹ بہت۔ لیکن خیال رکھو گے تو رفتہ رفتہ ذہن پر چڑھ جائیں گے۔ گرامر تمہاری بہت خام ہے۔ چاہیے مدرسے میں تاکید ہو یا نہ ہو اُس کو درست کرو ورنہ بے گرامر زبان کا آنا معلوم۔ اپنے تئیں میرے اوپر قیاس مت کرو۔ برخوردار من! میں نے اتنا بھی بے مدد اُستاد کیا تو بہت کیا اور بہتو بات کی ایک بات تو حاجت ہی۔ مجھ کو اب کیا ضرورت ہی کہ اپنا سر خالی کروں۔ لیکن اگر آج مجھ کو کوئی یقین کرا دے کہ بی۔ اے کا درجہ حاصل کرنے سے میری تنخواہ چھ سو ہو جائے گی تو خیر اب بھی امتحان دینے کو موجود ہوں۔

دہلی میں تمہارے لکھنے کا سامان درست نہیں۔ ہندوستانی روشنائی سے انگریزی کو ٹر خاتے ہو خط بگڑتا ہے۔ خوش خطی بھی عجب ہنر ہے۔ خواہ مخواہ اچھا خط دل کو بھلا لگتا ہی اگر کالج میں خط کو درست نہ کرو تو خیر بگڑنے دینا بھی عقل کی بات نہیں۔ چندے بنا کر ہاتھ روک کر لکھو۔ پھر تو گھسیٹ بھی اچھی ہو گی۔

اصل میں یہ بڑے تعجب کی بات ہی کہ مولوی نذیر احمد نے کسی استاد سے انگریزی نہیں پڑھی۔ اور ان کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی میں بی۔ اے تک کی ان کی نظروں میں وقعت نہیں تو یہ واقعہ مولوی نذیر احمد کی کمال ذہانت کی دلیل ہے۔ مولوی بشیر الدین احمد بیان کرتے تھے کہ دہلی کالج کے پرنسپل نے بہتیرا چاہا کہ مولوی نذیر احمد انگریزی پڑھیں۔ مگر مولوی نذیر احمد کے والد نے اجازت نہ دی یہاں تک کہ غدر ۱۸۵۷ء کے بعد جب مولوی نذیر احمد الہ آباد میں مدارس کے ڈپٹی انسپکٹر ہوئے تو عبداللہ خاں مرحوم امینِ عدالت کے مکان پر ٹھیرے۔ وہ بڑے جید انگریزی دان تھے۔ انہوں نے مولوی نذیر احمد سے عربی شروع کی اور اسکے معاوضہ میں انگریزی کی ترغیب دی۔ مولوی صاحب اکثر دورے میں رہتے۔ جب صدر مقام الہ آباد کو آتے تو خاں صاحب سے تصحیح الفاظ کر لیتے اور رومن ڈکشنری کی مدد سے خود مطالب استنباط کر لیا کرتے۔ دو برس میں انگریزی اخبار سمجھنے لگے۔

بشیر! افسوس اگر تم نے عربی نہ پڑھی۔ عجیب چیز ہے نرے انگریزی داں جہاں دیکھے بے تمیز اور مبہوت۔ نہ اپنی کہہ سکیں نہ دوسرے کی سمجھیں۔[1]

میں تم کو انگریزی کی اصلاح کے لئے اس لئے تاکید کرتا ہوں کہ تمہاری استعداد کو جلد ترقی ہوگی اور خط لکھنے کے بہانے ایک بڑا کام نکل جائے گا تم مجھے خط لکھنے کا ایک معمول باندھ لو مہینے میں دو خط ایک انگریزی مگر اصلاحی خوشخط نظر ثانی کیا ہوا اور دوسرا عربی۔

بشیر۔ تمہاری کیا رائے ہے تم کو کالج میں زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ یا یہاں میرے پاس زیادہ تھا۔

خط ۱۰

یہ چٹھی بھی اچھی ہے۔ مگر میں نے پھر اصلاح دی مسٹر لو میرے ایک بڑے مہربانِ حال تھے اور اوائل میں میری چٹھیوں میں اصلاح دیا کرتے تھے اب تک اُن کی بعض اصلاحی چٹھیاں میرے پاس ہیں۔ لو صاحب بورڈ کے سکریٹری اور میور صاحب کے داماد تھے۔ اُن کی نصیحت تھی کہ چھوٹے چھوٹے جملے لکھا کرو جن میں کوئی لفظ فضول نہ ہو اور جو لفظ ہو مانوس اور کثیر الاستعمال۔ دیکھو تمہاری چٹھی میں جو لفظ میں نے قلم زد کیے ہیں فضول ہیں کہ بے اُن کے

---

[1] مولوی نذیر احمد صاحب بیٹے کا نرا انگریزی داں ہونا پسند نہیں کرتے اُن کی یہ رائے ہے نرے انگریزی داں بے تمیز اور مبہوت ہوتے ہیں اگر بہ نظر انصاف دیکھا جائے تو فی الواقع ہندوستانی نرا انگریزی داں ہندوستانی سوسائٹی میں بے تمیز اور مبہوت دونوں ہوتا ہے کیونکہ اس نے نہ تو اپنی سوسائٹی کا ادب قاعدہ سیکھا نہ اپنی سوسائٹی کے قاعدے کی اس کے نزدیک کچھ قدر و وقعت ہے۔ وہ اپنی سوسائٹی کی ہر چیز کو حقارت کی آنکھ سے دیکھتا ہے حتیٰ کہ اپنی مادری زبان کی تکمیل اور تہذیب کی طرف بھی اس نے مطلق توجہ نہیں کی اس کو اپنی زبان میں استدلال و مناظرہ کی قدرت نہیں وہ ایک خیال کو بھی اپنی خالص بولی میں ادا نہیں کر سکتا۔ وہ اپنی زبان کو اس طرح پر اٹک اٹک کر اور رُک رُک کر ادا کرتا ہے کہ فصاحت کا کیا مذکور ہے اُس کی گفتگو میں نہ روانی ہے نہ سلاست نہ برجستگی نہ شگفتگی۔ اُس کے سر میں شاید معلومات مفید کے جواہر بھرے ہیں مگر اس کے منہ پر مہر لگی ہے کہ وہی ایک راستہ ان موتیوں کے باہر نکالنے کا ہے (بقیہ بہ صفحہ آئندہ)

بھی کام چل سکتا ہے اصلاح کے لئے ... کے پاس چٹھی لکھنا کیا معنی اصلاح رو در رو ہونی چاہیئے کہ جو لفظ بنایا جائے اُسکی وجہ زبانی پوچھ لو بوسہ بہ پیام[1]۔ اصلاح چٹھی کے لئے تم اپنا کوئی ماسٹر کیوں نہیں تجویز کرتے؟ مجکو ... کی انگریزی میں تامل ہے۔ شاید میری رائے بر سر غلط ہو۔ خاک از تودۂ کلاں بردار[2]۔

بشیر۔ بہت کچھ اپنے واسطے پڑھو لیکن خدا کے لئے عربی میری خاطر سے۔ اگر تم کو زیادہ فرصت نہ ہو تو اتنا کرو کہ مناسبت عربی باقی رہے۔ تھوڑا تھوڑا بھی کرتے رہو گے تو چند روز میں ایک ذخیرہ ہو جائیگا ورق اور صفحہ نہیں تو سطر ایک سطر۔ دن اور گھنٹا نہیں تو منٹ[3] یا سکنڈ۔ مفتاح الادب[4] کو خوب سمجھ کر ابھی سے یاد کر چلو ورنہ وہ تمہارے بس میں آنے والی نہیں۔

خط ۱۱

میاں سبحان[5] بخش

وعلیکم السلام۔ الحمد للہ علی العافیہ مجھ کو امید ہے کہ تم خوش دلی کے ساتھ رہو گے اور اگر تمہاری مدد سے میاں بشیر علم حاصل کریں تو یہ ایک ایسا احسان مجھ پر کرو گے جسکی تلافی سوائے شکر گذاری میرے پاس کچھ نہیں علم شے بہ از جہل شے[6]۔ اگر بہلا بہلا کر بشیر کو فارسی

(بقیہ صفحہ ۳۶) کیا مشکل ہے کہ انگریزی نہ پڑھیں تو ٹکڑوں کو محتاج پڑے پھریں اپنے علوم نہ سیکھیں تو بے تمیز مبہوت سمجھے جائیں اور دونوں کا حوصلہ کریں تو اتنا وقت نہیں۔ فکر معاش عشق بتان یاد رفتگاں: دو دن کی زندگی میں بھلا کوئی کیا کرے۔ غرض انگریزی عملداری میں ہندوستانی بھلے آدمیوں کی مٹی ہی پلید ہے۔ یہ اونٹ کہیں ایک کروٹ بیٹھ بھی چکے۔ (نوٹ صفحہ ہذا) فارسی کا ایک محاورہ ہے یعنی جس طرح بوسہ بہ پیام۔ امکان وقوع نہیں رکھتا اسی طرح اصلاح بدون مواجہ و مشافہ نہیں دی جاسکتی۔ غرض یہ کہ اصلاح غائبانہ مبتدی کے حق میں مفید نہیں۔
[2] مٹی اٹھاؤ تو بڑے ڈھیر سے۔ مراد یہ ہے کہ علم حاصل کرو تو اُستاد کامل سے۔ (باقی بہ صفحہ آئندہ)

تو وہ بھی خالی از منفعت نہیں۔ بشیر کے عادات و اخلاق کی زیادہ نگرانی رکھو کیونکہ دنیا اور دین دونوں کی درستی عادات کی درستی پر موقوف ہے۔

خط ۱۲

بیوی[1] صاحب کو سلام کے بعد معلوم ہو۔ اس خط میں ایک پرچہ ... صاحب کے خط کا ملفوف ہے جس قدر متعلق مطلب تھا اُس کو میں نے سرخی سے قلم زد کر دیا ہے خط کی عبارت فارسی ایسی ہے کہ اُسکو باسانی سمجھو گی۔ .. صاحب اور بیگم صاحب دونوں کو اب تک منظور ہے تم نے بات[2] کو کھٹائی میں ڈال رکھا ہے۔ اگر تم کو دلی میں اچھی جگہ ملتی ہے تو دیر کیوں کر رہی ہو؟ ورنہ باہر تو ... کی بات صاحب مجھ کو بہت پسند ہے۔ اب تم سے کوئی امر مخفی نہیں صورت ہنر عادت وغیرہ جتنے امور قابلِ لحاظ ہیں سب تم کو معلوم ہیں پس صلاح مشورہ کر کے رائے کو یکسو کر چکو۔ مگر یہ بھی سمجھ لو کہ یوں تو رہنا جانا بہ اختیار خدا ہے لیکن بہ نظر ظاہر کوئی امید اس ضلع میں میرے رہنے کی نہیں معلوم ہوتی بہت رہا تو گرمیوں گرمیوں۔

---

[۱] گھنٹہ کا ساٹھواں حصہ منٹ، منٹ کا ساٹھواں حصہ سکنڈ [۲] عربی قواعد صرف و نحو کی ایک کتاب مدارس نے مصرف کی [۳] مولوی نذیر احمد صاحب کانپور ضلع بلہور کے تحصیل دار تھے تو اس شخص کو بشیر الدین احمد کو کھلانے کے لئے نوکر رکھ لیا تھا جبکہ وہ شیر خوار تھے اور یہ شخص بھی سات آٹھ برس کا ہو گا پھر یہ شخص برابر بشیر الدین احمد کی رفاقت میں رہا سعدی نے کیا اچھا کہا ہے سگِ اصحاب کہف روزے چند : پے نیکاں گرفت مردم شد۔ یہ شخص پڑھ لکھکر مولوی ہوا اور اب وعظ گوئی سے اپنی معاش پیدا کرتا ہے۔ اسی کے ساتھ ایک در لڑکا جو اوریٰ میں (نام شہر کا) رہ گیا وہ حیدر آباد کے علاقہ میں تیس چالیس کا منشی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مولوی نذیر احمد صاحب کے یہاں نوکروں سے صرف خدمت ہی نہیں لی جاتی بلکہ اُن کی تعلیم اور اصلاح حالت پر بھی نظر رہتی ہے ان کا یہ نمونہ واجب التقلید ہے [۴] عافیت پر خدا کی ستائش ہے [۵] چیز کے نہ جاننے سے اُس کا جاننا ہی بہتر ہے۔ جہاں فارسی کا نام ہے مولوی نذیر احمد اُس کو حقارت ہی کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور سچ ہے دنیا کے اعتبار انگریزی کے مقابلہ اور دین کے لحاظ سے عربی کے آگے فارسی بے قدر۔ (نوٹ صفحہ ہذا۔)

[1] والدہ بشیر الدین احمد کو نوکر چاکر اندر باہر بیوی صاحب کہا کرتے تھے ہوتے ہوتے بیوی صاحب اُن کا عَلَم ہو گیا اب خاندان کے سب چھوٹے بڑے ان کا یہی نام لیتے ہیں [2] مولوی بشیر الدین احمد کی منگنی کی بات چیت مراد ہے۔

آخر صاحب زادہ بلند اقبال نے عربی کو بالائے طاق رکھ دیا میری دو برس کی محنت پر پانی پھیرنا چاہتا ہے۔ کیا اگر آدھ گھنٹہ یا پاؤ گھنٹہ ہر روز یا ہفتے میں دو بار یا تعطیل کے دن بشیر عربی پر صرف کرے تو کچھ مشکل ہی۔ مگر نہ کرنا منظور ہو تو سو حیلے اور ہزار بہانے۔ میں بھی کالج میں پڑھتا تھا اور یہ سب آفتیں تھیں مگر باہر کا سبق نہ ناغہ ہونے دیا۔ بہر کیف ایسا انتظام کرو کہ میاں بشیر پڑھنے میں کوتاہی نہ کرنے پائیں۔ یکم مارچ ۱۸۷۶ء

خط ۱۳

بشیر! میں تمہارا عربی خط دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ شاباش۔ اس تحقیق سے اگر پچاس سبق ہو جائیں تو کیا کہنا ہی۔ بس اکسیر سمجھو میں نے دو گھنٹے کی محنت میں تمہارے اس خط کو درست کیا ہے۔ مہربانی کر کے اسکا کوئی لفظ چھوڑ مت دینا جس لفظ کی تم سند نہ پاؤ یا تسکین نہ ہو اُس کو مولوی . . . یا . . . صاحب سے حل کر لو بات بات میں حجت مگر معقول شرط طالب العلمی ہی۔ یہی تحقیق ہر زبان اور ہر فن میں پیش نظر رہی تو بشیر اس طرح ایک یا دو سال کا پڑھنا کافی ہی۔ صاف لکھو کہ تم اپنی جماعت میں اول نمبر کے لڑکے گنے جاتے ہو یا کسی مضمون میں کوئی لڑکا تم سے بھی اول ہے تو محنت کر کے اُسکے برابر ہو جاؤ کھیلتے کھیلتے سبحان بخش سی ذرا سی فارسی بھی کبھی کبھی دیکھ لیا کرو۔ آخر کو ایک چیز ہے۔

۳- مارچ ۱۸۷۶ء

خط ۱۴

آج ایک ہفتہ کے بعد تمہارا خط ملا ہے جو شخص تمہاری طرح ایسے مکان میں رہتا ہو کہ وہاں سارے سارے دن کان پڑی آواز نہ سُن پڑے اُسکو اس بات کا یقین کرانا سخت مشکل ہی کہ دنیا میں لوگ خط کے منتظر بھی رہا کرتے ہیں۔

بشیر گو تم کو اسقدر تحصیل علم کا شوق نہ ہو جس قدر بہ اقتضائے حالات زمانہ ہونا چاہئے یا جسقدر میں چاہتا ہوں کہ ہو۔ تاہم میں کیا جو تم کو جانتا ہے وہ یہ بھی جانتا ہے کہ تم سمجھ دار ہو۔ تمہاری سمجھ کے بھروسہ پر میں تم کو یہ خط لکھتا ہوں۔ شرم و حیا شرط ادب و جوہر شرافت ہے لیکن شرم تین قسم کی ہے۔ شرعی۔ عقلی۔ عرفی۔ شادی بیاہ کے بارے میں جو شرم لوگ کیا کرتے ہیں وہ نہ شرعی ہے نہ عقلی بلکہ محض عرفی یعنی راہ و رسم دنیا کی پابندی ہے۔ تم کپڑا اور کتاب اور کھانا یہاں تک کہ ٹوپی اور جوتی یعنی چھوٹی ضرورتوں میں ہمیشہ اپنی ذاتی رائے کامل آزادی اور بیباکی کے ساتھ ظاہر کیا کرتے ہو۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ ایسے امر اہم کی نسبت جس پر تمہارے دین و دنیا کا بناؤ بگاڑ منحصر ہے تم سے رائے طلب کی جائے۔ تم شاید یہ حیلہ کروگے کہ یہ معاملہ مشکل ہے اور مجھ میں ایسے امور عظیمہ کی نسبت رائے دینے کی قابلیت نہیں۔ سچ ہے۔ رائے طلب کرنے سے مطلب یہ نہیں ہے کہ خواہ مخواہ تمہاری رائے پر عمل بھی کیا جائے، بلکہ صرف اتنی غرض ہے کہ تمہاری طبیعت کا رجحان اور میلان دریافت ہو۔ میں تمہارے بیاہ کی نسبت مستعجل ہوں ... کے یہاں جو تذکرہ ہوا تھا تم کو معلوم ہے اُن کو بھی انکار نہیں اور جب اصل سخن میں اتفاق ہے تو چھوٹے اختلافات مہر وغیرہ کے رفع ہو جائیں گے دہلی میں جہاں اسکی گفت و شنود ہو وہاں کے حالات تم کو بآسانی معلوم ہو سکتے ہیں پس تم اپنی رائے بھی ظاہر کرو کہ تم کو کیا منظور ہے اور کس جگہ تعلق پیدا کرنا پسند ہے۔ برخوردار! یہ شرم کی بات نہیں ہے۔ انسان کی خلقت اسی طرح کی ہے۔ مرد اور عورت میں مخالطت ہو اور اُن کی نسل چلے۔ تم خیال کرو کہ اگر شرم کی بات ہوتی تو میں کیوں پوچھتا۔ میرا بہ اصرار پوچھنا اس کی دلیل ہے کہ تم کو اپنی رائے ظاہر کرنے میں مضائقہ نہیں کرنا چاہیے۔ اگر تم کو لوگوں کا خیال ہے تو اپنی رائے کو اعلان کے ساتھ مت ظاہر کرو۔ اپنی ماں کے کان میں کہدو یا اپنی بہنوں سے بیان کردو یا مجھکو لکھوا بھیجو۔

.... صاحب کے خطوط برابر چلے آتے ہیں۔ ایک پرچہ جسمیں اُن کا معمولی لفظ ماہی بے آب ہے تمہارے ہنسنے کو بھیجتا ہوں اس پرچہ سے بھی اُن کی گرویدگی ظاہر ہوگی بیٹی والا اس سے زیادہ کیا کرے گا؟ تم لوگوں نے بیچارے کو دُبدھے میں ڈال رکھا ہی۔ بات کو یک سو کر چکو۔ بھئی سُنو۔ دوری پر جو کچھ اعتراض کرو۔ تم کو دہلی میں ایسا گھر نہیں ملے گا اور اس منت و زاری کے ساتھ۔ اور اگر ملے تو چشم[1] ما روشن دلِ ماشاد۔

.... صاحب مجھ کو ہر خط میں ملامت لکھتے ہیں کہ تو نے میاں شبیر کو ناحق چھوڑا تجھ سے بہتر اُن کو پڑھانے والا نہیں ملیگا۔ میں ہمیشہ اُن کو سمجھاتا ہوں کہ انگریزی میں میاں شبیر بڑا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ سو شبیر مجھ کو شرمندہ مت کرنا.... اور.... کے لئے.... صاحب نے بڑی سرگرمی کے ساتھ اہتمام کیا ہی.... اور.... دونوں کو رکھ لیا ہی۔ حق یہ ہی کہ بےچارہ بڑی ہمت کرتا ہی اور اس وقت تک تعلیم بھی عمدہ ہو رہی ہی۔ سچ کہا ہی۔ بدّیا کرنے کی یعنی علم اُس کا جو محنت کرے۔ انگریزی بولنے کا کیا حال ہی تم کو خود بھی تو حال و سابق میں تفرقہ محسوس ہوتا ہوگا.... تھرڈ[2] کلاس میں ہی.... مشن اسکول میں پڑھتا ہی غرض ہر طرف اور ہر جگہ لوگ کچھ کر رہے ہیں ع فکر ہر کس بہ قدر ہمتِ اوست۔ اس ضلع سے علی گڈھ میں بھی بہت لڑکے گئے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ علی گڈھ کی کیا تخصیص ہی۔ شوق ہو تو دیہاتی مکتب آکسفرڈ[3] و کیمبرج یونیورسٹی کا حکم رکھتے ہیں۔ ۸ مارچ ۱۸۷۶ء

خط ۱۵

خط فارسی تمہارا پہونچا۔ میں تم کو چند بار فارسی کی طرف متوجہ کر چکا

---

[1] آنکھ ہماری روشن دل ہمارا خوش یعنی ازیں چہ بہتر [2] تیسری جماعة [3] اکسفرڈ اور کیمبرج انگلستان کے دو بڑے دار العلوم ہیں

اس میں کیا شک ہے کہ اُردو سے فارسی بمدارج بہتر ہے۔ اتنی بات سمجھ لو کہ انگریزی۔عربی فارسی یہ سب دوسرے ملکوں کی زبانیں ہیں ہم کو من حیثیتہ[1] المعاشرۃ اپنی اُردو کے علاوہ کوئی دوسری زبان درکار نہیں لیکن اردو ابھی حالتِ طفلی میں ہے یعنی کُل ڈھائی تین سو برس اس کو پیدا ہوئے گزرے ہوں گے۔ میر تقی اور سودا کے اشعار میں بھی بہت سے الفاظ عجیب پائے جاتے ہیں جو اَب متروک[2] اور مہجور ہیں جیسے جاگہ بجائے جگہ سیتی بجائے سے آئیاں بجائے آئیں وغیرہ۔ شروع میں بھاشا کے الفاظ اُردو میں اس قدر کثرت سے تھے کہ ابتدائی اُردو کا ایک جملہ بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ سب سے پہلا اردو یعنی ریختہ گو ولی تھا اس کے اشعار سُنو تو ہنستے ہنستے لوٹ جاؤ لیکن یوماً فیوماً اُردو کی تہذیب ہوتی گئی یہاں تک کہ میر تقی میر نے ایسا ریختہ کہا کہ فارسی کو مات کر دیا۔ سودا اُن کا ہم عصر تھا ازاں بعد ناسخ و آتش کا زمانہ ہوا تو اُن کی بولی اور بھی صاف ہے۔ اب آخر میں شیخ ابراہیم ذوق۔ حکیم مومن۔ میرزا غالب اور دبیر و انیس لکھنوی نے تو اُردو کو خوب ہی رونق دی۔ انگریز کبھی کبھی کچھ توجہ کرتے ہیں کہ اُردو کو رونق ہو۔ مگر یہ سینکڑوں برس کے کام ہیں۔ غرض اُردو میں افسوس ہے کہ علم نہیں اور بولی ٹھولی کا بھی وہ لطف نہیں جو عربی فارسی میں ہے بالتخصیص عربی کا جب تم کو مزہ ملے گا تو یقین جانو باور کرو آدمی پر وجد کی کیفیت طاری ہو ہو جاتی ہے۔ مفتی صدرالدین خاں مرحوم کو میں نے دیکھا کہ بایں وقار مجمع امتحان میں انگریزوں کے روبرو گانے لگتے تھے۔ علم اور لطفِ زبان کی جسبت وجوہ میں ہم دوسری زبانوں کے حاجتمند ہیں اور یہی وجہ ہے کہ نری اُردو سے کام نہیں چلتا اور ناچار و ناچار دوسری زبان سیکھنی پڑتی ہے۔ اب دوسری زبان کونسی اختیار کی جائے جس کے ذریعہ سے علم حاصل ہو اور بولی کا مزہ ملے۔ سو برخوردار وہ زبان

---

[1] بہ لحاظ معاشرت۔ [2] متروک و مہجور مترادف ہیں۔

انگریزی ہی۔ کلام الملوک ملوک الکلام۔[1] انگریزوں کی جستجو انگریزوں کی تلاش و محنت
اس درجے کی ہی کہ کسی قوم نے ان کی اس صفت میں ہمسری نہیں کی۔ اب انگریزی کا یہ حال
ہے کہ گنجینۂ علوم ہی۔ یونانی اور عربی او عبرانی اور سنسکرت اور لیٹن[2] وغیرہ میں جو ذخیرے
تھے انگریزوں نے سب اپنی زبان میں جمع کر لئے ہیں اب یہ عجیب بات دیکھی جاتی ہے
کہ اصلی زبان میں ان علوم کا پتہ نہیں مثلاً جبر و مقابلہ فی الاصل عربی میں تھا اس کا نام الجبرا[3] اسکا
گواہ ہی۔ انگریزوں میں کوڑیوں[4] جبر و مقابلے ہیں۔ عربی میں مجھ کو آج تک کوئی رسالہ دیکھنے
کا اتفاق نہیں ہوا اور غالب ہی کہ مصر و روم میں بھی ہوں گے تو اب انگریزی کتابوں کے
کے ترجمے ہوں اصلی کتابیں معدوم اور مفقود۔ اس سے قطع نظر انگریزی زبانِ حکامِ وقت
ہے اگر اس میں علوم بھی نہ ہوتے تو اسکا زبانِ حکامِ وقت ہونا کافی تھا کیونکہ اس صورت
میں وہ ذریعہ رسائی ہے۔ غرض جس جس پہلو سے دیکھا جاتا ہی سب سے مقدم انگریزی
اس کے بعد عربی اس لئے کہ وہ کلاسیکل ہی۔ فصاحت اور بلاغت اس میں کوٹ کوٹ کر
بھری ہی اور سب سے بڑی بات تو یہ ہی کہ عربی شعار اسلام ہی۔ میرے نزدیک جو مسلمان[5]
عربی نہیں جانتا وہ نام کا مسلمان ہی۔ سب کے بعد فارسی وہ بھی اس وجہ سے کہ ہماری

---

[1] بادشاہ کا کلام کلام کا بادشاہ ہی [2] زبانِ لاطینی [3] ناموں پر الف داخل ہونا اسکی شناخت ہی کہ یہ لفظ عربی الاصل ہے [4] جس طرح ۱۲ کی درجن اسی طرح ۲۰ کی کوڑی [5] سچ تو یہ ہی قرآن عربی اور آخر کار ان شاء اللہ جنت میں بھی عربی ہی بولنی ہوگی۔ جو عربی نہیں جانتا وہ مسلمان کاہے کا۔ اس میں ذرا سا بھی شک نہیں کہ بے عربی جانے آدمی قرآن سے پورا پورا فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔ اہل اسلام کا اس پر اجماع ہی کہ نظم قرآن معجز ہی کی تصدیق بدون عربی سیکھے کیونکر ہو سکتی ہے۔ عربی بے شبہ دوسرے ملک کی زبان ہی اور اس کا سیکھنا بھی اشکال سے خالی نہیں مگر فی الواقع وہ اتنی مشکل نہیں جس قدر لوگوں کی بے تدبیریوں نے اس کو مشکل بنا رکھا ہے اوسط درجے کے ذہن کا آدمی اوسط درجے کی محنت کرے تو دو برس میں اچھی طرح عربی عبارت کے پڑھ لینے پر قادر ہو سکتا ہی بشرطیکہ صرف و نحو کے سیدھے سیدھے مسئلے سیکھنا چاہیے اور مولویوں کی منطقانہ کٹھ حجتی سے قطع نظر کرے (باقی صفحہ آئندہ پر)

اردو میں فارسی ترکیبیں بہت ہیں اور فارسی کے بدون تکمیلِ اردو ممکن نہیں حاصلِ کلام فارسی کو اتنا دیکھو کہ اصل مطلب فوت نہ ہو یہ کون کہے کہ فارسی کچھ نہیں علمِ شے بہ از جہلِ شے۔ اگر کسی کو موقع ملے تو اُسکو سنسکرت اور ترکی اور پشتو اور چینی زبانوں کا سیکھنا تضیعِ اوقات سے بہتر ہے تم تکمیل انگریزی پر اپنی تمام ہمت صرف کرو۔ فارسی کو لہو ولعب کے عوض رکھو لیکن فارسی میں ہزاروں الفاظ عربی کے ہیں اُن کو نظر انداز مت کرو تحقیق عجیب چیز ہے جو کرو تحقیق کے ساتھ کرو۔

اصلاح کے متعلق یہ کام ہے کہ مبتدی مثل اُس لڑکے کے ہے جو چلنا سیکھتا ہے اور اصلاح دہندہ اُس کو چلنا سکھاتا ہے۔ ہم لوگ بچوں کو اُنگلی پکڑا دیتے ہیں لیکن چلنے کا سارا بوجھ لڑکے پر ڈال دیتے ہیں مگر فرض کرو کہ بجائے اُنگلی پکڑا دینے کے ہم لڑکے کو بٹھا دیں اور خود

(نوٹ صفحہ گذشتہ) مولوی نذیر احمد صاحب کے خطوط میں اس کا ثبوت موجود ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو اردو زبان میں صرف ونحو پڑھائی اور دو برس میں مولوی بشیر الدین احمد عبارت عربی کے پڑھنے پر قادر ہو گئے اور قرآن کے معنی سمجھنے لگے لیکن یہ ایک سخت مصیبت ہے کہ لوگ پرانی طرزِ تعلیم کو بدلنا نہیں چاہتے نتیجہ یہ ہے کہ صرف ونحو کی مشکلات دیکھ کر لوگ عربی سیکھنے کا حوصلہ نہیں کرتے اور زبان عربی ہے کہ مسلمانوں میں سے مٹتی چلی جاتی ہے اگر چندے یہی حال رہا تو عن قریب وہ وقت آجائیگا کہ لوگ الحمد کی جگہ ابجد اور انجمد پڑھنے لگیں گے اور اس پر لڑیں گے۔ عربی کو ہندو یا عیسائی یا پارسی تو سنبھالنی سے رہے ہندوستان کی ملکی زبان یہ نہیں دنیا کا کوئی کام اس پر بند نہیں پس ہندوستان میں عربی سنبھلنے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ مسلمان بہ تقاضائے مذہب اس کی حمایت و رعایت کریں۔ اب مسلمان اتنی بات خود سوچ سکتے ہیں ان کی موجودہ بے توجہی پر عربی ٹھیر بھی سکتی ہے یا نہیں ہمارے سمجھنے میں تو عربی گئی اور ایسی گئی جیسے گدھے کے سر سے سینگ مسلمانان در گور مسلمانی در کتاب اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اول تو ہمارے نزدیک عربی کچھ ایسی مشکل نہیں اور فرض کیا کہ مشکل ہے بھی تو ایسے بندگانِ خدا دنیا کے لیے کیسی کیسی زحمتیں اُٹھاتے ہو انگریزی پڑھتے ہو۔ قانون یاد کرتے ہو۔ اور ہزاروں طرح کے ناچ نلچتے ہو۔ یارو عربی کو دین کے لئے، خدا رسول کے لیے، اپنی عاقبت کو سنبھالے رہو۔ عربی اور اب اس کے جانے میں کسر ہی کیا رہ گئی ہے تو سمجھو کہ دین گیا ایمان گیا اور دین و ایمان کے ساتھ دنیاوی فخر و امتیاز غرض یہ ہے کہ عربی کیا گئی گویا ہماری فصاحت ہماری بلاغت ہمارا علم ادب سب گیا وَفِیْ ذَالِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۱۲

دوڑے دوڑے پھریں تو اس سے لڑکے کو کیا فائدہ ہوگا؟ اصلاح دہندہ اگر خود ساری عبارت لکھ دے مبتدی کو کچھ فائدہ نہیں۔ بڑی اصلاح شوق ہے۔ جی کو لگی ہوتی ہے تو آدمی وہ نکالتا ہے جو اُستاد کو نہ سوجھے.... کہاں ہیں اور چوری الہ آباد میں ہوئی یا پھولپور میں؟ میں نے اس غرض سے پوچھا کہ شاید میں کچھ مدد کر سکوں۔ اگرچہ اصلی مدد خدا کی چاہیے لیکن قرابت مندی اسی دن کے لئے ہوتی ہے۔ سالی اور بہن لفظ دو ہیں اور معنی واحد.... کے مجھ پر حقوق ہیں اور مجھ کو اُن کی مصیبت سے رنج ہوتا ہے۔

یہ تو طے ہو گیا کہ بندوبست میں وا آن صاحب ہیں اور مجھ کو ضلع ملے۔ علی گڈھ کا نام سُن کر بورڈ نے کہا کہ نذیر احمد بڑا ہی خوش نصیب ہے۔ اُس کو بے نمبر ترقی ملی اب کیا ضرورت ہے کہ ضلع بھی اُسکو اسی تعین سے ملے۔ غرض جواب صاف ع یہ راحت ملی ایسی محنت کے بعد۔ میں علی گڈھ کو لیکر کیا بھاڑ میں ڈالتا۔ یہ خدا صرف تمہارے لئے کہ تم کسی طرح پڑھو لکھو۔ اگر تم چار پانچ برس لگ لپٹ کر محنت کر ڈالو تو کچھ بات نہیں۔ پھر ان شاء اللہ ساری عمر اس محنت کا فائدہ

اُٹھایا کرو گے۔ میں نے جس بے سروسامانی سے پڑھا تمہاری ماں اُس کی گواہ ہیں۔ اُنہیں سے پوچھو کہ مجھ کو اطمینان سے سونا حرام تھا۔ یہ محنت ایک حیلہ ہو گئی۔ اور خدا نے مجھ کو افلاس اور بے وقری کے عذاب سے نجات دی۔ تم بھی کبھی اپنی حالت کو میری اس حالت سے مقابلہ کیا کرو۔ اب جو میں سست اور کاہل ہو گیا ہوں تو اس وجہ سے کہ کوئی اختیاری تدبیر باقی نہیں ورنہ اس پیری میں بھی میری کتاب بینی جوان ہے۔ بار بار امتحان وکالت کو جی للچاتا ہے لیکن بیس برس کی خدمت اور تعزز پر نظر کر کے ہمت قصور کرتی ہے۔ اب جو کچھ رہ گیا ہے تم کرو ع اگر پدر نتواند پسر تمام کند۔ انگریزی کا انتظام ابھی خاطر خواہ تم نے نہیں کیا۔ گرامر کے قواعد مستحفظ ہوں اور جو پڑھو سو از بر۔ اصلاح دینے والا کوئی آدمی با استعداد ہو اور ہر وقت ایک دُھن لگی رہے تب جانو کہ انگریزی

آلی اور انگریزی کی کیا تخصیص ہے- ہر علم کا یہی حال ہے-
لفظ اور اس کی بابت میں تم کو لکھنے والا تھا- حرکات بالحروف اُردو میں نہیں تو اس بالواد کیوں ہو اور اوس ہو تو اس کی جگہ ایس کیوں نہ ہو اسی طرح اُٹھانا وغیرہ لیکن ایک غلط دستور واؤ لکھنے کا رواج پا گیا ہے- تم چاہو دستور غلط کی تقلید کرو یا پابندِ صحت ہو کر ترک واؤ کا التزام رکھو- ۲۱ مارچ ۱۸۸۶ء

خط ۱۶

تمہارے[1] خط کو جس میں تم نے ..... صاحب کے خاندان کی نسبت اپنی پسندیدگی ظاہر کی ہے میں نے بہت خوشی سے پڑھا- شاباش- آزادی اور معقول پسندی اسی کا نام ہے مجھ کو بھی تمہاری رائے سے اتفاق ہے اور بات ابھی لگا رکھی ہے اور چوں کہ یقیناً ..... صاحب کو تم سا آدمی مل نہیں سکتا ہم کو عجلت کرنے کی کوئی وجہ نہیں جب تک ہماری طرف سے جواب صاف نہ ہو وہ لڑکی کہیں جا نہیں سکتی- لیکن ایسے معاملات میں جملہ اطراف وجوانب پر نظر کرنی ہوتی ہے

---

[1] مولوی نذیر احمد صاحب کا طریق عمل دانشمندانہ اور اس قابل ہے کہ ہمارے ملک کا ہر ایک باپ اس کو اختیار کرے- مذہب اسلام میں تو سب ہی کچھ ہے- ایجاب و قبول بھی پسند و انتخاب بھی ہے رضامندی بھی مگر وہی مثل ہے کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور- یہ ساری باتیں کتابوں میں لکھنے کیلئے ہیں عمل درآمد میں کہیں ان کا نشان گمان نہیں- مولوی نذیر احمد صاحب نے باصرار بیٹے کو اظہار رائے پر مجبور کیا (دیکھو خط ۱۴) نوجوان بیٹا بقول سعدی در ایام جوانی چناں کہ افتد دیدی و دانی حسنِ صورت پر ریجھا تو مولوی نذیر احمد صاحب نے سمجھا کر بیٹے کی شورش کو فرو کیا کہ یہ تعلق مرنے بھرنے کا ہے حسنِ صورت کے علاوہ دین داری ہنرمندی نیک نفسی اطاعت شعاری بہت سی باتیں جمع ہوں تو راحت کی توقع کی جائے- آخر کار مولوی نذیر احمد صاحب نے بڑی چھان بین کے بعد بیٹے کو مولوی حاجی نواب قطب الدین خاں مرحوم کے یہاں بیاہا- اور جس طرح بیٹے کی تعلیم میں اہتمام کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا اسی طرح اُن کے لئے بہتر سے بہتر بی بی کے بہم پہنچانے میں حق سعی ادا کیا-

...صاحب کے گھر کا دستور کچھ عجیب طرح کا ہے۔ نو برس ہوئے کہ زن و شوہر میں کچھ تعلق نہیں اس کا اثر اُن کی اولاد پر بہت ہی زبوں ہو رہا ہے۔ اُن کو نہیں دکھایا جاتا کہ تعلق زن و شوئی کیا ہے اور اس تعلق سے کیسے کیسے حقوق ایک کے دوسرے پر ثابت ہوتے ہیں۔ اُن کی طرز ماند و بود ہماری طرز ماند و بود سے اس قدر مختلف ہے کہ جو اُن کے یہاں ہنر ہے اُسکو ہم لوگ عیب سمجھتے ہیں۔ ع انچہ فخر تست در گفتار آن ننگِ من است۔ یہی بے تعلقی اگر خدا نخواستہ ہمارے یہاں ہو تو گھر ایک دم نہ چلے۔ ضرور ہے کہ مفارقت ہو جائے۔ پھر صورتوں کا سوچ بچار غضب ہے۔ اُن کو نہ صرف اپنی صورتوں پر ناز ہے بلکہ دنیا کو بدصورت سمجھتے اور بدصورتوں سے نفرت قلبی رکھتے ہیں جب مزاج کی یہ کیفیت ہو تو واقع میں ایک دن کا نباہ نظر نہیں آتا پھر وہ ایک کوڑی نہیں کھائیں گے۔ سمس[1] صاحب لے جاتے تو تخفیف مصارف شادی کی فکر میں تھے وہ بھی پیش رفت نہ گئی۔ پھر سے اُن کو بحث نہ تھی اور سچ یہ ہے کہ ہمارے انتظام خانہ داری بے ہماری آمادگی کے درست ہو نہیں سکتے۔ گورنمنٹ کو کیا مداخل ناچ آتشبازی اور دنیا بھر کی تفضیح ممکن نہیں کہ نہ ہو جس طرح مولوی[2] ... کا خاندان حقیقت مرگ سے واقف نہیں ... صاحب کا خاندان نہیں جانتا کہ پردیس کیا چیز اور جہاں تک مجھ کو بیگم صاحب کا حال معلوم ہے۔ وہ بیٹی کو جدا نہیں کریں گی۔ گو اس وقت منہ سے نہ کہیں لیکن جب پالکی ڈیوڑھی پر آن کھڑی ہو گی تب حقیقت کھلے گی۔ بے شک زن و شو میں اتحاد

---

[1] ان دنوں جب کا یہ خط ہے اعظم گڈھ میں کلکٹر تھے [2] ان سے ایک مولوی صاحب مراد ہیں جن کے خاندان میں بڑی بڑی عمروں کے لوگ موجود تھے اور اتفاق سے ان کے یہاں موت بہت کم ہوتی تھی۔ ان کی عورتیں کسی کے یہاں مرے کو جاتیں تو بہ تکلف بھی رو نہ سکتیں۔ مجھ کو ان کا نام معلوم ہے مگر ظاہر کرنا کیا ضرور ہے اب سنتا ہے کہ اس خاندان میں بھی دوسرے خاندانوں کی طرح مرنے لگے۔

تو ماں باپ کا کچھ زور نہیں لیکن تخالفِ صورت تخالفِ مزاج۔ تخالفِ عادت کے ہوتے ہوئے اس اتحاد کا ہونا موہوم۔ پھر حسن کی مثال ایسی ہی جیسے عمدہ کھانا جس نے نہیں کھایا اُس کا جی للچاتا ہی اور جو روز کھاتے وہ اس کی مطلق قدر نہیں کرتا۔ میں نے... کو نہیں دیکھا مگر سُنا ہی کہ اب بھی وہ شہر میں اپنا جواب نہیں رکھتی لیکن... صاحب کا برتاؤ اُن کے ساتھ کیسا ہی۔ دہلی میں بے شک اکثر جگہ فساد ہی لیکن خدا کی قسم ایک ہمارے گھر کی عورتیں ہیں کہ ہر طرح کی عمدگی اُن میں ہے۔ پاک دامنی۔ دین داری۔ ہنر خانہ داری شوہروں کی اطاعت فرماں برداری نیک دلی۔ کفایت شعاری۔ اور ان باتوں کے ساتھ اس قدر پڑھنا لکھنا جو ہماری سوسائٹی کی حالت موجودہ کے لحاظ سے عورتوں کو ضرور ہے۔ کیا ہی جوان میں نہیں؟ مطلب یہ ہی کہ دہلی میں بھی جست و جو کی جائے شاید کوئی اچھی لڑکی مل جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ تم کو زیادہ آسائش پہنچائے گی بعض عورتوں کے حالات پر نظر کر کے مت ڈرو۔ دہلی میں ہزاروں خاندان ہیں۔ اگر زن و شوہر میں موافقت نہ ہو تو دُنیا کا انتظام کیوں کر چلے۔ مجھ کو صرف تمہارا انتشار خاطر معلوم کرنا تھا سو ہوا۔ تم اس بات کو اپنے ذہن میں مت رکھو مجھ کو اور اپنی ماں کو اس کا فکر و انتظام کرنے دو۔

خط ۱۷

اجی حضرت! انگریزی میرے نزدیک گرتی جاتی ہے۔ کچھ تم کو اس کی پروا ہی یا نہیں؟ فارسی ہو چکی، عربی نری الف لیلہ سے کیا ہوتا ہی... نے ایسی بالیاں کس لئے بنوائیں جن کو کان برداشت نہیں کر سکتے کیا یہ کہاوت ان کے کانوں تک نہیں پہونچی پھوٹ پڑے (بھاڑ میں جائے) وہ سونا جس سے ٹوٹے کان۔ عورتوں کے زیوروں میں ہاتھ پاؤں گلے کے زیور سب پسندیدہ ہیں۔ زینتِ بے زحمت

اور کان ناک میں سوراخ کرنا زمانِ جاہلیت کی ایک رسم ہے کہ چلی جاتی ہے۔

میاں بشیر۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امسال گرمی زیادہ سخت پڑے گی کوئی ہلکی سی تبدیل کیا کرو۔ پانی میں تھوڑا کیوڑہ بڑی تفریح کا باعث ہے۔ بافراط متحرک نزل۔ ان اطراف میں آب و ہوا اچھی نہیں ہے۔ چیچک۔ تپ۔ بلکہ ہیضہ بھی ہے۔ غازی پور فیض آباد میں زیادہ شورش سنی جاتی ہے۔ اعتدال کے ساتھ آسائش جسمانی کا حاصل کرنا ضروریات سے ہے خصوصاً گرمی اور برسات کے دو موسم ردی ہوتے ہیں۔ احتیاط رکھنی چاہیئے۔ ۱۳ اپریل ۱۸۷۶ء

خط ۱۸

خط جس میں اطلاع ولادت مندرج ہے پہونچا۔ مجھ کو لڑکیوں کے بارے میں کیا سمجھاتے ہو۔ مجھ کو تو مطلق اولاد سے افسردہ دلی ہے۔ تم جیو اور خدا تم کو صالح و نام آور و با اقبال کرے۔ پھولو پھلو۔ مجھ کو دوسرا بیٹا درکار نہیں۔ اور ... اپنے گھروں میں آباد ہوں اُن کو خوشی ہو۔ مجھ کو بیٹیوں کی تمنا نہیں۔ تمہارے آنکھوں دیکھتے ظہیر نصیر جینہ۔ وہ دو توام لڑکے اور انکے ڈھکے کتنے ہوئے اور مر گئے ع کس کس کا رنج کیجئے کس کس کو روئیے۔ فرقہ نسواں عموماً اور ہندوستانیوں کی عورتیں خصوصاً کیسی تباہ حالت میں ہیں۔ کیا تم ... کی مصیبت پر نظر نہیں کرتے۔ پھر بھلا کوئی عاقل لڑکیوں کے ہونے پر خوش ہو سکتا ہے وہ جو وعید قرآنی ہے [1] اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ یہ سب انسداد دختر کشی کے لئے تھا جس کا عرب میں بہت رواج تھا کما قال اللہ تعالیٰ

۱؎ جب اُن میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خوش خبری پہنچے تو منہ اُس کا رنج و غیظ کے مارے سیاہ پڑ جاتا ہے۔ اپنے لوگوں سے بیٹی کی برائی کی شرم سے چھپتا پھرے آیا وہ اس کو زندہ چھوڑے اور ذلت قبول کرے یا مٹی میں داب دے۔

۱؎ وَاِذَا الْمَوْءٗدَۃُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۔ جب مجھ کو اور تم سب کو اس کی حیات و ممات کی طرف سے اطمینان نہیں تو ایسے مہمان چند روزہ کی نسبت خوشی و ناخوشی کا کیا محل ہے ۔ ۲؎ کَمَا مَلَکٌ یُنَادِیْ کُلَّ یَوْمٍ لِدُوْا لِلْمَوْتِ وَابْنُوْا لِلْخَرَابِ اب خداوند کریم نے اپنے فضل سے مجھ پر بسیطِ رزق بہت کچھ کیا ہے اور میں بہت بہت اس کی نعمت کا شکر گزار ہوں۔ اگر دس لڑکیاں ہوں تو مجھ پر ذرا بار نہیں۔ مگر ہوں اور صاحب نصیب ہوں۔ نہ یہ کہ جب قوتِ تکلم پیدا کریں اور دلوں کو فریفتہ کرنے لگیں تو کنارِ مادر چھوڑ کر آغوشِ لحد میں جا کر سوئیں یا جیتیں تو ... کی سی سوء الحیوٰۃ جیئیں۔ ۳؎ اِنَّمَآ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ بڑی مبارکباد یہ ہے کہ تمہاری والدہ نے جان بری حاصل کی۔ اب اُن پر تاکید کرو کہ یہ کم بخت دولت کیا ہو گی کچھ تو اپنے تن بدن کو لگائیں۔ نام تجویز کرتے مجھ کو تامل ہوتا ہے یہ کم نصیب جلد جلد مرتے اور میرا نام بھی خراب کرتے۔ مجھ کو ابو المحامد اور محمودہ کا سخت قلق ہے ۴؎ کیسے پیارے نام تھے اس لڑکی کی کیا تخصیص تھی۔ خدا کے فضل سے میرے یہاں سب روحیں مبارک قدم تھیں۔ اس لڑکی کی آمد کے ساتھ مجھ کو علم ہیئتہ کی کتاب پر پانسو روپیہ انعام ملا جس کی مطلق توقع نہ تھی۔ اوّل تو میں اس کتاب پر چار سو پا چکا تھا۔ پھر یہ مال تھامسن صاحب کا کہ اُن کی وفات کی وجہ سے لاوارث ہو گیا اور بڑا خدشہ تھا کہ ہمارے بالفعل کے لفٹنٹ گورنر بہادر انعام کے مخالف ہیں اور جب سے زمامِ حکومت ان کے ہاتھ میں ہے شاید ہی ایک انعام ہے وہ بھی انعام کے نام سے نہیں بلکہ کاپی رائٹ یعنی حقِ تصنیف خرید کیا ہے۔ لیکن مجھ کو روپیہ

۱؎ اور جب کہ زندہ گاڑی ہوئی بیٹی پوچھی جائے کہ تو کس گناہ پر ماری گئی ۲؎ دنیا کا ایک فرشتہ ہے جو روز منادی کرتا ہے کہ لوگو موت کے لئے پیدا ہو اور بربادی کے لئے تعمیر کرو ۳؎ اپنے غم و رنج آشکارا و پنہاں کی شکایت خدا ہی سے کرتا ہوں (اقتباس ہے کلام مجید سے) ۴؎ مولوی بشیر الدین کے ماموں عبد الحامد ڈپٹی کلکٹر کے بیٹے اور بیٹی کے نام ہیں جو شیر خوارگی میں مر گئے

مطلب ہے چاہے انعام ہو یا حق ترجمہ کے دام - جی چاہتا ہے کہ یہ انعام مقارنِ ولادت
واقع ہوا ہے بھیج دوں مگر روپیہ اعظم گڈھ میں ملے گا لہذا اوائل مئی میں بھیجونگا۔ اسی یافت سے
میں ہاتھ پاؤں کا زیور پورا کیا جائے اور غالب ہے کہ کافی بلکہ کافی سے زیادہ ہو۔

بشیر - میں تمہارے امتحان کے نتیجے کا منتظر ہوں نہ صرف نتیجے بلکہ اس کا بھی کہ تم سے
جواب دینے میں کیسی کیسی غلطیاں سرزد ہوئیں - اکثر فہم سوال میں غلطی ہوتی ہے - بڑی بات
تو یہ ہے کہ عبارتِ سوال کو بہ غور دیکھ کر سمجھا جائے کہ مستفسر کیا پوچھتا ہے۔ پھر بسا اوقات
لوگ اظہارِ علمیت کی نظر سے فضول باتیں لکھتے چلے جاتے ہیں انیڈوی مور یوٹا کڈ ہی ہو یہ
یو آر رانگ یہ تمہارا پہلا امتحان ہے - ابھی سے اپنے تئیں سنبھالو تم مجھ کو بیٹیوں و بیٹیوں کی طرف
متوجہ کرتے ہو اور مجھ کو ہر دم و ہر لحظہ تمہارے خیال سے فرصت نہیں - تم ماشاء اللہ نقد ہو
اور یہ نسیہ یعنی قرض - اور کیا تم نے نہیں سنا کہ نقد را بہ نسیہ گذاشتن کار خردمنداں نیست۔[۱]
لڑکیاں آخور کی بھرتی ہیں جن سے سوائے تکلیف کے کچھ توقع نہیں - مجھکو خوف ہے کہ یہ روح جدیدۃ العہد
کچھ نہ کچھ تمہارا وقت ضرور صرف کرائیگی - تم اس کے ساتھ کھیلو مگر بہت تھوڑی دیر - کرہ انگریزی
و عربی سے تم نے قطع نظر کر رکھا ہے اور میں ہمیشہ اسکی ضرورت تم پر ثابت کرتا رہا ہوں -
کوئی استاد انگریزی داں صاحب استعداد اصلاح انگریزی کے واسطے ابتک تجویز نہیں ہوا -
یہ تمہاری ملنساری کا حال ہے - والدعا - ۱۸ - اپریل ۱۸۷۶ء روز شنبہ -

خط ۱۹

میں تمہارے اس خط کے پڑھنے سے مطلق خوش نہیں ہوا میں شروع سے کہتا تھا کہ بشیر
ہر محصل کا یہ کام ہے کہ جو کچھ ما فیہ پڑھے اسکو ضبط کرتا جائے اور ہر وقت امتحان کے لئے آمادہ رہے

---

[۱] اور جسقدر زیادہ بکوسگے زیادہ خطا کروگے [۲] نقد کو ادھار پر چھوڑنا عقلمندوں کا کام نہیں۔

نہ یہ کہ جو پڑھا بلّی[1] کے... کی طرح توپ دیا۔ اب یہ عذر کہ مجھ کو امتحان کی خبر صرف دو دن پہلے ہوئی۔ عذرِ[2] گناہ بدتر از گناہ ہے۔ تم کو اس کا بھی استحقاق نہیں کہ دو منٹ پہلے تمکو خبر ہو۔ یو[3] مسٹ بی ریڈی ایٹ لے مومنٹس نوٹس۔ تم دو دن کو غنیمت نہیں سمجھتے۔ پھر جواب جو میں دیکھتا ہوں ہرگز پورے نمبر کے لائق نہیں۔ تمہاری یادداشت ایسی ہی جیسے کوئی بھولا ہوا خواب بیان کرے مثلاً ممتحن پوچھتا ہے کہ لم کیا عمل کرتا ہے۔ تم جواب دیتے ہو۔ "آخر سے حرفِ علّت ساقط کر دیتا ہے اور آخر میں ساکن کرتا ہے" یہ نرا مہمل جواب ہے۔ لم کا اصلی عمل ہے اِسکانُ الآخر۔ اُس کا ظہور تین طور سے ہوتا ہے۔ اگر آخر میں نونِ اعرابی ہے تو حذفِ نون بھی اِسکان الآخر ہے اور اگر آخر میں حرفِ علّت ہے تو حذفِ حرفِ علت بھی اِسکان الآخر سمجھا جائیگا۔ ورنہ حذفِ حرکتِ آخر سے اِسکان الآخر ہوگا۔ کہاں یہ جواب اور کہاں تمہاری بکواس۔ تمہارا گھر کا ترجمہ دَارُکُمْ یا بَیْتُکُمْ یا دَارُکُنَّ یا بَیْتُکُنَّ ہونا چاہیئے۔ لفظ تمہارا سے کیوں کر جانا کہ مخاطب مذکر ہے اور جب مفرد کو بہ تعظیم خطاب کریں تو دارک یا دارکم بھی ترجمہ ہوسکتا ہے۔ تم ضمائر اردو سے مذکر و مونث کا امتیاز نہیں کر سکتے۔ اُن کے بیٹے کا ترجمہ اِبْنُھُمْ غلط اَبْنَاءُھُمْ صحیح بیٹے اور بیٹا میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ قُلْنَ تم لکھتے ہو دو جگہ اور وہ ہے تین جگہ (۱) جمع مونث غائب ماضی معروف (۲) جمع مونث غائب ماضی مجہول (۳) جمع مونث حاضر امر معروف۔ اصل ان کا قَوُلْنَ۔ قُوِلْنَ۔ اُقْوُلْنَ ہے۔

اگرچہ امر کا قاعدہ تم نے نہیں لکھا مگر میں کہہ سکتا ہوں کہ تمہارا جواب ضرور غلط اور

---

[1] بلّی کا قاعدہ ہے کہ اپنی نجاست کو دبا دیا کرتی ہے [2] یعنی گناہ تو خیر گناہ تھا ہی اس پر عذرِ نامعقول کرنا گناہ سے بھی بڑھکر ہے [3] تم کو دم کے دم میں طیار ہو جانا چاہیئے۔ یعنی ہر لحظہ آمادہ رہنا چاہیئے۔

اور ناتمام ہوگا مستفسر نے امر حاضر کی تخصیص نہیں کی تو جواب میں امر حاضر و غائب دونوں کا قاعدہ لکھنا ضرور ہوا کہ امر دو طرح کے ہیں حاضر و غائب۔ حاضر میں (۱) واحد مذکر حاضر (۲) تثنیہ مذکر حاضر (۳) جمع مذکر حاضر (۴) واحد مونث حاضر (۵) تثنیہ مونث حاضر (۶) جمع مونث حاضر۔ چھ صیغے ہیں جن کے بنانے کا ایک قاعدہ ہے اور غائب میں چھ۔ غائب کے اور دو متکلم کے اور از بس کہ امر متکلم کے صیغے امر غائب کے صیغوں کی طرح بنتے ہیں امر متکلم کے صیغوں کو تغلیباً امر غائب میں داخل کر دیا۔ کیا امر حاضر اور کیا امر غائب آخر صیغہ دونوں کا حال یکساں ہی کہ (۱) تثنیہ مذکر غائب (۲) تثنیہ مونث غائب (۳) تثنیہ مذکر حاضر (۴) تثنیہ مونث حاضر (۵) جمع مذکر غائب (۶) جمع مذکر حاضر (۷) واحد مونث حاضر۔ سات صیغوں سے نونِ اعرابی ساقط اور نونِ اعرابی آخر میں نہیں تو حذفِ حرکتِ حرفِ آخر یعنی اسکان بہ شرطیکہ آخر میں حرفِ علّت نہ ہو ورنہ حذفِ حرفِ علّت اول صیغہ میں جو تصرف کرنا ہوتا ہی وہ امر حاضر و غائب میں مختلف ہی۔ امر غائب میں لام مکسورہ اول میں لگانا ہوتا ہی اور امر حاضر میں پہلے حذفِ علامتِ مضارع یعنی تَ پھر بعد حذف التار اگر متحرک ہی تو آخر میں عمل لم اور اگر بعد حذف التار ساکن ہی تو ابتدا بالسکون زبان عرب پر دشوار ہی اُس کے رفع کرنے کو ہمزہ وصل کہ وہ ملانے کی حالت میں تلفظاً گر جاتا ہے اور کتابت میں باقی رہتا ہی شروع میں لاتے ہیں اور حرکتہ ہمزہ تابع حرکت عین کلمہ ہوتی ہی لیکن عین مفتوح و مکسور دونوں کیلئے ہمزۂ وصل مکسور ہوتا ہی۔ یہ ہے پورا پورا قاعدہ امر کا۔ اب غور کرو کیا ہی تم نے لکھا۔ ہرگز نہیں۔ تمہارے انگریزی کے جوابوں سے بھی بدحواسی اور عجلت ظاہر ہی۔ یہ نہیں کہ مستفسر کی بات پر خوب نظر کرے اور اطراف و جوانب پر اچھی طرح نظر ڈال کر ایک

تُلا ہوا جواب دیا جائے مجھکو تم نے سمجھ لیا ہے کہ اسکی عادت بکنے کی ہی۔ خدا خود تمہارے دل میں ڈالے کہ اگر ایک امتحان بگڑا تو خیر اگلے امتحانوں کے لئے ایسی آمادگی کرو کہ ہر سال کا نمبر کامل حاصل ہو۔ تمہارے سوالات آخر کسی ممتحن نے دیکھہ کر اُن پر نمبر لگائے ہوں گے۔ اُنہیں سے پوچھو کہ کیوں جناب میرے جواب میں کیا نقص تھا اور اپنے اِس استفسار کی غرض اُن پر ظاہر کردو کہ میں صرف اس مطلب سے پوچھتا ہوں کہ امتحان آیندہ میں غلطی نہ کروں۔

کیوں جی کانپور میں کہاں کالج ہی۔ البتہ وہ ملتقی[1] ہی دو ریلوں کا اور غدر میں جو انگریز مارے گئے اُن کا موریل گارڈن[2] وہاں بنا ہی۔ بٹھور ایک قصبہ ضلع کانپور میں ہی وہ بڑا تیرتھ ہی۔ راجہ رام چندر نے وہیں علم حاصل کیا اور وہاں ہر سال بڑا میلہ ہوتا ہی الہ آباد میں گنگا جمنا کا سنجوگ ہی۔ اکبر کا قلعہ وہاں اور آگرہ میں مشہور ہی۔

خلاصہ یہ کہ میں نے تمہارے جواب پسند نہیں کئے۔ اب جو نمبر تم کو وہاں کے ممتحن دیں اُن سے مجھ کو ضرور اطلاع دو اور لکھو کہ تم اپنی کلاس میں کیسے رہے۔ بڑا گر یہ ہی کہ جو پڑھو تحقیق سے پڑھو اور یاد رکھو خصوصاً گریمر کہ یہ جسقدر ضرور ہی اُسی قدر تم اس سے بے پروائی رکھتے ہو۔ ایک بڑا خوف یہ ہی کہ لکھ کر نظر ثانی کرنے کی تمہاری عادت نہیں۔ ہم لوگ تو اپنے جوابوں کے مسودے لے آتے تھے اور اُن کو کتابوں سے لا کر ملا لیتے تھے۔ بھلا خیر اگر ضیق وقت کی وجہ سے مسودہ نہ کرسکو تاہم جواب کو تو بہ غور دیکھنا ضرور ہے۔

میں تم کو کسی قدر معذور بھی سمجھتا ہوں کیوں کہ یہ تمہارا امتحان تھا۔ یقین ہے کہ ان شاء اللہ تمہارے آیندہ امتحان عمدہ ہوں گے۔ بہ شرطے کہ امتحان کا بڑا ہونا یا کسی ہم جماعت سے گھٹ کر رہنا تمہارے نزدیک موجب بے غیرتی ہو۔ بھئی میرا تو یہ حال تھا

[1] ملنے کی جگہ۔ [2] یادگار باغ

کہ امتحان بگڑا تو مدتوں مجھ کو ملال رہتا تھا نہ سخن[1] جال وھم سبب کیا کہ کوئی ہم سے اچھا ہو۔ ضرور ہمارا قصور ہمت ہی۔ اور اگر ایک دفعہ کوئی بازی لے گیا تو دوبارہ کیوں لے جائے۔ لَا یُلْدَغُ[2] الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَّرَّتَیْنِ۔ سچ کہا ہی۔ عِنْدَ[3] الْاِمْتِحَانِ یُکْرَمُ الرَّجُلُ اَوْ یُهَانُ معزز وہ ہیں جن کو امتحان میں کامیابی نصیب ہے۔ دہلی میں تمہاری تضیع وقت کے بہت سامان ہیں مگر پڑھنے لکھنے میں تمہاری مدد کچھ نہیں اور جو ہے اُس سے مستفید ہونے کا تم کو سلیقہ نہیں متنبی کے چند شعر لکھتا ہوں سہل ہیں جب تم کو امتحان سے پوری فرصت ہو تو ان کا حل لکھو مگر بے مدد غیرے

صَحِبَ النَّاسُ قَبْلَنَا ذَا الزَّمَانَا — وَعَنَاهُمْ فِیْ شَانِہٖ مَا عَنَانَا

فَتَوَلَّوْا بِغُصَّۃٍ کُلُّهُمْ مِنْهُ — وَاِنْ سَرَّ بَعْضَهُمْ اَحْیَانَا

رُبَّمَا تُحْسِنُ الصَّنِیْعَ لَیَالِیْهِ — وَلٰکِنْ تُکَدِّرُ الْاِحْسَانَا

وَمُرَادُ النُّفُوْسِ اَصْغَرُ مِنْ اَنْ — نَتَعَادٰی فِیْهِ وَاَنْ نَتَفَانَا

غَیْرَ اَنَّ الْفَتٰی یُلَاقِی الْمَنَایَا — کَالِحَاتٍ وَلَا یُلَاقِی الْهَوَانَا

وَلَوْ اَنَّ الْحَیٰوۃَ تَبْقٰی لِحَیٍّ — لَعَدَدْنَا اَضَلَّنَا الشُّجْعَانَا

وَاِذَا لَمْ یَکُنْ مِنَ الْمَوْتِ بُدٌّ — فَمِنَ الْعَجْزِ اَنْ تَکُوْنَ جَبَانَا

کُلُّ مَا لَمْ یَکُنْ مِنَ الصَّعْبِ فِی الْاَنْفُسِ — سَهْلٌ فِیْهَا اِذَا هُوَ کَانَا

---

[1] ہم بھی مرد ہیں اور وہ بھی مرد مرد برابر [2] ایمان والا آدمی ایک ہی سوراخ سے دو مرتبہ ڈسا نہیں جاتا یعنی پہلی ہی خطا پر متنبہ ہو جانا دلیل عقل مندی ہی [3] امتحان کے وقت کھلتا ہی کہ یہ آدمی قابل عزت ہی یا ذلت [4] ہم سے قبل بھی لوگوں نے اس زمانہ کی رفاقت کی ہو اور اس کی بابت اُن کو بھی وہی رنج پہونچا ہی جو ہم کو پس سب کے سب اس سے ناخوش رہی پھرے اگرچہ لوگوں کو گاہ گاہ خوش بھی کیا۔ کبھی کبھی اُس کی راتیں حسن سلوک کرتی ہیں لیکن یہ احسان بھی تکدر سے خالی نہیں۔ دلوں کی مراد اتنی نہیں کہ ہم اس کے لئے آپس میں عداوت و رنج کریں سوا اس کے کہ جوان مردکالی

خط ۲۰

مجھ کو ابھی تک تمھارے اُسی خط کا جھگڑا لگا ہی جس میں تم نے حال امتحان لکھا تھا اور جھگڑا کیوں نہ لگے۔ میں زمانے کے حال پر نظر کرتا ہوں پھر اپنی طرف کہ اربعین سے متجاوز ہوا، ضعف قویٰ مجھ کو محسوس ہونے لگا۔ تمہاری بدشوقی اور بداستعدادی کا یہ حال کہ پہلی سطر میں مرجع واحد اور ظلکم میں کم اور ایاک میں ک اور ایا لیہ میں ہ تین طرح کی ضمیریں۔ شاید میں نے تم سے کبھی خط لکھوایا ہو اور اُس میں زادت معالیہ و بورک فی ایامہ و لیالیہ آیا تھا تم نے ضمیروں میں وہ خلط بحث کیا کہ خیال کرنے سے ایذا ہوتی ہو۔ ہنوز دلی دور است عربی دانی کا کیا مذکور ابجد تک درست نہیں۔ اب دوسری سطر پر چلو تو ادائے بین الالف ممدودہ کیا معنی؟ ادا ایک وزن مصدر مجرد ہی جیسے بقا، شنا را و ادا لفرایضہ او ادالدین اوادا الیہ بالاحسان۔ فعال کان فاعال کیوں ہونے لگا۔ عربی آتی ہو اور قواعد مستحفظ ہوں تو معلوم ہو لوگ کیسی کیسی غلطیاں کرتے ہیں۔ ادائے آداب کو ادائے ادب۔ اداب میں الف ممدودہ ہی وہ جمع ہے ادب کی جیسے اقوال افعال۔ ارداب کا اداب ہوا۔ گویا ادب کا فرض ادا کرنے کے بعد۔ خدمت بھی بہ قاعدہ رسم الخط غلط۔ جتنی تا زائدہ ہیں سب گول ۃ یا چھوٹی لکھنی چاہئیں پس خدمۃ ہوا لوگوں کی سند مت پکڑو یہاں قاعدہ کا مذکور ہے۔ پھر خدمت کے مونث ہونے میں کیا شک ہی۔ علامۃ تانیث ت موجود اس کی صفۃ مقدسۃ یا مقدسہ ہونی چاہیئے نہ مقدس کہ وہ صیغہ مذکر ہی۔ سنو صاحب تم ہو محصل۔ تمہاری نظر چھوٹے

(بقیہ صفحہ ۵۵) کالی مورتوں کا مقابلہ کر لیتا ہی اور ذلت تو ہیں برداشت نہیں کر سکتا اور اگر زندگی کسی صاحب حیات کی قایم رہتی تو ہم میں سے جو بہت ذلیل ہوتا اسی کو شجاع ہم گنتے۔ اور جب کہ موت سے کوئی چارہ ہی نہیں تو ڈرپوک و بزدل ہونا دلیل عاجزی و ناتوانی ہی نفس کیلئے جتنی دشوار یاں ہیں وہ جب تک نہیں ہوئیں جبھی تک دشوار ہیں اور جب ہو گئیں تو پھر محض آسان۔

(نوٹ صفحہ ہذا) لے چالیس سال اس کے مرتبہ بلند ہوں اور روز و شب میں برکت دے۔

چھوٹے قاعدوں کا تحفظ نہ کرے گی تو تم کو قاعدہ یاد کیوں کر رہیگا؟

تم کو میری اس عیب گیری سے تکلیف ہوتی ہوگی مگر معاف کرو میرا فرض ہے کہ تم کو تمہارے عیوب پر مطلع کروں۔ تم نے عربی کا امتحان تو کچھ بھی نہیں دیا اور یہی حال ضرور انگریزی کا ہوا ہوگا۔ کیوں کہ جس کی عادت احتیاط کی ہوتی ہے وہ سب چیزوں میں احتیاط کرتا ہے۔ انگریزی سے میں خود عاجز ہوں اس واسطے کہ مجھکو نہیں آتی اور اگر میری تقدیر میں کچھ آنا ہے تو خدا کرے وہ علمِ دین ہو۔ میں بڑھاپے میں انگریزی سیکھ کے کیا کرونگا؟ مگر تم اُس کے سخت حاجت مند ہو تم مجھ پر نظر مت کرو کہ میں ایک سگِ دُنیا ہوں لیکن مجھکو چھوڑ کر علم تمہاری ددھیال اور ننھیال کے لئے تمغائے شرف رہا ہے۔ کیا افسوس کی بات نہیں کہ تم خاندان علما میں ہوکر عربی میں خام رہو۔ بہ خدا مجھ کو...... وغیرہ کی حالت پر نظر کر کے افسوس ہوتا ہے۔ ہم لوگ ایسے نا اہل پیدا ہوئے کہ علم سے مناسبت نہیں۔ سو بشیر تم سنبھالو ع اگر پدر نہ تواند پسر تمام کند۔ اگر صرف قرآن کا ایک رکوع بہ نظر تحقیق دیکھتے رہو یا حدیث کی کوئی کتاب شروع کردو تو بھی خالی از منفعت نہیں۔ مگر جو کچھ پڑھو تحقیق اور تدقیق کے ساتھ۔ خدا تم کو توفیق دے اور میں اپنے جیتے جی تم کو عالم اور ٹینس[1] میں دیکھوں۔

تم نے چھوٹی لڑکی کا نام بشریٰ خوب تجویز کیا۔ مجھ کو پسند ہے۔ میں نے اپنے خط میں فعلیٰ مونث افعل التفضیل لکھا تھا وہ بھی ہے مگر ایک فعلیٰ صفتی کہلاتا ہے۔ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى۔ یہ تو ایک نا منصفانہ بانٹ ہے ضیزیٰ اصل میں ضیزیٰ تھا۔ یٰ کی رعایت سے ض کو کسرہ دیا گیا ہے۔ لغت میں ضیزیٰ کے

---

[1] نام آور آدمی۔

معنی لکھے ہوں گے۔ جائرۃ من الجور یہ قرآن کی آیت وردت علی مشرکی العرب
کانو یعتقدون ان اللہ تعالیٰ اتخذ من الملئکۃ بنات۔ فاجابھم
اللہ بانّھم یحبّون لانفسھم البنین ویجعلون للّٰہ بنات فحینئذ
قسمتھم قسمۃ جائرۃ لا یقتضیھا العدل والانصاف فان اللہ
ان کان متخذًا ولدًا لاستحق البنین۔ کبھی کبھی مرد خدا دو ایک سطر عربی بھی
لکھا کرو۔ ۴۔ مئی ۱۸۷۶ء

خط ۲۱

مجھ کو اس کی خوشی ہے کہ تم اتنے بُرے نہیں رہے کہ فیل ہو جاؤ۔ لیکن تا وقتیکہ تم نصف سے زیادہ نمبر حاصل نہ کرو یا سٹنڈ وتھ کرڈٹ[2] یا گوٹ ہم سلف وتھ سکس[3] کے مستحق نہیں ہو سکتے کیوں صاحب تم تو قاعدہ پڑھتے ہو تم کو کریٹیسائز[4] کا کیا خوف۔ کوئی کیسی ہی نکتہ چینی کرے تم کو جواب اطراف و جوانب کو بچا کر دینا چاہیئے۔ تم کو مدرّسوں نے پاس کیا یعنی انھوں نے تمہارا پاسِ خاطر کیا۔ بشیر۔ زبان دانی مقدّم ہے۔ صرف نحو۔ لغت۔ انشا۔ محاورات۔ امثال و حکایات پر زیادہ زور دو۔ زبان دانی کے نمبروں پر بڑا لحاظ ہوتا ہے۔ اور سائنس گو فی نفسہ افضل ہے لیکن عام پسند نہیں۔ غرض ایسا قصد کرو کہ امتحان آئندہ میں یہ نقص باقی نہ رہیں۔ بے شک کلاس میں بہت طلبہ ہیں اور سب پر سبقت لیجانا مشکل ہے لیکن آخر کوئی اوّل ہو گا

---

[1] عرب کے مشرکوں کے رد میں نازل ہوئی ہے جن کا اعتقاد یہ تھا کہ خداوند تعالیٰ نے فرشتوں کو بیٹی بنایا ہے۔ اُن کے اس اعتقاد کے جواب میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اپنے لئے تو بیٹے پسند کرتے ہیں اور اللہ کیلئے بیٹیاں ٹھہراتے ہیں۔ پس ایسی حالت میں اُن کی بانٹنا منصفانہ بانٹ ہے جسکو عدل و انصاف قبول نہیں کرتا کیوں کہ اللہ اگر کسی کو اولاد ہی بنانا تو بیٹوں کا مستحق تھا [2] تعریف کے ساتھ پاس کیا [3] کام یابی کے ساتھ نکل آئے [4] نکتہ چینی۔

کیا وجہ کہ وہ کوئی تم نہ ہو اور دوسرا ہو۔ ابھی چالیس ہزار وبکہ کروڑ ہے۔ ابھی حضرت یونیورسٹی
کے امتحان میں ہزاروں سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے ؎ مرد باید کہ ہراساں نہ شود۔
مشکلے نیست کہ آساں نہ شود۔ کامیابی کی تدبیر یقینی یہ ہے کہ جو پڑھا جائے بہ تحقیق اور جتنا نظر
سے گزرا یاد۔ اگر کوئی قاعدہ یا محاورہ یا کوئی مضمون قابلِ یادداشت آگیا ایک نشان
خاص حاشیہ کتاب پر کر دیا یا بطور یادداشت ایک کتاب میں لکھ لیا اور اوقات فرصت
میں غور کرتے رہے محنت پائیداری کے ساتھ جاری رکھو نہ یہ کہ سارا وقت غفلت میں ضائع
کرو امتحان قریب ہو تو گھبرا جاؤ۔ ہر مہینے اپنا خود امتحان لے لیا کرو۔ خود سوال بنا لیے
یا دوسرے سے بنوا لئے اور بطور مشق اُن کے جواب لکھے۔ عربی میں اگر کہو میں سوالات بھیج دیا
کروں۔ کمالِ فن عجیب قدرت اور قوت ہے۔ ایک زبان میں عمدہ معلومات ہو تو دوسری
زبانوں کے حاصل کرنے میں ضرور مدد ملتی ہے۔ جس قدر لوگ مجھ سے تعارف رکھتے ہیں سب
تمہارا حال اکثر پوچھا کرتے ہیں ع فکر ہر کس بہ قدر ہمت اوست۔ کوئی کہتا ہے
خوب کیا کوئی کہتا ہے بُرا۔ یہ تمہاری کوشش اور محنت پر منحصر ہے کہ مجھ کو لوگوں کے
نزدیک احمق بناؤ یا دانش مند۔ خدا کرے کہ تم کو امتحانوں میں کامیابی ہو اور زور
استعداد تم کو نصیب ہو۔ ریڈ صاحب بہادر تمہارے حالات کے مستفسر تھے۔ اگر
مناسب سمجھو تو کبھی کبھی اُن کو چٹھی لکھا کرو۔ گرمی کا دن پہاڑ ہوتا ہے۔ دن کا
سونا خلاف انتظام الٰہی ہے۔ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا۔[1]
اور ایک نقصان عاجل یہ ہے کہ جو لوگ دن کو سوتے ہیں رات اُن پر دوبھر ہو جاتی ہے

---

[1] اور رات کو ہم نے پردہ بنایا کہ لوگ اپنے گھروں میں چھپ کر آرام اور چین سے بسر کریں) اور دن کو روزگار میں
لگیں (لوگ تلاش وجہ معاش میں سرگرم پھریں)

امید ہے کہ تم نے دن کے سونے کی عادت نہیں کی تو دن بھر کیا کرتے ہو۔

تم نے ایک خط میں جنابمن لکھا۔ جناب اور من دو کلمے جداگانہ ہیں۔ اُن کا ملانا خلافِ قاعدہ۔ عوام کو عائشہ میں بڑی غلطی ہو۔ عائشہ اور آسیہ دو نام عائشہ کے معنی جیونی یا جینے والی۔ عیش سے نکلا جس کے معنی زیستن۔ اور پیغمبر صاحب کی ازواج طاہرات میں اُن کی بیوی کا نام ہو۔ جو حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی تھیں آسیہ عَلَم ہو فرعون کی عورت کا جس کے لغوی معنی غم خوار کے ہیں۔ اسی غم و غمخوار گی۔ پس آشیہ یا عاشیہ یا عاسیہ سب غلط، یاد رکھو۔

لوگوں کی ضرورتوں میں کام آنا اچھی بات ہو۔ لیکن اول خویش بعدہٗ درویش، اپنی ضرورت سب پر مقدم ہے۔ ایسا مت کرو کہ تمہارا کام کا وقت لوگوں کے خطوط لکھنے یا بچّوں اور مبتدیوں کی تعلیم میں صرف ہو۔ تمہارا خط لکھنا اگر بہ کار آمد ہے تو صرف اسی قدر کہ مجھ کو لکھو۔

نحو میں توضیح المرام نہایت عمدہ کتاب ہو بہ شرطے کہ جی لگا کر غور سے اُس کو بالاستیعاب دیکھو اور یاد رکھو۔ مالابدّ منہ فی الصرف بھی صرف میں اچھی ہو مشارق الانوار۔ جس کا ترجمہ مولوی خرم علی صاحب نے کیا تمہارے لئے نافع ہو۔ ہر روز دو حدیث کا سمجھ کر دیکھنا بڑا فائدہ دے گا لیکن اپنے مطالعے سے استفادہ کرنا تم سے امید نہیں۔ اس نظر سے میں بھی یہی صلاح دونگا کہ عربی میں کوئی نہ کوئی چیز باہر ضرور پڑھو۔ تم نے منطق کا نام سُنکر ہمت ہار دی ورنہ اب تک دو تین چھوٹے چھوٹے رسالے ختم ہوئے ہوتے اور ایک طرح کی مناسبت پیدا ہو گئی ہوتی۔

اکثر سرکاری مدارس میں یہ دستور ہو کہ مئی جون کے مہینوں میں مہینے سوا مہینے کی تعطیل

ہوتی ہے تم نے اپنے کالج کی نسبت کیا تحقیق کی اور اگر بالفرض تعطیل ہوگی تو کب اور کتنے دن کی اور تم نے وہ ٹ ہیرلوس آف اٹ کیا تجویز کیا۔ شاید تمہارا امیرپاس چلا آنا زیادہ مفید ہوگا اس سے کہ دہلی میں تمہارا وقت گراں بہا ضائع ہو۔ ۱۲ مئی ۱۸۷۶ء

خط ۲۲

بشیر۔ اضافت یا حروفِ جارہ یا ظروف کی وجہ سے کے آتا ہے اور جب جملہ صفت یا صلہ آتا ہے تو کہ۔ برخواست غلط۔ برخاست صحیح خواستن چاہنا۔ خاستن اُٹھنا۔

تمہارے آنے کی بابت غور کیا بے اختیار جی چاہتا ہے کہ تم کو بلالوں مگر حرارت موسم سے جی بہت ڈرتا ہے۔ اگر وہ ہوپ میں ریل پڑ گئی تو تکان سفر اور گرمی سے شاید تم علیل ہو جاؤ ہمت نہیں پڑتی کہ بلاؤں۔

بشیر۔ انگریزی کی زباں دانی پر پوری توجہ کرو لٹریچر بڑی ضروری چیز ہے۔ اس کا علاج ہی یادداشت کہ صفحے کے صفحے اور ورق کے ورق یاد۔ کوئی خیال نہ ہو جس کا طرز ادا تم کو سندًا یاد نہ ہو۔ اور گریمر۔

مجھ کو نئی روح کے حالات لکھتے رہو۔ خدا کرتا کہ بچ جاتی۔ اللہ تعالیٰ اپنا کرم کرے۔

خط ۲۳

بشیر۔ تمہارا خط پہونچا۔ اشعار مشکل تھے مگر اشکال صرف لغات عربیہ کا ہے عبارت مغلق نہیں۔ میں نے محنت سے جواب لکھا ہے۔ مہربانی فرما کر غور سے پڑھو۔ بے مصرف سمجھ کر پھینک مت دینا۔

میں طیار اور طوطا کو رو براہ سمجھتا ہوں۔ ہندی لفظ ہیں جن کا ماخذ عربی میں نہیں

سلہ اس کا عمدہ استعمال۔

فارسی میں طوطی دوسرا جانور ہے۔ لیکن اگر کوئی توتا او رتیار لکھ دے تو غلط نہیں کہا جاسکتا۔
تم بشیری کے لئے دل چھوٹا مت کرو۔ یہ انتظام الٰہی ہے۔ اور ضرور اس میں کوئی مصلحت مضمر ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ میں اب اچھا ہوں مگر تنہائی بجائے خود ایک علالت ہے جی خوش نہیں رہتا۔ خدا تم میں تلافی کرے اُن صدمات متواترہ کی جو ضیاع اولاد سے مجھکو اور تمہاری والدہ بے چاری کو پہنچے ہیں۔
بشیر۔ گرمی ہے اور موسم ردی احتیاط او رحفظ صحت کرو اللہ تمہارا حافظ و نگہبان ہے
والدعا۔ ۱۸۔ مئی ۱۸۷۶ء

خط ۲۴

بیوی صاحب کو سلام کے بعد معلوم ہو۔ یہ بھی ایک دُنیا کا دستور قرار پاگیا ہے کہ جب کسی کا کوئی عزیز قریب مرجاتا ہے لوگ اُس کی ماتم پرسی کیا کرتے ہیں میں تم کو یہ خط اس دستور کے مطابق نہیں لکھتا کیونکہ مصیبت تنہا تم پر نہیں، مجھ پر بھی ہے۔ میاں بی بی کا عجیب رشتہ ہے کہ مرد و عورت نکاح کے ہو جانے سے دنیا کی سب چیزوں میں شریک ہو جاتے ہیں یہ بات کسی اور رشتہ میں نہیں پائی جاتی ہے۔ میرا تمہارا مال مشترک۔ گھر مشترک۔ کھانا پینا مشترک۔ اولاد مشترک آبرو مشترک خوشی مشترک رنج و غم مشترک اگر یہ لڑکی جنتی تو کیا تمہاری اکیلی کی لڑکی ہوتی نہیں میری اور تمہاری دونوں کی۔ پس اگر مر گئی تو کیا تمہاری اکیلی کی بیٹی مری ہے نہیں میری تمہاری دونوں کی پھر بھی تسلیم کرتا ہوں کہ تم کو اس سے بڑا قوی تعلق تھا لیکن روحانی تعلق کی وجہ سے شاید جس دن وہ مری ہے میرا دل خود بخود بیقرار تھا اور میں نے اسی گھبراہٹ میں میاں بشیر کو خط لکھا تاریخ ملا کر دیکھو غالب ہے کہ خط کی تاریخ اور اس کے مرنے کی تاریخ ایک ہو گی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ[1] ظہیر۔ نصیر وغیرہ کے

---

[1] ہم خدا کے ہیں اور اُسی کی طرف پھر جانے والے ہیں۔ یہ آیت ہے نزول مصیبت کے وقت مفید صبر و تسکین۔

مرنے سے یہ تو بخوبی تجربہ کر چکے کہ موت پر انسان کا کچھ اختیار نہیں چلتا۔ رہا رنج، وہ بھی رفتہ رفتہ کم ہو جاتا ہے۔ میں تم پر الزام نہیں لگاتا اپنا حال بیان کرتا ہوں کہ نصیر کو کس قدر پیار کرتا تھا۔ اُسکی قبر میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور میں سوتا بھی ہوں ہنستا بولتا بھی ہوں۔ دُنیا کا کوئی کام مجھ سے نہیں چھوٹا۔ تو جب ظہیر۔ نصیر کے رنج کو ہم نے چند سال میں بھلا دیا یہ لڑکی بے چاری کئے دن کی تھی؟ آخر پھر دُنیا اور دنیا کے کام۔ کتابوں میں بہت ٹھیک لکھا ہے کہ دانا اور احمق صبر دونوں کرتے ہیں مگر فرق اتنا ہوتا ہے کہ احمق رو دھو کر چپ کرتا ہے اور دانا شروع سے خدا پر نظر کر کے چُپ ہو رہتا ہے۔ غرض صبر تو آخر کرنا پڑے گا۔ پس کیا فائدہ کہ اپنا ثواب ضائع کریں۔ دل کو مضبوط کر آنسو پونچھ سنبھل بیٹھو۔ خدا ہمارا مالک ہے۔ اُس نے دیا۔ اُس نے لیا۔ خدا کو ہم سے عداوت نہیں بیر نہیں۔ جو کچھ کرتا ہے ہمارے نفع کے لئے کرتا ہے۔ لیکن اپنی کم فہمی کی وجہ سے ہم اُن مصلحتوں کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ دُنیا کے انتظام پر نظر کرو تو تن درستی۔ مال۔ اولاد اور حکومت شرافت۔ دین داری۔ ہزاروں طرح کی نعمتیں ہیں اور یہ نعمتیں خداوند کریم نے اپنی مرضی کے مطابق لوگوں میں تقسیم کی ہیں فَضَّلْنَا[1] بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ۔ ہم کو بھی اُس نے اپنی رحمتوں میں سے بہت بڑا حصہ عطا فرمایا ہے تو کیا ہم ٹھیکہ دار ہیں کہ خدا کی سب نعمتیں اپنے گھر میں گھسیٹ کر بھر لیں۔ اور پھر اولاد سے بھی خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے ہم محروم نہیں۔ اُن کی عمروں میں خدا برکت دے۔ اُن کو دین و دُنیا کی فلاح ہو کافی ہیں اب زیادہ اولاد لے کر کیا کرو گی انہی پر اپنی محبت صرف کرو۔ ان کے حق میں خدا سے دعائیں مانگو۔ اور مصیبت پر صبر کرو کہ خدا کی مرضی۔ شاید عاقبت میں انہی مصیبتوں کے طفیل سے ہم پر رحم ہو۔

۱؎ ایک سے ایک بڑھ کر بنایا ہے۔

کسی اُستاد نے کیا اچھا قطعہ کہا ہے۔ ؎

قسمت کیا ہر ایک کو قسامِ ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
بُلبُل کو دیا نالہ تو پروانے کو جلنا
غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

اے خدا ہم کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین۔ آدمی کو چاہیئے کہ جب اُس پر کوئی مصیبت نازل ہو دوسرے بندگانِ خدا کے حال پر نظر کرے اور وہ پائے گا کہ ہزاروں آدمی اُس سے بدتر حالت میں مبتلا ہیں۔ تم گھر کے گھر میں بےچاری ... کو دیکھو۔ بڑی ناشکری کی بات ہے کہ ہم ٹوکروں احسان اور چھکڑوں سلوک بھول جائیں اور تنکے بھر رنج کی برداشت نہ کریں۔ بشیر بچہ ہے۔ تم کو روتے دیکھ کر سہما جاتا ہوگا۔ اُسکے حال پر رحم کرو۔ اپنے حال پر رحم کرو کہ کیا تمہاری حالت ہو گئی ہے۔ آخر یہ کالبدِ خاکی سدِ سکندر تو نہیں ہے۔ اسی طرح رنجوں کے مارے اس کو تحلیل کر ڈالوگی تو کیا انجام ہوگا۔ ۴ جون ۱۸۷۶ء

خط ۲۵

بشیر۔ لاؤ اُس مختصر اور گول ۃ کے قاعدے کو زیادہ صاف کر ڈالیں۔ واضح ہو کہ سوائے الفاظ عربی کے گول ۃ لکھنی روا نہیں کیوں کہ یہ رسم الخط عربی کی ہے اور بس۔ عجمی الفاظ میں ہمیشہ لمبی ت لکھنی ہوگی۔ جیسے بت۔ دست۔ آتش پرست۔ مست۔ ہمالیہ پربت۔ سورت۔ مورت۔ عربی میں صرف چار قسم کی ت لمبی لکھی جاتی ہے۔ (۱) وہ ت جو ماضی کے صیغوں میں علامتِ فعل یا ضمیر فاعل یا مفعول مالم یُسَمَّ فاعِلُہٗ ہو۔ جیسے ضربت۔ ضربت۔ ضربتِ۔ ضربت۔ وغیرہ۔ (۲) تاء جمع مونث سالم۔ جیسے مسلمات صالحات۔ واہیات۔ بنات۔ (۳) تاء اصلی جیسے وقت۔ سبت۔ التفات۔ فوت۔ موت۔ (۴) جب لام کلمہ حذف ہو کر کلمہ ثنائی رہ گیا ہو تو اُسکے آخر میں جو تاء تانیث لاحق ہوگی طولانی لکھنی

ہو گی جیسے بنت ساخت۔ اصلی مادہ بنو اخو ہے۔ ان چار قسموں کے علاوہ جتنی تنیتیں ہیں سب کو مختصر یا گول لکھنا ہو گا۔ ہذا[۱] فاحفظہ۔

تمہارے خط کے ایک لفظ لوآلی میں بحث تھی لُولُو بروزن فُعلُل ایک وزن رباعی مجرد کا ہے۔ اُس کی جمع بروزنِ فعالِلُ کہ ایک وزن منتہی الجموع کا ہے لآلی ہونی چاہیے لیکن عدول کسرے سے طرف ضمّے کے درست نہیں تو لآلی رہ جائے گا۔

بشیر۔ تم بھائی بہن مل کر ماں کو تسلّی دو اور سمجھاؤ۔ غموں کے مارے اُن کا بدن بہت تحلیل ہو گیا ہے۔ تَاللّٰہِ[۲] تَفتَؤُا تَذکُرُ یُوسُفَ حَتّٰی تَکُونَ حَرَضًا اَو تَکُونَ مِنَ الہَالِکِین۔

بشیر۔ چند روز کے لئے ایسا التزام کرو کہ اکثر اپنی ماں کے پاس بیٹھا کرو تاکہ اُن کو ایذادہ تصورات کا موقع نہ ملے۔

خط ۲۶

کیوں جی خیریت کیا لفظ ہے؟ ضرور عربی ہے۔ خیر و شر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ بس ی اور ۃ مصدری ہو گی جیسے قابلیت۔ جاہلیت۔ ی اور ۃ لگا کر صرف صفت کے صیغوں کو مصدری بناتے ہیں یعنی اسم فاعل۔ اسم مفعول صفت مشبہ چنانچہ لفظ خیر اسم اور صفت دونوں ہے۔ بھلائی اور بھلا۔ تو خیریت ٹھہرا۔ لیکن در حالے کہ لفظ خیر خود مصدر ہے تو اُس کو ی ۃ لگا کر مصدر بنانے کی کیا ضرورت ہے۔ چنانچہ خیر و عافیت کہتے ہیں پس آئندہ سے صرف خیر یا خیر و عافیت لکھا کرو۔

تم نے غلط سُنا کہ میں ... کو پڑھاتا ہوں۔ صرف ایک دن مولوی صاحب کی آنکھوں میں درد

۱؎ اس کو نوادر یاد رکھو۔ ۲؎ بہ خدا تو تو یوسف کی یاد سے باز نہ آئے گا یہاں تک کہ تیرے ہوش و حواس جلتے رہیں یا ہلاک ہو جائے یہ اخوان یوسف کا قول ہے۔ یہاں اقتباساً نقل ہوا ہے۔ مرجع مونث اور یوسف سے مجازاً اولاد مراد ہے۔ ۱۲

شدید تھا میں نے پڑھا دیا۔ میں اُن کو پڑھاتا نہیں بلکہ اُن کے پڑھنے پر رشک (حسد نہیں) البتہ کرتا ہوں۔ ماشاء اللہ ایسا کھرا اور ٹکسالی پڑھنا میں نے تو امیرزادوں میں نہیں دیکھا اور سبب اصلی اس کا یہ ہی کہ اوّل تو مولوی ... کا طرزِ تعلیم ایسا ہی کہ بے یاد اور بے مطالعہ اُن سے کوئی پڑھ نہیں سکتا اُن کو نئے مطالب کے بتانے میں تامل ہوتا ہی نہ کہ پڑھا ہوا۔ دوسرے یہ کہ لڑکوں سے محنت بہت لیجاتی ہی یہ بلا کی گرمی ہی اور ہر روز بلا ناغہ صبح سے نصف شب تک۔ اس میں کہاں تک شاگرد بے دلی کریگا۔ تم اپنی حالت سے مقابلہ کرو۔ یاد اور مطالعہ دو لفظ ہیں جو تمہاری ڈکشنری[۱] میں داخل نہیں۔ رہی محنت وہ اگر ہی بھی تو برائے نام۔ میاں شبیر۔ علم کسی کی میراث نہیں کرتے کی بدیا مشہور بات ہی۔ تم ان سب سے بہتر ہو بہ شرطے کہ جی لگاؤ۔ اور کامل توجہ صرف کرو۔ تمہارا پڑھنا دُنیا کی کل ضرورتوں پہ مقدم ہی۔ خدا کے لئے تم اس سے غفلت مت کرو۔ تم فارسی کو زیادہ نہیں تو اس قدر درست کر لو کہ مراسلت کرسکو۔ اگر غور کرو تو ایک پہاڑ کاٹنے کو ہے۔ فارسی۔ انگریزی۔ عربی علوم ایک دفتر ہی۔ لیکن ہمت قوی رکھو خدا تمہارا مددگار ہے محنت کئے جاؤ۔ ۱۲ جون ۱۸۷۶ء

خط ۲۷

تمہارا دہلی سے نفرت کرنا یہ تمہارے حق میں ایک فالِ نیک ہی اور جس کو خدا نے عقل و غیرت وجمیعت دی ہو گی ضرور ہی کہ وہ اہل دہلی کے اوضاع و عادات ناپسند کرے۔ تم اپنے تئیں ایسا سمجھو کہ بضرورت تحصیلِ علم پردیس میں ہو۔ تم ان جھگڑوں میں مت پڑو۔ دَعْ[۲] فِئَۃً اَضَلَّھَا اللہُ کَیْفَ تُرْشِدُھَا میں جانتا ہوں کہ ان کو دُنیا کا رنٹ ہی۔ لیکن کیا کروں دینا ہی پڑتا ہے۔ تم اگر وہاں نہ ہوتے تو شاید برسوں بھی میں دہلی کی خبر نہ لیتا۔ اور تم کو

---

[۱] لغات کی کتاب [۲] چھوڑ اس گروہ کو جس کو خدا نے گمراہ کیا ہی کیوں کر تو اُسکو راہ پر لائیگا۔ متنبی کے شعر کا ٹکڑا ہی پورا شعر یوں تھا۔ یا مراد العاشقین دَعْ فِئَۃً ؎ اَضَلَّھَا اللہُ کَیْفَ تُرْشِدُھَا۔

معلوم ہے کہ میں نے ان لوگوں کو ناقابل خطاب سمجھ کر مطلقاً ترک مراسلہ کیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ مجھ سے ان لوگوں کو گزند کیا پہنچتا ہے۔ میں کسی طرح ان لوگوں کا بارِ خاطر نہیں۔ خدا نے تمام عمر مجھ کو ان کا شرمندۂ احسان نہیں کیا اور جہاں تک ہو سکتا ہے سلوک کر دیتا ہوں۔ اگر شیوۂ انصاف سے دیکھو تو مرد اور عورت بڑے اور چھوٹے ہر ہر متنفس کے ساتھ کچھ نہ کچھ ایصالِ نفع ضرور کیا ہے۔ احسان فراموشی کا علاج نہیں۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے اپنے فضل و کرم سے مجھ کو ان کی مدح و ذم دونوں سے مستغنی کیا ہے۔ اگر یہ لوگ میری مدح کریں تو مجھ کو کیا بخش دینگے سوائے اسکے کہ مجھ کو خوش کر کے دو چار روپے مجھ سے لیں مجھکو کون سا نفع پہنچا سکتے ہیں؟ اور اگر ساری دلّی میں مجھ کو بُرا کہتے پھریں تو میرا کیا نقصان ہے؟ قُلْ مُوْتُوْا بِغَیْظِکُمْ[1] اب ذرا بجنور والوں کی غیرت کو دیکھو کہ مولوی صاحب کا مجھ پر کتنا بڑا حق ہے اور اگر اُٹھ ہوں تو میں اُن کو ٹال نہیں سکتا۔ اُن کے ہاتھوں سے مجھے کبھی کسی قسم کی ایذا نہیں پہنچی اور اُن کے بمقابل حضراتِ دہلی ہیں کہ عمر بھر دیتا رہا اور پھر بھی اُن کے مزاج درست نہ ہوئے حقیقت میں یہ مادہ حسد ہے۔ ان کو جلن اس بات کی ہے کہ خدا نے ان میں سے کسی کو یہ نعمت نہیں دی۔ وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ[2] لبشیر۔ تم خدا کے لئے تم اپنے خیالات اونچے، حوصلہ فراخ، ہمت بلند، نظر سیر رکھو۔ ؎ حقا کہ با عقوبتِ دوزخ برابرست + رفتن بہ پائمردیِ ہمسایہ در بہشت + تف ہے اُس آسائش پر جو دوسروں کے طفیل میں حاصل کی جائے۔ خدا تم کو کسی کا دست نگر نہ کرے اور ہمیشہ تمہارے ہاتھ سے لوگوں کو دلوا تا رہے۔ برخوردار تم ان سب باتوں سے قطع نظر کرو۔ اور پڑھنے میں جی لگاؤ جس کی

---

[1] کہہ دے کہ اپنے غصہ میں جل مرو۔ اقتباس ہے [2] خدا جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے اختصاص بخشتا ہے۔ اور خدا بڑا ہی فضل والا ہے۔

بڑی ضرورت ہی۔ تم اپنی کوئی حاجت سے متعلق مت رکھو اور تم کو میرے برتاؤ سے خود معلوم ہو جائیگا کہ میں کہاں تک تمہارے مقابلے میں روپے کو عزیز رکھتا ہوں۔ اے دشمنانِ عقل۔ اگر روپیہ تمہارے خلاف خواہش کچھ پس انداز ہو گیا ہی تو تم کو اس کا حسد کیوں ہے؟ میں تو اس کو اپنے ساتھ نہیں لے جاؤنگا۔ یہ لوگ کبھی خوش ہو نہیں سکتے تاوقتیکہ اپنے حسد کے مطابق مجھ کو تنگ حال نہ دیکھیں۔ وَيَأْبَى اللّٰهُ اِلَّا اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ[1]

بشیر۔ کہاں تک تم سے دکھڑا روؤں معاملے کی صفائی کا یہ حال کہ گھر کے گھر میں نصف روپیہ غائب۔ تم ان جھگڑوں میں اپنا وقت ضائع مت کرو۔ ؎

عَجِلْتُ[2] مِنْ شَيْخِيْ وَمِنْ زُهْدِهٖ وَذِكْرِهِ النَّارَ وَاَحْوَالَهَا
يَكْرَهُ اَنْ يَشْرَبَ فِيْ فِضَّةٍ وَيَسْرِقُ الْفِضَّةَ اِنْ نَالَهَا

اگر کہیں یہ خط نظر پڑ گیا تو نارِ فساد مشتعل ہوگی اور تم پر سب مل کر نرغہ کریں گے۔ اس خط کو پڑھ کر چاک کر دینا میں نے صرف تمہاری اطلاع کیلئے یہ حال لکھا ہی ورنہ میں نے تو سمجھ لیا ہی ع شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن ... کے باب میں یہاں بیٹھا ہوا کیا رائے دوں۔ مصالحہ اچھا ہے۔ بشرطیکہ صمیم قلب سے اسکی خواہش ہو اور طرفین سے اس کی تمنا کی جائے فَاَصْلِحَا[3] وَالصُّلْحُ خَيْرٌ

بشیر۔ ذرا کھانے پینے میں احتیاط رکھا کرو۔ وہ احتیاط یہ ہو کہ اوقات منضبط خلاف وقت مت کھایا کرو۔ اور اقسام اطعمہ بھی مضر ہیں۔ ایک غذا سے جو جی کو بھائے پیٹ بھر لینا ضامن تندرستی ہے۔ ۱۵۔ جون سنہ ۵۶ء

۱؎ خدا نہیں چاہتا مگر یہ کہ اپنی روشنی کو پورا کرے اگرچہ ... برا لگے۔ اقتباس ہی۔ ۲؎ مجھکو شیخ اور اسکی پرہیزگاری وشدائد دوزخ سے تعجب آیا۔ چاندی کے برتن میں کچھ پینے کو برا جانے اور پائے تو چرائے ۳؎ پس دونوں مل جاؤ اور ملنا اچھی بات ہے ۱۲

خط ۲۸

تمہارے کان بھی اس مصرعہ سے ضرور آشنا ہوں گے ع ۔ خدا پنج انگشت یکساں نکرد۔ طول اور وضع اور تعداد انامل[۱] کے اختلاف سے انگلیوں کو اعانت اور استعانت کا عمدہ موقع دیا گیا ہے یعنی انگلیوں کے اختلاف حالت نے ہاتھ کو زیادہ قوی اور بکار آمد بنا رکھا ہے مگر اس اختلاف کی بھی ایک حد ہے معین ، جس میں افراط و تفریط کی گنجائش نہیں ۔ یہی حال ہے ایک خاندان کے لوگوں کا اگر اُن کی حالتیں ایک اندازۂ مناسب تک متفاوت ہیں تو یہ اختلاف متفرداً اُن کے اور مجتمعاً سارے خاندان کے حق میں مفید ہوگا لیکن فرض کرو کہ کسی کے ہاتھ کی ایک اُنگلی بے موقع بڑھ کر گز بھر کی ہو جائے تو وہ ملبونتری انگلی عذاب ہو گی اپنے حق میں اور دوسری انگلیوں کے حق میں اور سارے ہاتھ کے حق میں ۔ تمول کے اعتبار سے اپنے خاندان کے ہاتھ میں وہ ملبونتری انگلی میں ہوں نہ آپ خوش رہ سکتا ہوں نہ اوروں کو خوش رکھ سکتا ہوں ۔

خط ۲۹

آج میں ... صاحب کے یہاں بیٹھا تھا ۔ کیا دیکھا کہ ... اور ... مولوی صاحب سے سبق پڑھتے اور ہر وقت اُن کو ... صاحب اپنے روبرو بٹھا کر یاد کراتے ۔ دانا[۲] احمق نما اگر نہ دیکھا ہو تو ... صاحب کو دیکھو کہ اس شخص کا قیافہ اور گفت و گو خالی از سفاہت[۳] و سادہ لوحی نہیں ۔ لیکن اپنے معاملات کو یہ شخص بڑے انہماک[۴] اور اہتمام سے انجام دیتا ہے ۔ رعایا سے تعلقہ کو حُسنِ تدبیر سے ایسا مسخر کیا آج وہ علاقہ مثل زد ہو رہا ہے ۔ اب ان بچوں کی تعلیم میں

---

۱ انامل جمع انملہ اُنگلیوں کے بند یعنی پوریں ۔ ۲ یعنی ظاہر میں دیکھو تو احمق معلوم ہو مگر ہو حقیقت میں بڑا سیانا ۔ ۳ حمق ، نادانی ۔ ۴ ہر وقت ایک کام کے پیچھے پڑے رہنا ۔

اس بلا کی آمادگی اور تن دہی ہے کہ اگر اُس کی کیفیت واقعی لکھی جائے تو مبالغہ معلوم ہو۔ وہیں بیٹھے بیٹھے میرے ذہن میں یہ خیال گذرا کہ یہ شخص تین بیٹے رکھتا ہے اور جائداد وافر مستمر کا مالک ہے اگر اس کے لڑکے نہ بھی پڑھیں تاہم کم سے کم ہر متنفس سو سو روپیہ ماہوار آمدنی رکھے گا۔ میرا کیا حال ہے کہ ایک بیٹا اور پیشہ نوکری اور علم میراث خاندانی۔ تو جب صاحب کو اپنے بچوں کی تعلیم میں یہ سرگرمی ہے مجھ کو اُس سے ہزار چند ہونی چاہیئے۔ لیکن میں یہاں تم وہاں دور بیٹھے کیا کر سکتا ہوں سوائے اس کے کہ خطوط کے ذریعہ سے تاکید کیا کروں۔ لیکن پھر یہ بھی سمجھتا ہوں کہ آدمی کے دل کو خدا نے آزاد پیدا کیا ہے۔ انسان کا بدن قید کیا جا سکتا ہے۔ اُس کی آنکھ پر پٹی باندھ سکتے ہیں۔ کان میں روئی ٹھونس سکتے۔ منہ پر مہر لگا سکتے۔ پر دل کو قابو میں نہیں لا سکتے۔ پس نہ میں تم پر جبر کرتا نہ تاکید بلکہ بہ عجز و الحاح تم سے عرض کرتا ہوں کہ بشیر۔ خدا کے لئے لیاقت پیدا کرو۔ میں ایسا احمق نہیں ہوں کہ تم سے توقعات پیدا کر لوں۔ جب تک تم کو لیاقت حاصل اور اس لیاقت پر کوئی فائدہ مرتب ہو ضرور نہیں کہ میں جیتا رہوں۔ میرے باپ نے میرے پڑھانے میں بڑی جاں فشانی کی تھی۔ لیکن افسوس کہ وہ مرحوم و مغفور تَغَمَّدَہُ اللّٰہُ بِاِحْسَانِہٖ وَاَسْکَنَہٗ بُحْبُوحَۃَ جِنَانِہٖ[1] دنیا سے ناکام گئے۔ میرے ڈپٹی کلکٹر ہونے سے اُن کو مطلق نفع نہیں پہنچا پس اُن کی محنت کا نفع نہ اُن کو بلکہ مجھ کو اور تمہاری ماں بہنوں کو اور تم کو اور دوسرے اعزہ و اقارب کو پہنچا۔ جو معاملہ میرے والد کے اور میرے ساتھ ہوا کیا میرے اور تمہارے ساتھ ہونا ناممکن ہے؟ اس سے قطع نظر خدا نے مجھ کو ایسی حالت میں رکھا ہے اگر اس کو ثبات ہو شاید تا دمِ مرگ مجھ کو ضرورت نہ ہو گی کہ تم کو تکلیف دوں۔ پس ایسی حالت میں

---

[1] جس کو ہمیشہ کیلئے قیام ہو۔ خدا اُن کو اپنے احسان سے ڈھانپے اور اپنی جنتوں کے بیچوں بیچ بسلائے۔

تم پر بار بار موکد ہونا بخدا صرف تمہارے ذاتی نفع کے لئے جسکو میں بہ اقتضائے شفقت پدری اپنے ذاتی نفع پر مقدّم رکھتا ہوں ؎

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند ۔ جوانان سعادتمند پند پیر دانا را ؎

نصیحتے کنمت بشنو و بہانہ مگیر ۔ ہر آنچہ ناصح شفیق بگوید بپذیر

میں یہ نہیں کہتا کہ تم کو سود و زیاں کا تفرقہ و نیک و بد کا امتیاز نہیں لیکن اتنا کہوں گا کہ تم کو بے قراری کا شوق نہیں ۔ یہ اگر ہو تو پھر یہی تمہارا اُستاد ہی یہی تمہارا ساز و سامان ہی۔ آدمی خود ایجاد کرتا ہی کہ کیا کروں و کیونکر کروں کیسے کروں نیسیسٹی[۱] از دی مادر آف انونشن ۔ پس نیسیسٹی[۲] پیدا کرو اور وہ نہیں ہی مگر طلب صادق جیسے زور کی بھوک تڑاقے کی پیاس۔ یہ تصور کہ شاید عربی میں تم کو بہتر پڑھاتا ۔ مجھکو اکثر ایذا دیا کرتا ہے لیکن وہی شوق ہو تو اُستاد باپ سے بڑھکر کام دی ۔ ع شوق در ہر دل کہ باشد رہبرے در کار نیست ۔ اس کہنے سے کیا فائدہ ہوگا کہ تم فلاں چیز فلاں شخص سے پڑھو ۔ خلاصہ یہ ہی کہ اپنے وقت سے پورا پورا فائدہ لو ۔ تم بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ فراغ جو تم کو ماشاءاللہ اب میسر ہے کب تک رہیگا پس ان سرٹینٹی[۳] کی صورت میں صرف اس قدر تعطیل[۴] جائز ہی جو حفظ صحت کیلئے ضروری ہی ۔ میں کیا صرف تاکید کرنے پر قانع ہوں ۔ میرا دل کم بخت کب صبر کرتا ہے میں تمہارے فائدے کے لئے پس انداز بھی کرتا جاتا ہوں ۔ لیکن سمجھتا ہوں کہ علم سے بڑھ کر دولت نہیں ۔ اور اگر دولت علم پر میرا وہ اختیار ہوتا جو روپے پر ہے تو بشیر خدا کی قسم میں تم کو زبان تک ہلانے نہ دیتا افسوس اسی کا ہی کہ دولت علم بے اپنی محنت کے جمع نہیں ہو سکتی خدا اس کا گواہ ہے۔

۱؎ حاجت ام الایجاد ہی ۔ یعنی حاجت سے سب باتیں پیدا ہوتی ہیں ۲؎ حاجت ۔ ضرورت ۳؎ تذبذب ۔ عدم تیقن

۴؎ بیکاری ۔

وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیۡدًا[1] کہ میں تم سے روپے کو دریغ نہیں کرتا۔ اگر تم فیس مدرسہ کے علاوہ روپیہ خرچ کرنے سے فائدۂ علمی حاصل کر سکو تو میں بطیبِ خاطر اُس خرچ کو گوارا کرونگا چاہے وہ کتاب کے دام ہوں یا معلّم کی اُجرت۔ الغرض میں تمہاری تعلیم میں ہر طرح کی کوشش مالی و دماغی و جسمانی و روحانی کرنے کو موجود تھا اور ہوں اور رہونگا۔ گو تم نے اب تک کامل شوق نہیں کیا لیکن پھر بھی مجھ کو تم سے اُمید ہے اور میں باور کرتا ہوں کہ تم کبھی نہ کبھی ضرور شوق کروگے کیونکہ خدا نے تم کو سمجھ اچھی دی ہے وَذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ[2]۔ اگر میں تم کو نام آور کامیاب زندگانی میں چھوڑ کر دنیا سے اُٹھ جاؤں تو انشاء اللہ تعالیٰ بڑے اطمینان سے جاؤں گا۔ رَبِّ قَدۡ اٰتَیۡتَنِیۡ مِنَ الۡمُلۡکِ وَعَلَّمۡتَنِیۡ مِنۡ تَاۡوِیۡلِ الۡاَحَادِیۡثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اَنۡتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ تَوَفَّنِیۡ مُسۡلِمًا وَّاَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ[3]۔

۱۹۔ جون ۱۸۷۶ء۔

خط ۳۰

کل تمہارا خط مولوی صاحب کے نام کا نظر پڑا۔ تم اس کو دشمنی تجویز کرو یا دوستی مجھ کو ہر وقت تمہارے عیوب پر نظر رہتی ہے۔ تمہارے خط میں کئی غلطیاں تھیں سلام وعلیک تمہاری معمولی غلطی ہے۔ تم نہیں سمجھتے کہ سلامٌ علیک یا السّلام علیک صرف دو ہی عبارتیں سلام کے لئے موزوں ہیں۔ مسرروح[4] کوئی رگ نہیں۔ بسررو البتہ ایک رگ ہے جس کا خون نکالنے سے امراض[5] وجہ کا ازالہ ہوتا ہے۔ لوگوں کی غلطیوں کو

---

[1] اور خدا کی گواہی بس ہے [2] اور یہ خدا کی دین ہے جس پر چاہے فضل کرے [3] خدایا تو نے مجھکو ملک یا یعنی حکومت اور باتوں کی تاویل کا سلیقہ سکھایا۔ اے پیدا کرنیوالے آسمان و زمین کے تو آخرت میں میرا حامی و مددگار ہے۔ اُٹھا مجھکو مسلمان اور ملا مجھ کو نکوکاروں سے [4] ... [5] چہرے کی بیماریوں کا دفعیہ۔

کہاں تک گرفت کروگے ہفت اندام کو ہفتم اندام۔ باسلیق کو باسلیخ بولتے ہیں۔ جمادی بروزن فعالی مونث کا صیغہ ہے۔ الف مقصورہ علامتِ تانیث موجود ہے۔ پس الثانیہ اسکی صفت ہو سکتی ہے۔ الثانی یعنی جمادی الاولی و جمادی الثانیہ کہنا چاہیئے نہ کہ جمادی الاول اور جمادی الثانی۔ جُمادی کے معنی ہیں زمین شور کے، چوں کہ یہ مہینہ عرب میں خشکی اور گرمی کا ہے جُمادی کہلایا۔ ۲۱۔ جون ۱۸۷۶ء

خط ۳۱

تمہارا بہت وقت مراسلت میں صرف ہوتا ہے مطلق کھیلنے سے تو خط لکھنا بہ مدارج بہتر ہے۔ لیکن اسٹڈی میں خلل انداز ہو تو واجب الترک ہے اور جو شخص اس کثرت سے خط لکھے گا ممکن نہیں کہ وہ اسٹڈی کے لئے زیادہ وقت بچا سکے میں تم کو منع نہیں کرتا لکھو پڑھو مگر اپنا اصلی مطلب فوت مت ہونے دو۔ جتنی لگاوٹ تم ان کشامرہ اور پورب والوں سے کرتے ہو ان نابکاروں میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں پاتا۔ ورنہ اس دیدے کو پوچھو کہ ایک خط بیرنگ آجائے تو منہ بنائیں۔ گالیاں دیں۔ اور بے چارے ہرکارے سے ناحق دست گریباں ہو پڑیں۔ یہ اُلو کے پٹھے اشعار کیا سمجھیں مگر اِن کو بزاخفش بنا کر مشق بہم پہونچانا اچھا ہے۔ اس کا لحاظ رہے کہ تمہارے الفاظ پر یہاں بڑی گرفت ہوتی ہے اور یہ اچھی بات ہے۔ تم نے کہیں السلامی علیکم لکھا تو یہ صریح غلط تھا۔ سلامی مضاف مضاف الیہ میں اضافت معنوی ہے کیوں کہ جب صیغہ صفت اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو تو اُسی کو اضافت معنوی کہتے ہیں

لہ مطالعہ کتاب۔ مراد ہے لکھنا پڑھنا تحصیل علم ۲ کشمیری کی جمع ۳ دسویں حصے کا دسواں ۴ خستہ ۵ ہاتھا پائی۔ کرنے لگیں ۶ اخفش ایک بڑا عالم نحوی تھا اُس نے اپنا طریقہ یہ کہا تھا کہ باریک مسائل نحو کو اپنے بکرے کے آگے بیان کرتا تھا اور توضیح در توضیح کرتا جاتا تھا یہاں تک کہ اتفاقی طور پر جب بکرے کا سر ہل جاتا تو الگ ہو جاتا اور سمجھتا کہ اتنی توضیح کافی ہے۔

اور اضافہ معنوی تعریف پیدا کرتی ہے مضاف میں اگر مضاف الیہ معرفہ ہو ورنہ تخصیص تو یہاں
یائے متکلم اعرف المعارف مضاف الیہ ہے تو سلامی معرفہ ہوا اب اُس پر الف پر لام آ نہیں سکتا
اور بھی چند غلطیوں کا تذکرہ یہ لڑکے مجھ سے کرتے تھے۔ اس میں بُرا مت مانو یہ ایک فائدے
کی بات ہے۔ تمہاری عبارت پر اُن کو سرقے کا احتمال ہے یعنی یہ کہ کسی کی عبارت چُرانے یا کسی
دوسرے سے لکھواتے ہو۔ ان میں شق دوم سخت مذموم ہے۔ سرقہ ابتدا میں سب کرتے اور
اُس کا کوٹ[1] نام رکھتے لیکن جب کوٹ کرو اساتذہ کا کلام۔ صرف نامی لوگوں کے کلام
پر نظر پڑتی رہے۔ لیکن بشیر۔ انگریزی کا درست کرنا مقدم ہے۔ اور یہ تو فراغ خاطر کے مشغلے ہیں۔
اگر ابھی سے طبیعت کو اِدھر مصروف کرو گے تو انگریزی سے محروم رہ جاؤ گے۔ کجا اُردو
فارسی کجا انگریزی شتّان[2] بینہما بہر کیف جو کچھ کسی کو لکھو معترضانہ مخاصمانہ اُس کو
مکرر دیکھ لیا کرو۔ والسّلام۔ ۲۷۔ جون سنہ ۱۸۷۶ء

خط ۳۲

کل والا طولانی خط میں نے بھیجتے تو بھیج دیا لیکن تب سے خدشہ لگا ہے دیکھئے انجام کیا ہو۔
عقلوں کی سلامت اور نفوس کی صلاح معلوم کسی معقول بات کا اثر پیدا کر دینا متعذر۔ تم کچھ
عقل رکھتے ہو لیکن تمہاری وقعت کیا ہے اور پھر کوئی آدمی اپنے تئیں احمق کیوں سمجھنے لگا۔
سعدی کا کیا اچھا قطعہ ہے اور سچ یہ ہے کہ اس کا سارا کلام نظم و نثر عمدہ اور یاد رکھنے
کے لائق ہے ؎

یکے جہود و مسلماں مناظرہ کردند | چناں کہ خندہ گرفت از نزاع ایشانم
جہود گفت بہ توراۃ میخورم سوگند | دگر دروغ بود ہمچو تو مسلمانم

[1] ایراد اقوال اساتذہ [2] دونوں میں بڑا بل ہے۔

بہ طنز گفت مسلماں کہ گر قبالۂ من | صحیح نیست خدایا جہود میرانم
گر از بسیط زمیں عقل منعدم گردد | بہ خود گماں نہ برد ہیچ کس کہ نادانم

بشیر۔ اگر ہو سکے تو بہ نظرِ تحقیق اس شخص کا کلام پیشِ نظر رکھو۔ میں کہاں سے کہاں جا نکلا غرض جتنے احمق ہیں وہ اپنے پندار میں احمق نہیں تو ایسی صورت میں کیا توقع کی جاسکتی ہے۔ خصوصاً صاحب کہ ادّعائی رنجش درمیان میں ہو۔ اگر تم دیکھو کہ زیادہ بے لطفی کا احتمال ہے تو اُس خط کو پھاڑ ڈالو۔ اور .. صاحب کو مت سُناؤ اور مجھکو میری حالت پر چھوڑ دو۔

بشیر۔ خدا کے لئے جی لگا کر پڑھو اور پڑھنے پر محنت کرو۔ چند روز کی تکلیف ہے اور ان شاء اللہ عمر بھر کی آسائش۔ تم کو دہلی والوں کے جھگڑوں میں دخل دینا ضرور نہیں۔ تم یہ سمجھو کہ تحصیل علوم کی ضرورت سے مسافرانہ دہلی میں ہو۔ کتاب سے سروکار رکھو اور تمہارا وطن یا گھر میرے دل میں ہے۔ جس قدر تم ان لوگوں سے بے تعلق اور الگ تھلگ رہو گے آسائش میں رہو گے۔ رہی یہ بات کہ فلاں شخص ہم سے کم محبت کرتا ہے اس کی کچھ شکایت نہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم کو اُس نے اپنے فضل و کرم سے لوگوں کی محبتوں کا محتاج نہیں کیا، خدا کی محبت و مہربانی کافی ہے۔ تمہارا مزاج میری طرح اُنس پذیر ہے اور جب تم کو خلافِ توقع لوگوں کی مدارات نظر آتی ہے تو باقتضائے بشریت رنج ہوتا۔ استغنا کو اپنا اصول زندگی قرار دو غالب نے کیا خوب کہا ہے ؎

جب توقع ہی اُٹھ گئی غالب | کیوں کسی کا گلا کرے کوئی

لگ لپٹ کر ضروری امتحان سے فراغت حاصل کرو۔ پھر کہاں تم اور کہاں دہلی۔

یہ بھی امورِ اتفاقیہ ہیں ؎

دمے با نیک خوباں متفق باش | غنیمت داں امورِ اتفاقی

یاد آیا کہ تم نے کسی خط میں مرآۃ المسلم کو مراۃ المسلم لکھا مراۃ اصل میں مفعلۃ اوزان آلہ میں سے ہے مفعل مفعلۃ مفعال مادہ رای مصدر مجرد رویۃ مرآیۃ کی ی بوجہ تحریک و فتح ما قبل الف ہو گئی۔ مرآۃ یعنی دیکھنے کا آلہ وہ کیا ہے آئینہ۔ فارسی کی انشاؤں میں اکثر الفاظ عربی ملے جلے ہوتے ہیں۔ جب کوئی ترکیب دیکھو اُس کی اصلیت تحقیق کرو۔ مثلاً خاطر نیاز مآثر اور تسلیمات کورنش سمات اور اسی طرح کے ہزاروں لفظ ہیں کہ بے توجہی میں نظر سے گذر جاتے ہیں اور تحقیق کرنے بیٹھو تو ایک گھنٹے سے کم میں وہ لفظ ٹھکانے نہیں لگتا۔ ۲۸ جون ۱۸۷۶ء

خط ۳۴

میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ آدمی اپنی رائے کے ظاہر کرنے میں مطلق باک نہ کرے جو لوگ ظاہر نہیں کرتے وہ رائے تو رکھتے ہیں۔ مگر بزدلی یا نفاق کی وجہ سے اُس کے اظہار پر قادر نہیں۔ گو تم اپنے پندار میں اپنی رائے کو منصفانہ سمجھتے ہو اور عجب نہیں کہ ایسی ہی ہو بھی لیکن میں اُس کے منصفانہ ہونیکا قائل نہیں ہوں۔ تاہم میں تمہاری طرح کروں گا کہ تم نے دیگر سکس کی جانب داری کی۔ انسان جس سوسائٹی میں ہوتا ہے وہ اپنے تئیں سوسائٹی کے انفلوئنس سے بچا نہیں سکتا پس پہلی دلیل تمہاری پارشیلٹی کی تمہارا اُس سوسائٹی میں ہونا ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ ضَعِیْفًا کے ضعف میں ضعف رائے بھی داخل ہے۔ میں ایسا ہٹ دھرم نہیں (یا نہیں ہونا چاہتا) کہ تم مجھ کو میری فالٹس پر متنبہ کرو اور میں اعتراف کرنے سے عار کروں میں تمہاری نظر میں اپنے تئیں اُس سے زیادہ نیک بنانا چاہتا ہوں اور اُس سے زیادہ معقول پسندی کی صفت ظاہر

---

۱ مسلمان مسلمان کا آئینہ ہے ۲ صنف ضعیف یعنی نسواں ۳ صحبت۔ مجمع ۴ اثر ۵ جانب داری ۶ یہ ہے کہ آدمی ضعیف پیدا کیا گیا ہے۔ ۷ عیوب۔

کرنے کی فکر میں ہوں جتنی کہ مجھ میں ہے اور یہ آدمی کے نیچر[1] کا اقتضا ہے۔

خط ۳۴

تمہاری انگریزی نہ میرے پاس ہے اس واسطے کہ میں نے دیکھنے کا قصد بھی نہیں کیا اور دیکھتا تو کیا دیکھتا۔ اگر تم سوچ کر لکھو اور پڑھنے میں طرزِ ادا اور محاورات کا لحاظ کر لیا کرو تو شاید میرے برابر لکھ سکو اور نہ وہ انگریز... کے پاس ہیں کیونکہ اُنکو اتنا دماغ کہاں۔ البتہ... یہ مددِ گرامر اُس میں اصلاح دے رہے ہیں۔ کیا تم کو اس لڑکے کی افتادِ مزاج معلوم نہیں ایک دو برس کے بعد وہ متقدمین پر بھی ضرور جرح[3] کرے گا ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

مولوی... کو تو کنایۃً میاں جی بد استعداد کہنے لگا۔ تم کو نہ وہ پہلے کچھ سمجھتا تھا۔ نہ اب سمجھتا ہے اور اس کا سبب خود اسی کی جہالت اور نادانی ہے۔ پس تم ایسے احمقوں سے کیا معارضہ کرتے ہو کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ تم کو خدا نے اُس پر اور ایسے ہزاروں پر برتری دی ہے وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ وَلَا فَخْرَ۔ تم اپنی حالت کا موازنہ اپنے ابنائے جنس میں کرو... اپنے فخرِ خاندان ہیں مگر اُس خاندان کو علم و فضل سے کیا مناسبت؟ فارسی کو تو اُس نے مدت ہوئی طاق بلند پر رکھ دیا بدیں عبارت "موت کو چھوڑا" عربی میں ہر روز مولوی صاحب سے تو تو میں میں ہوا کرتی ہے۔ انگریزی کا حال مجھ کو معلوم نہیں۔ کسی سے کہتا تھا کہ گریمر ڈپٹی صاحب نہیں جانتے لغت میں نے کئی پوچھے اُن کو نہیں آتے پھر نہیں معلوم انگریزی کیا جانتے ہیں۔ یہ اُسکا کہنا حق تھا۔ مگر وہ حق جسکو الحق مُرٌّ کہا ہے۔ ... کے مزاج میں ابھی کچھ سلامت روی ہے مگر عارضی ع عصمت بی بی است از بے چادری۔ تم کو کوئی ضرورت اُن لوگوں سے بگاڑ کرنے کی نہیں۔

---

[1] طبیعت۔ [2] سرشت [3] اعتراض [4] لوگوں سے اُن کی عقلوں کے مطابق بات کیا کرو [5] اور اُس پر خدا کی ستائش ہے نازش نہیں [6] سچی بات کڑوی ہوتی ہے۔

میں بھی ان لوگوں سے تنفر بیجا ملتا ہوں تم بھی ایسا ہی تعلق رکھو دل خوش کن دو چار باتیں کہیں سُنیں الگ ہو گئے غلطیاں جو تم نے گرفت کیں سب درست ہیں اور بہت غلطیاں تم نے نظر انداز کیں[5] خط لکھا ایسا کہ سر تا پا غلط خود غلط املا غلط انشا غلط۔

ایک جگہ تم نے زبانِ مقطوع البیان کو زبان مقطوع اللسان سمجھ کر لتاڑ کی ہے۔ زبان مقطوع اللسان یا لسان مقطوع اللسان بیشک مہمل ہے مقطوع البیان بھی عبارت اچھی نہیں قاصر البیان چاہیے لیکن کیا... نے یہ لفظ اپنی طبیعت سے ایجاد کیا ضرور کسی انشا سے لیا ہوگا۔ عجمیوں نے عربی کی ایسی بہت سی مٹی پلید کی ہے۔ کاش اسی کاوش سے انگریزی پر نظر ہوئے اور کاش یہی کاوش چندے عربی میں چلی جائے مَا شَآءَ اللّٰہُ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِھِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّکْرَ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّہٗ لَمَجْنُوْنٌ۔

ایک محقق کا مقولہ ہے کہ انگریزی دو قسم کی ہے۔ کتابی اور روزمرہ جسے کرنٹ انگلش کہتے ہیں۔ روزمرے کے واسطے اور قوتِ تحریر زیادہ ہونے کے واسطے اور معلوماتِ عامہ کے واسطے مطالعہ اخبار انگریزی ضرور ہے۔ تم کسی سوسائٹی یا کلب میں جایا کرو۔ یا خود کوئی عمدہ اخبار لیا کرو۔ لٹریچر پڑھنے کے سامنے خرچ کو نہیں دیکھنا چاہیے۔ اگر خدا برکت دے تو یہ خرچ ایسا ہے کہ چند روز میں اضعافاً مضاعفہ اس سے حاصل ہوگا پس یہ خرچ تجارت رائجہ ہے۔

تم نے خط میں ذرا لکھ کر زرا بنایا۔ اصل میں ذرہ عربی ہے۔ ذرات جمع۔ تصرفات عجم سے مخفف ہو گیا تو کتنا بہ ذرا درست فقط۔

---

[1] جو کچھ خدا نے چاہا اور قوت نہیں ہے مگر خدا کی مدد سے اور کافر قریب ہے[2] کہ تجھ کو وعظ سُنتے وقت اپنی نظروں سے[3] دھکا دیں اور کہتے ہیں وہ تو دیوانہ ہے۔ یہ آیۃ دفع نظر کیلئے پڑھتے ہیں[4] مجلس[5] انجمن[6] چند در چند[7] منفعت تجارت۔

خط ۳۵

مولوی... صاحب تمہارا اسباب بھیج گئے ہیں۔ تم اپنی ضرورت کی چیزوں سے مطلع رکھو۔ کتاب وغیرہ جو کچھ درکار ہو لکھ بھیجو۔ میں روانہ کردوں گا۔ تم جو چاہو فرمائش کرو میری صرف یہی ایک فرمائش ہی کہ تم پڑھو۔ ۵

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند
تا تو نانے بکف آری و بہ غفلت نہ خوری

ہمہ از بہر تو سر گشتہ و فرماں بردار
شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

تم نے اپنا آخر فارسی خط تو درست کیا کہ ہاتھ سنبھال کر لکھتے ہو تو بھلا معلوم ہوتا ہی ذرا سا لحاظ قاعدوں کا کرلو کہ کس طرح حروف کو ترکیب دیں تو اور عمدگی پیدا ہو لیکن انگریزی خط کو تم نے پیٹ بھر کر بگاڑنے دیا۔ خوش خطی کوئی کمال نہیں مگر ہنر ہی اور شروع میں تھوڑا سا اہتمام کرنے سے آدمی خوش خط ہو جاتا ہی اور جب ہاتھ نے ایک روش اختیار کرلی تو گھسیٹ میں بھی وہی شان باقی رہتی ہی۔ میں مانتا ہوں کہ مجھ میں ہنر خوش خطی نہیں ہی۔ تو کیا ضرورت ہی کہ تم میرے معائب و مناقص کی تقلید کرو۔ خذ ما صفا دع ما کدر ا اگر مجھ میں کوئی صفت ہی تو خدا تم میں وہ صفت علے وجہ الکمال پیدا کرے میرے عیوب سے خدا تم کو بچائے آمین۔ ذرا انگریزی خط پر توجہ کرو۔ اگر قلم دوات کاغذ علے وفق المراد نہیں یہ چند پیسوں کی چیز ہے اور ہنر اگر ہاتھ میں آگیا تو دولت لازوال۔

گو تم اپنی والدہ سے عارضی ناخوش ہو لیکن بشیر تم کو خدا نے عقل دی ہی۔ تم ان کی پوری اطاعت کرو۔ ماں میں نمونہ شفقت الٰہی کا ہی اور ماں باپ کے جو حقوق شارع نے قرار دیئے ہیں وہ حقیقت میں تلافی ہی اُن احسانوں کی جو ماں باپ اپنی اولاد پر کرتے ہیں۔

ا؎ نتھرے ہوئے کو لے لو اور گدلے کو چھوڑ دو۔

ہو سکتا ہے کہ تمھاری والدہ کبھی تم سے بے سبب ناخوش ہوں لیکن سہ

آن راکہ بجائے تست ہر دم کرمے — عذرش بنہ ار کند بعمرے ستمے

۲- جولائی ۱۸۷۶ء

خط ۳۶

مجھ کو تمھاری تین باتیں پسند آئیں۔ تم نے فارسی خط کچھ درست کیا قرآن مجید پر تمھاری نظر ہی کہ اُس سے استشہاد کرتے ہو۔ یہ بڑی مفید چیز ہی۔ عبارت فارسی لکھنے پر قدرت پیدا کرتے جاتے ہو۔ اگر زبان انگریزی۔ گرمیر۔ کمپوزیشن۔ اور علوم ریاضی میں بھی اسی نسبت کے ساتھ توجہ کرو تو بس کافی ہی۔ اس کو سمجھ لو کہ عربی فارسی لوگوں یعنی ابنائے جنس میں سرخ روئی پیدا کرنے کی چیز ہے اور انگریزی تو فی زماننا ہذا رزق کی ڈوئی ہے۔ اگر انگریزی کو شرطِ رزق کہا جائے تو بجا۔ پس انگریزی کی طرف مزید توجہ لازم۔ اور ظاہرا تم یہ نہیں کرتے اور بُرا کرتے ہو۔ اجی حضرت! انگریزی ہول[2] اور عربی فارسی رد کھن[1] جتنی عربی فارسی تم جانتے ہو دُنیا کی کارروائی کو بہت ہی۔ لیکن انگریزی کیا ہی ہیچ بدتراز ہیچ اس کو خدا کے لئے سمجھو مصیبت یہ ہی کہ مجھ کو انگریزی نہیں آتی ورنہ تم غفلت نہیں کرنے پاتے۔ ۳۰- جولائی ۱۸۷۶ء

خط ۳۷

بشیر- اب میں بھی سینگ کٹا کر بچھڑوں میں ملا ہوں۔ میں نے پادری صاحب سے بائبل[3] پڑھنی شروع کی ہو۔ افسوس کہ اُن کو ہفتے میں دو دن فرصت ہوتی ہو وہ بھی صرف ایک گھنٹے۔ لیکن اتنا بھی خالی از منفعت نہ ہوگا۔ پہلے ہی سبق میں مجھ کو اپنی چند غلطیوں پر متنبہ ہوا- ۱۲- جولائی ۱۸۷۶ء

---

[1] ان دنوں [2] اصل راس المال [3] توریت انجیل کتاب مقدس۔

خط ۳۸

بشیر الدین احمد بارک اللہ فیک[1]۔

خدا کی شان ہے وہ شخص جو برسوں دہلی کو خط لکھنا نہ جانے اب دہلی کے خط کو ترسے۔ میں تمہارے طرزِ مزاج سے خوب آگاہ ہوں اور مطمئن ہوں کہ تم نے خط لکھنا اپنے ارادے سے بند نہیں کیا۔ عجب نہیں کہ تم کو وہاں کے عقلا نے مخبر یا نمّام[2] کہا ہے اور تم نے اُس تہمت کا انتقام یوں لیا ہے کہ مراسلت موقوف۔ لیکن ترکِ مراسلت میں تم اپنا بڑا نقصان کر رہے ہو۔ آخر میں تم کو یہاں دور بیٹھا ہوا تعلیم نہیں کر سکتا تاہم نیک صلاح تو دے سکتا ہوں۔ مجھ کو اُمید ہے کہ عربی کے اصلاحی خطوط فائدہ دیتے ہوں گے۔ انگریزی میں اصلاح نہیں نہ سہی صلاح کیا کم ہے۔ پس تم بہ قدرِ تعلق تعلیم ترکِ مراسلت مت کرو۔ اگر علیٰ وفق العادۃ المعہودۃ[3] تمہارے اصلاح طلب خطوط کا سلسلہ جاری رہے مجھ کو رضامند رکھنے کے لئے کافی ہے۔ میں انہی خطوط سے تمہاری ذاتی خیر و عافیت بھی مستنبط کر لیا کروں گا۔ تمہارے امتحانی سوالات کل میں نے واپس کر دیئے۔ سوالات کا واپس دینا ایک اچھا طریقہ ہے۔ اس سے تم کو اپنی غلطیوں پر تنبہ ہو سکتا ہے۔ میں نے سید احمد خاں کے کالج کے کاغذات بھی تم کو بھیجے تھے۔ اب سید احمد خاں نے پنشن لی اور بہ نفسِ نفیس مقیم علی گڈھ رہیں گے۔ ضرور ہے کہ اب مدرسہ کا انتظام یوماً فیوماً عمدہ ہوتا جائے۔ سید احمد خاں کو سکالرشپ[4] بہت مل گئے ہیں اور یہ جلبِ رغبات[5] کا اچھا ذریعہ ہے۔

"مایغنیک فی الصرف" کے پروف عن قریب آنے والے ہیں۔ میں اُن کو تمہارے پاس بھیجتا رہوں گا۔ مایغنیک اور توضیح المرام گو اردو میں لیکن غور سے سمجھ کر

۱؎ خدا تم میں برکت دے ۲؎ چغل خور، سخن چین ۳؎ معمولی عادت کے موافق ۴؎ وظیفہ ۵؎ رغبتوں کی کشش۔

پڑھو اور یاد رکھو تو صرف و نحو میں کافی ہیں۔

پہلے امتحان میں جس مضمون میں بُرے رہے اُس پر زیادہ توجہ کرو مجھ کو اپنے لکھنے پڑھنے سے بے خبر مت رکھو کیونکہ اُس کا گزند تمہاری طرف عائد ہوتا ہے ۳۲- اگست ۱۸۷۶ء

خط ۳۹

میں نے ... کا خط بجنسہٖ بھیج دیا تھا اور پوچھا تھا کہ جو کہو سو کروں لیکن تم نے میرے استفسار کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا اسواسطے کہ مطلقاً مجھکو خط لکھنا ہی غیر ضروری ہو رہا ہے اب ... نے اپنے والد کو لکھا ہے کہ ... سخت محتاج ہے اور ... بیمار اور لڑکی کا نکاح در پیش۔ کچھ آپ دیجئے اور کچھ ڈپٹی صاحب سے دلوا دیجئے۔ میں نے تم کو لکھا تھا اور تم کو پہلے سے معلوم بھی ہوگا کہ ... سے میں نے ایک طرح کا وعدہ ضرور کیا تھا مگر وعدہ ایسے عام الفاظ میں تھا کہ میں نے کسی مقدار خاص کی تعیین نہیں کی اور اس میں فی الحقیقت یہ شرط[1] معہود فی الذہن مضمر تھی کہ وہ انجاز[2] وعدتک تم لوگوں کو رضامند رکھے۔ سو اُس دشمنِ عقل نے شاید ایسا نہیں کیا- اس میں بھی شک نہیں کہ من حیثُ القرابۃ[3] ... کو کچھ استحقاق نہیں لیکن استحقاق تعارف ہے ع

اِنَّ الْمَعَارِفَ فِیْ اَھْلِ النُّھیٰ ذِمَمٌ۔ دہلی کے لوگوں سے اُس اطاعت اور وفاداری کی توقع رکھنا جو یہاں کے نوکر کرتے ہیں ایک توقع بیجا ہے۔ خصوصاً ہرجائی اور ہرہانی جیسے ... اور ... کہ یہ لوگ اپنی چرب زبانی سے شکم پروری کرتے ہیں کسی کے پابند نہیں چاپلوسی اور خوش آمد سے جہاں موقع ملا کام نکال لیا- اگر ان کا یہ شیوہ پیشِ نظر رکھو تو پھر ان کی کوئی حرکت ناگوارِ طبع نہ گذرے۔ تم اپنی غلط فہمی سے توقعات بیجا پیدا کر لیتے ہو اور جب خلاف توقع کوئی امر پیش آتا ہی تو تم کو بُرا لگتا ہے۔ اور بے شک بُرا لگنا چاہیئے۔ مولوی ....

---

[1] ذہن میں ٹھیری ہوئی [2] ایفائے وعدہ [3] قرابت کے لحاظ سے [4] جان پہچان کی بھی عقل مندوں کے درمیان ذمہ داریاں ہیں۔۱۲

روپیہ بھیجتے ہیں۔ میں نے بھی.... روپیہ دینے کو کہہ دیا ہے۔ سو بھائی اگر بہ طیب خاطر تمہارا اور تمہاری والدہ کا جی چاہے تو دو، ورنہ خدا کے نام کا دینا ہے جسکو زیادہ مستحق سمجھو بہ تفاریق یا یک مشت اُس کو دو.... وغیرہ گو یہ لوگ بُرے ہیں مگر میں دیکھتا ہوں کہ ایسی بُرائی کے ساتھ اُنھوں نے اپنی عمریں تمہارے گھر یا کُنبے میں بسر کر دیں اور بوقتِ ضرورت خوشدلی یا بے دلی سے تمہارے شریک حال بھی یہی لوگ ہوتے ہیں۔ میں روپیہ تم کو دیتا ہوں کہ اُس کو راہِ خدا میں صرف کرو اور مصرف اس کا متعین نہیں کرتا۔ لیکن مجھ کو اُمید ہے کہ اس خط کے پہونچنے تک تم کو.... خوشنود کریگی۔ والسلام ۵۔ اگست سنہ ۱۸۷۶ء

خط ۴۰

چھوٹی[1] طلائی گھڑی آج روانہ کیجاتی ہے۔ اگرچہ لوگ منع کرتے تھے کہ لڑکوں کو ایسی قیمتی چیز کا دینا مناسب نہیں لیکن میں نے مضائقہ نہیں کیا کیونکہ تم لڑکے تو ہو مگر خدا کے فضل سے بے تمیز بچے نہیں ہو کہ گھڑی کی احتیاط یا حفاظت ضروری نہ کر سکو۔ دوسرے تمہاری جائز خواہشوں کا پورا نہ ہونا مجھ کو پسند نہیں۔ تم جانتے ہو کہ گھڑی اگر بے قدر ہے تو صرف اس سبب سے کہ مجھے مفت ملی ہے اور میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ جب یہ گھڑی نئی نئی مجھ کو مفت ملی تو ہنڈرسن صاحب بہادر کلکٹر کانپور نے دیکھکر کہا کہ اٹکنسن[2] ٹلکوی کی دوکان سے الاقل چھ سو روپے کو ملے گی اور زنجیر پورے سو کی۔ تو مجموعہ کو فی الحال[3] لاقل پان سو کا مال سمجھو۔ چونکہ مجھکو شوق نہ تھا میں نے نہ تو اس کیلئے کوئی عمدہ خانہ بنوایا

---

[1] یہ وہ گھڑی ہے جو انڈین پینل کوڈ کے ترجمے کے صلے میں مولوی نذیر احمد صاحب کو گورنمنٹ سے انعام ملی تھی پس وہ قیمتی ہونے کے علاوہ فخر کی چیز ہے [2] کلکتے کی ایک بڑی بھاری کمپنی جس کے ہاں ہر قسم کی اعلیٰ اعلیٰ گھڑیاں بنتی ہیں [3] کم سے کم۔

نہ خوش نما غلاف سلوایا اور نہ نفیس آویزے لٹکائے بلکہ کنجیاں میلی ہوگئی تھیں اتنا بھی نہ ہوسکا کہ ان ہی کو اُجلوا لینا یا تجدید ملمع کراتا۔ مگر اتنی احتیاط میں نے ضرور کی کہ اسکو بگڑنے نہیں دیا۔ جدھر سے گھڑی کوکی جاتی ہے کھول کر دیکھو دو سوراخ ہیں ایک وسط دائرہ یا مرکز دائرہ میں۔ اُس کی راہ گھڑی کا وقت ملایا جاتا ہے۔ لیکن ضرور ہے کہ سوئی اُلٹی نہ پھرائی جائے یعنی سوئیوں کی اصل رفتار نشان ۱۲ سے نشان ۱ و ۲ وغیرہ کی طرف ہے۔ تو گھڑی کے ملاتے وقت بھی سوئیاں اصلی رفتار کے خلاف نہ چلائی جائیں ورنہ گھڑی کے پرزوں میں فتور پیدا ہوتا ہے۔ دوسرا سوراخ کوکنے کا ہے اور کوکنے میں سیدھی کنجی دی جاتی ہے جس طرح ہم لوگ معمولی قفلوں کو بند کرتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو کہ گھڑی کے ملانے میں ہمیشہ اُلٹی کنجی دینی ہوتی ہے تاکہ سوئیوں کی رفتار اُلٹی نہ ہو۔ اس کو غور سے سمجھو۔ لوگوں کی گھڑیاں دیکھو ان سوراخوں پر کنجی کے صدموں سے ایسے نشان پاؤگے جیسے بیلوں کے پُٹھوں پر آر کے نشان ہوتے ہیں۔ میری احتیاط پر آفریں کہو کہ ایسی جانچ سنبھال کے ساتھ کنجی پھیرتا تھا کہ دونوں سوراخ خدشۂ خراش سے محفوظ رہیں اور یہ حالت کامل پندرہ برس کے استعمال کے بعد ہے۔

گھڑی کے متعلق چند باتیں یاد رکھنے کی ہیں۔ اول گھڑی کو حتی المقدور ہمیشہ ایک وقت معیّن پر کنجی دینا چاہیئے۔ یعنی جس وقت آج کوکی ہے دوسرے روز بھی اُسی وقت کوکی جائے۔ کنجی دینے کے لئے صبح کا وقت سب سے بہتر ہے۔ کنجی دیتے وقت دیکھ لینا چاہیئے کہ کنجی گرد سے پاک ہے اور زنگ آلود نہیں ہے اور وہ مربع کیل جس میں کنجی دیجاتی ہے اُس میں کنجی برابر بھرپور بیٹھ لینے کے بعد آہستہ آہستہ پھرائی جائے جب تک کہ از خود رک نہ جائے دوم۔ بیکار اور معطل رکھ دینے سے گھڑی کے خراب ہو جانے کا احتمال ہے۔ اگر استعمال

نہ کرو تو یوں بھی دوسرے تیسرے کنجی دے کر رکھ دیا کرو۔ سوم کنجی دیتے وقت گھڑی کو مضبوط ایک ہاتھ سے پکڑو اور صرف کنجی کو پھراؤ۔ گھڑی کو پھرانا یا چکر یا جھٹکے دینا ضرور نہیں۔ چہارم۔ گھڑی کی جیب کو ہمیشہ گرد سے پاک رکھو۔ پنجم جب گھڑی کسی کھونٹی سے لٹکائی جائے تو خیال رہے کہ وہ ہلتی نہ رہے بلکہ جمی ہوئی رہے۔ جب نیچے رکھی جائے تو خانے میں رکھو یا کسی نرم چیز پر کتاب یا میز یا کسی اور سخت چیز پر رکھنے سے وائبریشن[۱] ہوتی ہے۔ ششم جب کبھی گھڑی کسی وجہ سے بند ہو جائے یا اس کے صاف کرانے کی ضرورت ہو تو ضرور ہے کہ کسی معتبر واقف کار درست کرنیوالے کو دیجائے ورنہ عموماً یہ چھٹ بھئیے بہ سبب ناواقف ہونے کے تمام ورکنگ[۲] کو خراب کر کے گھڑی کا ستیاناس کر دیتے ہیں۔

خانہ اور کنجیاں دو چیزیں خراب ہیں ان کو درست کرا لو۔ گھڑی کو بازیچۂ طفلاں مت بناؤ بلکہ عاقلانہ طور پر کام لو۔ سوائے تمہارے کوئی اُس کو نہ چھوئے گا اِنَّا مَنْ کَانَ[۳] لوگوں میں مادۂ حسد ایسا عام ہے کہ شاذ و نادر کوئی نفسِ قدسی اس سے بری ہو تو ہو۔ پس دفع العین کے لئے بے ضرورت حاسدین کو دکھانا لاحاصل ہے۔ مجھ کو یہ خوف نہیں کہ تم گھڑی کو بگاڑو گے خوف یہ ہے کہ اقتضائے شباب کہیں رکھ کر اٹھ کھڑے ہو ایسا نہ ہو دلّی کا کوئی عیار لے کر چلتا ہو۔ مدرسے کے لڑکے شاید اب بھلے مانس ہوں میرے زمانے میں کَانَ اَکْثَرُھُمْ[۴] فَاسِقِیْنَ سَارِقِیْنَ کَاذِبِیْنَ۔ تمہارا امکان جیسا کچھ محفوظ ہے مجھ کو معلوم۔ ایک دن پانچ وقت کی نماز پڑھ لینے سے تمہارے یہاں آدمی معصوم سمجھا جاتا ہے اور حال یہ ہے

اے بسا ابلیسِ آدم روئے ہست   پس بہر دستے نباید داد دست

الغرض تاکہ کسی وقت آئندہ میں لوگ میری تحمیق نہ کریں اس متاع گرانمایہ کو ضائع مت کرو۔

---

[۱] تھرتھراہٹ۔ لرزش [۲] کیل پرزے [۳] کیسے باشندہ کوئی ہو [۴] اکثر ان میں فاسق چور اور جھوٹے تھے

خط ۴۱

بشیر- اگر تم نے عربی اور اقلیدس میں پاس کیا تو مدح نہیں- یہ چیزیں تم نے یہاں سمجھ کر پڑھی تھیں- مگر تم تو جبر و مقابلہ اور حساب بھی یہاں سمجھنے لگے تھے- تم زور لگاؤ اُدھر جدھر خامی پاؤ-

یہ تم نے کس سے سُنا کہ میری تنخواہ میں اضافہ ہوا اضافے کا نمبر نہیں میور صاحب لفٹنٹ گورنر نہیں- تم کو فوراً تکذیب کرنی چاہیئے تھی اَھلُ البَیتِ[۱] اَبصَرُ بِمَا فِی البَیتِ حق یہ ہو کہ اب وہ ولولہ مجھ میں باقی نہیں ورنہ دنیا دار الاسباب ہو چند در چند تدبیریں تھیں مگر مجھ سے اب کچھ ہو نہیں سکتا ع جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا- اب تمھارا وقت ہے- ع اگر پدر نتواند پسر تمام کند-

آدمی کی ظاہری نمود کچھ بکار آمد نہیں اصلی نمود ہنر اور لیاقت کی ہے- مجھ کو پوری اُمید ہو کہ تم پر کسب ہنر کی ضرورت ثابت ہو چکی ہو- بس کسر اتنی ہو کہ اپنے وقت کو ضائع ہونے دو اور اپنے اقران و امثال میں امتیاز پیدا کرو- جب تم کو کسی مضمون میں فیل ہوتا سنتا ہوں میرا دل ٹوٹ جاتا ہو اور سوچتا ہوں کہ کیا تدبیر کروں کہ تم کو وہ مضمون آجائے- ۲۱- اگست ۱۸۷۶ء

خط ۴۲

تمھارے معاملات میں یہ بڑی مشکل ہو کہ اپنی ضرورت کی پیش بینی نہیں کرتے تم اپنی حوائج ضروری کا اندازہ کر کے ایک اوسط مقرر کرو کہ اُسی حساب سے ایک مقدار کافی جمع کر دی جائے کہ وہ "بشیر فنڈ"[۲] ہوا اور تم وقتاً فوقتاً بہ اختیار خود اپنی تجویز سے اُسکو صرف کیا کرو- جو روپیہ تمھاری تعلیم و آسائش میں صرف ہو مجھ کو ہرگز دریغ نہیں میں صرف

---

۱ گھر والے گھر کے حال سے زیادہ واقف ہوتے ہیں ۲ خزانہ بشیر- تحویل بشیر-

اسی قدر کہتا ہوں کہ اپنی عادتوں کو مت بگڑنے دو۔ کوئی آدمی نہیں جان سکتا کہ اُس کو آیندہ کیسے اتفاقات پیش آئیں گے اس سے قطع نظر۔ بگڑی ہوئی عادتیں عسر[1] و یسر دونوں حالتوں میں تکلیف دہ ہوتی ہیں۔

میرے ساتھ وہی اگلے کور نمک[2] ہیں۔ اب میری تکلیفیں انتہا کو پہنچیں۔ تمتعات دنیوی میں بس ایک کھانا تھا اس کا یہ حال ہو کہ کوئی ہفتہ فاقے سے خالی نہیں جاتا۔ ع

بس جی چکے بہت ہم اب کیا کریں گے جی کر ؎

گھڑی کے بارے میں مجھ کو چند باتیں اور لکھنی ہیں۔ دو کُنجیاں دو مصرف جداگانہ رکھتی ہیں ایک مرتبہ خوب پہچان لو کہ کون سی کُنجی کس سوراخ کیلئے موضوع ہے تاکہ وضع شے فی غیر محلّہ[3] نہ کر سکو جس طرف آئینہ ہو اُسی طرف سے ڈائیل گھڑی کھولا جاتا ہے۔ آئینہ ایک حلقے میں جڑا ہوا ہے اور حلقے میں وہ جگہ باہر نکلی ہوئی ہے جسمیں ناخن اٹکا کر آئینہ کو اُٹھا دیتے ہیں۔ اس کے بعد دو فولادی نشان بیچے ہیں۔ ایک میں ناخن لگا کر اندر کو دبا دینے سے گھڑی خود بخود کُھل جاتی ہے کوئی ضرورت ڈائل گھڑی کے کھولنے کی نہیں۔ رگیولیٹر کو کبھی تیز یا سست کرنا پڑتا ہے اور وہ رگیولیٹر ڈائل گھڑی میں ہے۔ رگیولیٹر اُس پُرزے کو کہتے ہیں جس سے گھڑی کی رفتار رگیولیٹ[4] کی جاتی ہے اور وہ ایک لوہے کی سوئی ہے جس کی دونوں طرف درجے بنے ہوئے ہیں اور ایک طرف ایس اور دوسری طرف الف لکھا ہوا ہے یعنی سلو[5] اور فاسٹ[6] جب گھڑی سُست چلنے لگتی ہے یا تیز ہو جاتی ہے تو اس سے کام لیا جاتا ہے مگر عموماً عمدہ گھڑیاں ریگولیٹ کی ہوئی ہوتی ہیں تم ڈائل گھڑی کو بلا ضرورت شدید مت کھولو ورنہ احتمال ہے کہ گرد او ذرات اُسکے

---

۱ تونگری و مفلسی ۲ نمک حرام نوکر ۳ چیز کو بے محل رکھنا ۴ ہلائی اور درست کیجاتی ہے ۵ سُست ۶ تیز۔

پُرزوں میں گھس جائیں اور تیل[1] اور اُبتما[2] سفیر کے اثر سے گھڑی خراب ہو جائے سب سے زیادہ خطرناک بات گھڑی کی مرمت ہے چوں کہ گھڑی کے پُرزے بہت نازک ہیں ضرور ہے کہ ہر سال اُس میں وائل[3] آئل دیا جائے یعنی صاف کرائی جائے تاکہ گرد وغیرہ سے پاک ہو جائے مگر جہاں عمدہ صاف کرنے والے نہ ملیں وہاں ایسے صاف کرانے سے گھڑی کا ناصاف ہی رہنا بہتر ہے۔ لوگ ایسے بدمعاملہ ہوتے ہیں کہ گھڑی کے عمدہ ولایتی پُرزے بدل لیتے ہیں۔ اسی واسطے محتاط لوگ گھڑی کا مرمت کرانا پسند نہیں کرتے۔ بعض وقت گھڑی ساز اپنی کم فہمی اور ناواقفیت سے بھی پُرزے بے ترکیب جما دیتے اور گھڑی کو تباہ بلکہ از کار رفتہ کر دیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ تم ان سب باتوں کو پہلے سے جانتے ہو لیکن بہ نظر مزید احتیاط مجھ کو لکھنا لازم تھا۔

.... کو تم نے خط منظوم لکھا اُس میں کثرت سے زحافات ورسکتات تھے اور بہت سے شعر ساقط الوزن۔ افسوس ہے کہ تمہاری طبیعت ناموزوں واقع ہوئی ہے اسکی تدبیر کرو یہ عیب شاید متوارث ہے۔ ننھیال میں تمہارے صاحب کو وزن کا مطلق امتیاز نہیں اور.... کا بھی یہی حال ہے اساتذہ نے اوزان اشعار کو منضبط کر دیا ہے۔ ہر خاص وزن بحر کہلاتا ہے۔ اُس میں ف ع ل میں کلمات مقرر ہیں مثلاً فعولن۔ مفعول مستفعلن۔ فاعلن متفاعلن فع۔ فعلاتن۔ فاعلاتن نسیم کا یہ مصرع ع ہر شاخ میں ہے شگوفہ کاری۔ اسکی بحر ہے مَفعُولُ مَفَاعِلُن فعُولُن۔ جس کی تقطیع یا توزین یوں ہے ہر شاخ مفعول۔ م ہے شگو مفاعلن فکاری فعولن۔ اس طرح ہر ہر مصرع کو تقطیع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کہاں وزن بگڑا اور جن کو خدا نے طبیعت کی مناسبت عطا فرمائی ہے وہ ایک مرتبہ پڑھ کر سمجھ لیتے ہیں کہ یہاں

---

[1] ہوائے جوی [2] اثر موسم [3] گھڑی میں ڈالنے کا تیل۔

سکتہ یا زحاف ہے ؎

من نہ دانم فاعلاتن فاعلات
شعر می گویم بہ از آبِ حیات

شعر ایک شعبۂ موسیقی ہے۔ جس میں تال اور سم سب موجود ہیں۔ تم نے وزن پر خیال نہیں کیا اب سے اس کا خیال رکھو تو چند روز میں بحروں کی لے ذہن نشین ہو جائے گی اور یاد رکھو کہ ناموزونی ایک بڑا سخت عیب ہے۔

فارسی میں شاید یہ عمدہ تدبیر ہے کہ مولوی امام بخش صہبائی نے مینا بازار۔ پنج رقعہ سہ نثر ظہوری۔ کی شرحیں لکھی ہیں۔ میں نے زمان طالب العلمی میں یہ کتابیں دیکھی تھیں فی الواقع بڑی عمدہ ہیں۔ اگر ان کتابوں پر ایک نظر محققانہ ہو جائے تو فارسی میں استعداد متعارف حاصل کرنے کو کافی ہے۔ اگر تم کچھ فارسی دیکھنے کی فرصت پاتے ہو تو انہی کتابوں کو دیکھو اور جب مناسبت پیدا ہو گئی تو بے تخصیص کتاب آدمی اخذ مفہوم کر لیا کرتا ہے۔

مشاغل متعدد اور وقت محدود پس وقت کے انتظام میں اَلْاَقْدَمُ فَالْاَقْدَمُ کا قاعدہ برتنا چاہیئے یعنی مشاغل میں تقدم و تاخر ٹھیرا لو مثلاً اول انگریزی اس میں مقدم زبان پھر سائنس اور انگریزی کے بعد عربی اور سب سے آخر میں فارسی۔

شاید تمہاری کلاس میں بھی اسکالرشپ ہوں گے ہر چند مِنْ حَیْثُ الْمَالِیَۃُ اس کی طمع نہیں کرنی چاہیئے لیکن اس اعتبار سے کہ سکالرشپ ایک علامت امتیاز ہے وہ ایک قدر کی چیز ہے اور اس کے حاصل کرنے میں جہاں تک ہو سکے سعی کرو۔

اب کے بڑے دن کے واسطے بڑی طیاریاں ہو رہی ہیں۔ ملکہ معظمہ نے خطاب قیصرہ ہند لیا جس کی یادگار کے لئے دہلی میں عمائد ہند کا اجتماع ہوگا۔ مَا لَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ

لہ پہلے وہ جو سب پر مقدم ہو پھر جو اس سے کم ہو و علیٰ ہذا ۔ ٹہ مالیۃ کے لحاظ سے ۔ ٹہ جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا۔ اقتباس ہے حدیث سے۔

بابو شیو پرشاد صاحب کی انگریزی ایسا پس فیبلز شاید تمہارے ساتھ چلی گئی ہے۔ تلاش کی نہیں ملی یہ وہ کتاب حکایات لقمان ہے جس میں سے چند حکایتوں کا ترجمہ حسب خواہش بابو شیو پرشاد صاحب میں نے کیا۔ بابو صاحب اپنی انگریزی کتاب مانگتے ہیں۔ اطلاع دو کہ تمہارے پاس ہے یا نہیں۔ ۲۷ اگست ۱۸۷۶ء

خط ۴۳

گھڑی کی رسید میں جو خط تم نے لکھا اُس میں یہ بھی پوچھا تھا کہ زنجیر طلائی ہے یا ملمع سو میرے علم و یقین میں وہ ضرور طلائی ہے۔ اس واسطے کہ ایک معتبر آدمی نے ایک معتبر دکان سے مول لی ہے اور پورے دام دیئے ہیں۔ یہ ایک مشہور بات ہے کہ انگریز طلائے خالص کا استعمال نہیں کرتے۔ لوگ جن کو انگریزوں کی نسبت بدگمانی ہے اُسکو مکر و خدیعہ پر محمول کرتے ہیں لیکن بات یہ ہے کہ خالص سونا اس قدر نرم ہوتا ہے کہ وہ زحمت نقش و نگار کا متحمل نہیں ہو سکتا اس مصلحت سے اور ٹانکے کی غرض سے اُس میں آمیزش کرنے کی ضرورت واقع ہوتی ہے۔ پس تمہاری زنجیر کا سونا بھی اسی اعتبار سے کھوٹا ہے۔ ۱۷ ستمبر ۱۸۷۶ء

خط ۴۴

اب تم کو ایک برس دہلی میں ہونے آیا۔ تم جانتے ہو کہ ایک برس میں کس قدر وسعت ہوتی ہے۔ مجھے خیال ہے کہ شاید تم نے شرح ملّا بالاستیعاب ایک برس میں پڑھ لی تھی۔ گو تم نے جیسا چاہیئے نہیں پڑھا لیکن درفاً درفاً نظر کرنے کو بھی وقت درکار ہے۔ اب تم سوچو کہ تم نے اس برس میں کیا کیا عربی میں تم نے ایک انچ ترقی نہیں کی اور چونکہ تم کو خود بے قرارانہ شوق نہ تھا چندے یہ حیلہ رہا کہ اُستاد نہیں، آخر کار مولوی ملے تو اب ضیق[۲] وقت اور بُعد[۳] کا حیلہ ہے لیکن

---

[۱] حکایات لقمانیہ [۲] تنگی [۳] دوری

اگر صرف تعطیل ہی کے دنوں میں اکتساب کا شغل کیا ہوتا تو بھی ایک مناسبت ہو جاتی۔ دوری کے واسطے سواری کا انتظام کرو۔ تم کو تامل ہوتا ہو کہ میں اس خرچ کو پسند نہیں کروں گا حال آں کہ میں ایسے مصارف کو اکل[1] و شرب کے مصارف پر بھی مقدم رکھتا ہوں اسواسطے کہ تحصیل علم میں جو کچھ خرچ کیا جائے گا آگے چل کر تم کو اضعافاً مضاعفہ ملنے والا ہے۔ اگر تم اس برس یہاں ہوتے تو میں یقین کرتا ہوں کہ قطبی نکل جاتی۔ اقلیدس حساب۔ جبر و مقابلہ سب کا حال مثل عربی کے ہو۔ رہی انگریزی میں نہیں جانتا کہ تم نے کتنا فائدہ جمع کیا ہو۔ اسکا فیصلہ تم مجھ سے بہتر کر سکتے ہو۔

بشیرا! جہانتک میں غور کرتا ہوں دنیا میں اب رہنے کی ضرورت نہیں دیکھتا اور نہ دنیا میں کوئی کام مجھے کرنے کو ہے نہ اب کوئی نیا علم میں حاصل کر سکتا اور نہ اب وہ اگلے ولولے میری طبیعت میں باقی ہیں۔ رہی خدا پرستی اس سے تو میں کوسوں دور رہا ہوں پس دنیا کا کام اگر ہے تو یہ کہ تم میرے جیتے جی پڑھ لکھکر فراغ حاصل کرو کہ میں تمہاری طرف سے حسرت لے کر نہ مروں اور مرتے وقت مجھ کو اس کی تسلی رہے کہ میرے بعد تم کو مطمئن زندگی بسر کرنے کا سامان مہیا ہو۔ میرے معدے میں ایسے فسادات ہو گئے ہیں کہ یوماً فیوماً زیادتی ہوتی جاتی ہے اور یہی حال ہے زندگی کا کہ خود بخود اس کل میں کچھ بگاڑ پڑتا ہے یہانتک کہ ایک دن بند ہو جاتی ہے۔ تم اگر کسی اور غرض اور مطلب سے پڑھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے تو یہ مطلب کیا کم ہے کہ مجھکو اپنے آخیر وقت میں اس تصور سے کہ تم نے پڑھا اور خوب پڑھا بڑی مسرت پہنچے گی۔

تمہاری والدہ اگر نہیں آئیں تو اسمیں کوئی مصلحت مضمر ہو گی عجب حالت ہے دنیا اور اہل دنیا کی کہ چند روزہ اجتماع میں بھی یہ لوگ ایک دوسرے سے ملول ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ افتراق ایک دن ضرور ہونا ہے۔ متنبی نے کیا اچھا کہا ہے۔ وَلَقَدْ عَلِمْنَا اَنَّنَا سَنُطِیعُہٗ + لَمَّا عَلِمْنَا اَنَّنَا لَا نُخْلَدُ۔

---

[1] کھانے پینے کے جب ہم کو یہ معلوم ہے کہ دنیا میں ہمیشہ رہنا نہیں تو پھر خدا کا شکر ہی ماننا ضرور ہے۔

یعنی یہ تو ہم پہلے ہی سے سمجھے بیٹھے تھے کہ ایک دن مفارقت ہونی ہے کیوں کہ ہم کو دُنیا میں قیام خلود نہیں۔ بشیر۔ تم دلّی والوں کے جھگڑوں میں اپنے تئیں مبتلا مت کرو ایک موٹی بات تمہارے سمجھنے کو بس ہی کہ تم سے علم و عقل و تجربہ و عمر سب باتیں مجھ میں زیادہ ہیں لیکن میں ان کے معاملات کے سُلجھانے پر قادر نہیں ہو سکا۔ اگر تسلّی ہی تو اسمیں ہی کہ بہت گزر گئی تھوڑی سی رہ گئی ہے۔ خدا اُس کو بھی آب رُو کے ساتھ گزار دے اور خاتمہ بخیر کرے۔ اس تنہائی میں بھی راحت ہی۔ اتنا سمجھ لیا ہے کہ نوکروں پر بے اعتمادی نہیں کرنی چاہیئے اور نہ ان لوگوں سے خصوص و اختصاص کا متوقع ہونا مناسب ہے۔ روپیہ کچھ زیادہ خرچ ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ لوگ مجھ کو آرام دینا چاہتے ہیں۔ رہا وقت اسکو عمدہ طور پر صرف کرنا مشکل ہی غرض انسان کے دل کو خدا نے کچھ ایسا بنایا ہے کہ جس حالت سے وہ خوگر کیا جاتا ہی اُسی میں رضامند ہو جاتا ہے ؏

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہی رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

البتہ اس کی خبر رکھو کہ تم کو خرچ کی طرف سے تکلیف نہ ہو۔ جب خدا نے دیا ہے تو اس سے متمتع نہ ہونا بھی ایک طرح کی ناشکری ہی۔ اب خدا کے فضل سے ایک مقدار معتدبہ موجود ہے تکلیف اُٹھانے کی ضرورت نہیں۔ بڑی دولت تو تم ہو۔ خدا تم کو زندہ و سلامت رکھّے اور توفیق نیک دے۔

تمہارے ہم عمروں کا یہ حال ہی کہ ... نے آج رو دھو کر باپ سے بنارس جانے کی اجازت لی۔ بلا مبالغہ ساری ساری رات اس لڑکے کو پڑھتے گزر جاتی ہی۔ یہ حاجی جی کی خوش قسمتی ہی اور جانے کی کیفیت یہ کہ تنہا۔ اور جب پوچھا کہ میاں کیا کرو گے تو شاباش شاباش جواب دیا کہ جب بھوک معلوم ہوگی بازار سے لے کر کچھ کھا لیا کروں گا۔ شوق اس درجے کو

پوہنچا ہی کہ کھانے کی ضرورت سے بھی اُس کو قطع نظر ہی - وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ بہرے ... کا حال پڑھنے ہیں گو ... کا سا نہیں مگر مناسب حالت اچھا ہی - لتھ جرؔ ہسٹری تک پوہنچا اور اُس کو سمجھ بھی لیتا ہی - اسکو خودپسندی اور خویشتن ستائی اُچکاتی ہی - اب بے باکی یہاں تک پوہنچی - کہ کرانی، انگریز، بابو، جسے دیکھا بھڑک گیا - دوسرے کی سُنتا نہیں اپنی ہانک چلتا ہی - شبیر - اب کے سالانہ امتحان کے لئے ہر ایک سبجکٹ میں ایسی تیاری کرو کہ تمام کلاس میں سب سے بہتر رہو جن چیزوں میں تم کم رہتے ہو اُنہیں پر زور لگاؤ - اگلے سال مع انجیر سکنڈ کلاس میں جانا چاہیئے - ۳۰ ستمبر ۱۸۷۶ء

خط ۴۵

سَلَامٌ كَعُوْدِ الْهِنْدِ وَكَعَبِيْرٍ ✲ عَلَى الْوَلَدِ الْبَرِّ الرَّشِيْدِ لشَبِيْرٍ

اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ اَبْطَاءَ عَلَيَّ كِتَابُكَ فَمَا جَوَابُكَ - وَاَمَّا الْاِعْتِذَارُ بِالصَّوْمِ فَلَا يَعْصِمُكَ مِنَ اللَّوْمِ لِاَنَّهٗ وَاِنِ اخْتَلَّ بِهِ الْاَوْقَاتُ - لٰكِنَّهٗ يَزِيْدُ فِي الْفَرَاغِ وَيُطِيْلُ السَّاعَاتِ سِيَّمَا النَّهَارَ فَاِنَّ لَهٗ طُوْلًا لَا يَكَادُ يَزُوْلُ وَلَوْ وَافَقَهُ الشِّتَآءُ مِنْ بَيْنِ الْفُصُوْلِ فَلَا اَقَلَّ مِنْ رُقْعَةٍ مَرْفُوْعَةٍ اَوْ مَرَّتَيْنِ فِيْ كُلِّ اُسْبُوْعَةٍ وَاَمَّا اِرْسَالُ الْحِكَايَاتِ اللُّقْمَانِيَّةِ اِلَى رَاجَه شِيُوْ پَرْشَادٍ فَلَا بُدَّ لِيْ مِنَ الْاِطِّلَاعِ عَلَيْهِ قَبْلَ اَنْ يَاْتِيَنِيْ عَزِيْمُ الطَّلَبِ

لہ لتھبرج صاحب کی تاریخ - ترجمہ ۲ہ صالح اور شائستہ لڑکے شبیر کو عود ہندی اور عبیر کا سا سلام - اسکے بعد معلوم ہو کہ تمہارے خط کے آنے میں دیر ہوئی اس دیر کا کیا جواب دیتے ہو - اگر روزہ کا عذر ہو تو یہ الزام سے بچانے کو کافی نہیں کیونکہ اگرچہ روزہ اوقات میں خلل ڈالتے ہیں لیکن فراغ خاطر بڑھاتے ہیں اور اوقات میں وسعت پیدا کر دیتے ہیں خصوصاً دن کو وہ تو ایسا پہاڑ ہو جاتا ہی جیسے سر سے ٹلے ہی گا نہیں - اگرچہ موسم جاڑوں ہی کا کیوں نہ ہو - بس مناسب ہے کہ کم از کم قلم برداشتہ ایک رقعہ ہفتہ میں ایک بار یا دوبارہ لکھکر بھیجدیا کرو - رہا حکایات لقمانیہ کا راجہ شیو پرشاد صاحب کی خدمت میں بھیجنا اس کے متعلق یہ ہے کہ قبل اسکے کہ اُن کے پاس سے پیادہ طلب آئے مجھ کو اُس کی روانگی کی اطلاع ضرور مل جائے -

مِنْ لَدُنْهُ۔ وَنَحْنُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بَعْدَ شَهْرِنَا هٰذَا الرَّاحِلُوْنَ اِلٰى سِكَنْدَرَ فُوْرَ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ وَالسَّنَةُ كَمَا تَعْلَمُوْنَ لَمْ يَبْقَ مِنْهَا اِلَّا شَهْرَانِ فَاسْتَعِدُّوْا لِلْاِمْتِحَانِ وَلَنِعْمَ مَا قِيْلَ وَقَدْ جَرٰى بِهِ التَّمْثِيْلُ۔ عِنْدَ الْاِمْتِحَانِ۔ يُكْرَمُ الرَّجُلُ اَوْ يُهَانُ فَيَا خَيْبَةَ مَنْ نَسِيَ مَا فِي الْكِتَابِ وَلَمْ يُحْسِنِ الْجَوَابَ فَضَلَّ وَذَلَّ سُوْ ضَعُرَ فِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ وَقَلَّ وَاَنَا اَرْجُوْ بِاَنَّكُمْ دُفِيْ زَمَانِ التَّعْطِيْلِ۔ وَاللّٰهُ حَسْبِيْ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ هٰذَا وَنَحْنُ بِفَضْلِ اللّٰهِ فِيْ اَطْيَبِ حَالٍ وَعَيْشٍ عَنِ الْمَكْرُوْهَاتِ خَالٍ وَنَظُنُّ بِكُمْ كَذٰلِكَ هَدَاكُمُ اللّٰهُ اَقْوَمَ الْمَسَالِكِ وَالسَّلَامُ وَعَلَيْهِ خَتْمُ الْكَلَامِ۔

عادت یوں پڑگئی ہی کہ شب کو دو اور تین کے بیچ میں اکثر آنکھ کھل جاتی ہے اور کبھی نہیں بھی کھلتی تو طوعاً کرہاً جاگنا پڑتا ہی اور پھر قصداً بھی کرتا ہوں تو نیند نہیں آتی پس سحر کے بعد کچھ کتاب بینی کرتا ہوں۔ آج شاید گھڑی غلط چلی کہ دیر سے بیٹھا ہوں مگر اسفار صبح نہیں ہوا۔ جی میں آیا کہ تمہیں کو خط لکھوں عربی کی سطریں میں نے غور سے نہیں لکھیں امید ہے کہ تم بآسانی سمجھو گے۔ شاید ایک دو جگہ لغت کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہو۔ بڑے دن

لہ ہم اس مہینے کے بعد سکندرپور جائینگے اور انجام کار خدا کے ہاتھ میں ہی۔ سال کے صرف دو مہینے رہ گئے ہیں جیسا کہ تم کو معلوم ہی۔ پس امتحان کے لئے ابھی سے طیاری کر چلو اور کیا خوب کسی نے کہا ہی جو ابضرب المثل کی طرح زبان زد ہی کہ تعظیم و توہین وقت امتحان کے معتبر ہے۔ پس اُس وقت کیا خرابی ہی اُسکی جو کتاب کی باتیں بھول گیا اور اچھا جواب دے سکا پس بہکنے لگا اور رسوائی کھینچی اور لوگوں کی نظروں میں ہیٹا ہوا اور گھٹ گیا اور میں امید کرتا ہوں کہ تم لوگوں سے تعطیل میں ملوں گا اور خدا میرے لئے کافی ہی اور وہ بھروسہ کرنیکے لیے کیا اچھا ہے۔ یہ تو ہوا اور ہم لوگ خدا کے فضل سے بہت اچھے حال میں ہیں اور مکروہات سے پاک زندگی ہی اور گمان کرتے ہیں کہ تم لوگ بھی ایسے ہی ہو گے خدا تمہیں راہ راست دکھائے آگے سلام اور اسی پر ختم کلام ملہ تڑکا پو پھٹنا۔ ۱۲

کی تعطیل میں آنا ہوا تو ان شاء اللہ ایک امتحان تمہارا میں لوں گا اور اگر ثابت ہو گا کہ تم نے وقت سے استفادہ کیا تو تم کو انعام بھی ملے گا۔ ۱۳- اکتوبر ۱۸۷۶ء

خط ۴۶

اگر قدرتی گھڑی جس کے ذریعے ساری دنیا کے گھڑی گھنٹے ٹھیک کیے جاتے ہیں یعنی آفتاب اور اس کا سایہ تمہارے حفظ اوقات کو کافی نہیں اور ابر و باد کے دنوں میں وہ قدرتی گھڑی معطل رہ سکتی ہی تو چوک کا بڑا گھنٹہ خبردار کرنے کو کافی ہے لیکن جہاں لڑکے اور لڑکیوں کے غل میں کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی دور کا گھنٹہ کیا سن پڑے گا۔ تم کو معلوم ہے کہ میرے پاس دو گھڑیاں ہیں اور دونوں بے کار۔ تمہاری طرح مجھ کو نہ حفظ اوقات کی زیادہ ضرورت ہی اور نہ مردانہ زیور کی طرح مجھ کو ان چیزوں کے استعمال کا شوق۔ میری بدسلیقگی نے ان چیزوں کو ویسا ہی خراب کر دیا ہو گا جیسا ارگن باجا۔ ایک جیبی گھڑی تو تم کو روانہ کر دی گئی۔ فرماؤ تو کیرج کلاک یعنی بڑی گھڑی بھی بھیج دی جائے۔ ہرچند ڈاک میں بھیجنا خالی از خطر نہیں لیکن ہزاروں لاکھوں گھڑی گھنٹے آتے ہی جاتے ہیں۔ حتی الوسع احتیاط کی جائے گی۔ یا اگر یہ شق پسند خاطر نہیں اور اپنا ہی گھنٹہ بالتخصیص منظور ہی تو بازار سے مول لیجئے۔ غالباً تم کو کلاک درکار ہو گا۔ بازاری کلاک پہلے پندرہ بیس کو بکتے تھے۔ پچھلے دنوں ایسے سستے ہوئے کہ دس بارہ کو۔ اب بھی اتنے ہی کو ملتے ہوں گے۔ ایک لے لو۔ تحقیق کر کے لکھو اچھا گھنٹہ جس کے کیل پرزے خوب مستحکم ہوں اور کسی نامی کاریگر کا بنایا ہوا ہو کتنے کو ملے گا۔ سچ کہا ہے گران حکمت ارزاں بہ علت

لہ اس سے وہ ٹائم پیس مراد ہی جو مسٹر ولیم میور لفٹننٹ گورنر نے مولوی نذیر احمد صاحب کو مراۃ العروس کی تصنیف کے صلے میں اپنی جیب خاص سے دی تھی اور افسوس ہی کہ چند سال ہوئے وہ ریل میں جاتی رہی۔

ان کم بخت کم قیمت گھنٹوں میں بڑا عیب یہ ہی کہ گھڑی گھڑی بگڑا کرتے ہیں۔ یہ مت سمجھو کہ میں تمہارے اس خیال پر معترض ہوں۔ ایسے خیالات ہوا ہی کرتے ہیں اور خدا نے مقدور دیا ہے تو ان کو پورا کرنے میں بھی کوئی قباحت نہیں۔ خلاصہ یہ کہ مجھ کو اس خصوص میں خرچ کی پروا نہیں۔ میں بہ طیب خاطر تم کو روپیہ دوں گا۔ بلکہ جی میں آیا کہ ابھی بھیج دوں پھر سوچا کہ پہلے پوچھ لوں کہ میری گھڑی پر قناعت ہی یا بازار سے اپنی چیز لینے کا شوق ہی۔ یہ چھیڑ کے لفظ دل سے نہیں ہیں تحریر کی شوخی ہے۔

مولوی ...... کا دلی میں ہونا تم اپنے لئے بس غنیمت سمجھو۔ مولوی ...... کی معلومات چاہے علم ادب میں کم ہو مگر اُن کی استعداد اچھی ہی۔ بے شک نفحۃ الیمن اگر تحقیق سی پڑھی جائے تو اچھی کتاب ہے۔ اگرچہ میں اُسکو بہت اچھی کیا بلکہ اچھی بھی نہیں کہتا لیکن اچھا برا ہونا امر اضافی ہے وہ اچھی ہی مبتدی کے لئے۔ بری ہی بلکہ بہت بری منتہی کیلئے۔ لیکن کیوں جی میاں شبیر نفحۃ الیمن پڑھ ہو گئے یا منطق ہی میرے نزدیک تو منطق کے چار پانچ رسالے نکال لیتے تو اچھا تھا۔ کم بخت ہندوستانیوں میں اسکی بڑی ضرورت ہی۔ اگر مدد لینی چاہو تو مولوی ...... سے تم کو بڑی مدد مل سکتی ہی۔ تم اُن سے وہی فائدہ حاصل کر سکتے ہو جو مجھ سے کرتے۔

سُنو صاحب! انگریزی تو سب پر مقدم ہے اور انگریزی کے بعد عربی۔ اس واسطے کہ نرے انگریزی داں بہت غیر مہذب دیکھے جاتے ہیں۔ رہی فارسی وہ تو نری زبان ہی ممکن نہیں کہ آدمی کُل علوم میں کمال حاصل کرے۔ جتنے کامل فن ہوتے ہیں وہ ایک فنے ہی ہوتے ہیں۔ پس آدمی پہلے اپنی طبیعت کا موازنہ کرے کہ کدھر راغب ہے جس طرف رغبت صادقہ ہے بس وہی چیز آدمی خوب کرے گا۔ لیکن ابھی کمال کا کیا مذکور ہی۔ یہ امتحان کے مرحلے طے ہوں تو کمال سے بحث کی جائے۔ اے کاش تم پر کسی طرح یہ ظاہر ہو جاتا کہ تمہاری لیاقت

پیدا کرنا کہاں تک میرے دل کو لگا ہی۔ میری تمنا ہے کہ تم یونیورسٹی سے بی۔اے کی ڈگری حاصل
کرو۔ تم کو خدا کے فضل سے معاش کی طرف سے فراغ کامل حاصل ہی۔ پس اے شبیر اے پیارے شبیر
پڑھو اور دنیا میں نام و نمود پیدا کرو۔ یہ علم جو تم پڑھ رہے ہو دنیا و دین دونوں کی اصلاح کا
ذریعہ ہے۔ خدا تم کو علم نصیب کرے۔

تم خرچ اور روپے کی پروا مت کرو۔ فوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ[1] مجھ کو تم سے زیادہ
کوئی چیز عزیز نہیں۔ دنیا میں اب یہی ایک آرزو باقی ہے کہ تم کو خدا لائق کرے اور شاید اسی
خوشی کے لئے میں زندہ رکھا گیا ہوں۔ ورنہ جہاں تک غور کرتا ہوں دنیا میں اپنے رہنے کی
کوئی ضرورت نہیں پاتا۔ ... سے تم ادب اور عربیہ کے سوال متعلق پوچھتے ہو۔ وہ صرف ہدایۃ النحو
پڑھتا ہی۔ تم اس سے لاکھ درجے بہتر پڑھتے تھے۔ چند سے مولوی ... نے زبردستی جو کچھ بتا دیا
تھا وہی اس کا سرمایہ ہے۔ اب مولوی صاحب معدوم البصر ہوگئے ان سب کو پوری آزادی ملی۔ ... صاحب
اپنے بچوں کے زیادہ خبرگیر رہتے ہیں۔ اس سے ان کا پڑھنا چلا جاتا ہی مگر کب تک دو چار برس بعد
یہ دونوں بھی بلائے روزگار ہوں گے۔ جتنا کر رہے ہیں یہ بھی غنیمت ہی ورنہ ان لوگوں کو
علم سے کیا مناسبت۔ لیکن شبیر! تمہارا اور حال ہی۔ یہاں برخوردار علم ہنر تو کچھ بھی نہیں
اور ... فخر خاندان اب ہیں مگر تم کہو کہ تم بھی ایسا خیال کر سکتے ہو۔ ان لوگوں کے ساتھ اپنی حالت کا
مقابلہ مت کیا کرو۔ ان سے بہتر ہونا بھی میرے نزدیک عیب ہے۔ یہ بیچارے کیا تھے اور
کیا ہیں اور کیا ہوں گے۔ جب یہاں کے لڑکوں کا تم سے تذکرہ کیا جائے تو تم ان کی
حالتوں پر بھی نظر کیا کرو کہ ان کی کیا حالت ہی کیسے خاندان کے ہیں کس طرح کی بے سامانی ہی۔
کچھ تو خدا کو ان سے بڑا کام لینا ہی کہ ان کو ایسا شوق دیا ہے ص

---

[1] قسم ہی اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہی۔ (کتب احادیث میں یہ قسم اکثر آئی ہے)

ہر کسے را بہر کارے ساختند — میل آں اندر دلش انداختند

دیکھو امتحان سالانہ کے لئے کامل تیاری کرو کہ ہر طرف سے آفرین تحسین کا شور ہو اور ہر چیز میں پورے نمبر ملیں تمہارے پڑھنے کی طرف ایسا خیال لگا رہتا ہی کہ جب تم کو یاد کرتا ہوں ساتھ ہی یہ بھی تصور کرتا ہوں کہ کیوں کر بشیر کو نامی گرامی دیکھوں گا۔

بڑے دن کی تعطیل میں دہلی آنے کا مصمم ارادہ ہے۔ صرف ایک خدشہ یہ گذرتا ہی کہ اس دفعہ ایسا ہجوم ہوگا لَا عَینٌ رَأَت وَلَا اُذُنٌ سَمِعَت۔ اخبار سے معلوم ہوا کہ ٹامس صاحب کی کوٹھی جہاں نما۔ نظام حیدر آباد نے ساٹھ ہزار روپئے پر کرایہ لی جب کہ اُس کا معمولی کرایہ زیادہ سے زیادہ چار ہزار سال تھا۔ اور لوگوں نے ابھی سے قطب صاحب تک مکان روک لئے ہیں ایسے ازدحام میں سفر خالی از زحمت نہیں۔ مگر تم کو دیکھنا اور تمہاری استعداد کا امتحان لینا ضروری ہے۔ جس طرح بن پڑے گا آؤں گا۔

عربی کا خط جس کو میں نے بعد الاصلاح واپس کیا مجھ کو خیال آتا ہی کہ ایک غلطی لکھنے سے رہ گئی ہی وہ یہ کہ تم نے اپنے خط کو یوں شروع کیا۔ الی الجناب الفلاں من فلاں اور چاہیئے من فلاں الی فلاں۔ کیوں کہ من ابتداء غایۃ کے لئے ہی اور الی انتہائے غایت کیواسطے اور ابتدا پہلے ہی انتہا سے، اور قاعدہ ہی کہ چیزوں میں جو ترتیب قدرتی ہی تحریر میں اُس کا لحاظ ضرور ہے جیسے فرام ٹاپ ٹو باٹم۔ اس کو اگر اُلٹا لکھو۔ فرام باٹم ٹو ٹاپ تو غلط ہوگا۔ تمہارے خطوط میں بہت سی غلطیاں سہل نگاری سے رہ جاتی ہیں۔ اگر بہ تامل نظر ثانی کر لیا کرو تو ضرور تم خود اُن کو درست کر لیا کرو۔ انگریزی میں جو کچھ فائدہ تم کو حاصل ہوتا ہی میں اسکا صحیح اندازہ نہیں کر سکتا لیکن اتنا تو ہے کہ تمھاری عربی گرتی جاتی ہے جو بہر فرض ہی میں نے ادا کیا

سلہ از سرتاپا۔

اور کرتا جاتا ہوں اس واسطے کہ بے ادا کئے مجھ سے رہا نہیں جاتا۔ خدا کرے تم کو بھی اس کا خیال ہو کہ اقران و امثال میں نمود و امتیاز پیدا کرنے کی کس قدر ضرورت ہے۔ ۲۴ راکتوبر ۱۸۷۶ء

خط ۴۷

مجھ کو ہر چند کوئی خاص ضرورت تم کو خط لکھنے کی اس وقت نہیں ہے مگر مولوی.... صاحب نے پرچہ مانگا اس واسطے یہ چند سطریں لکھ دیں امتحان سالانہ بہت قریب ہے۔ اپنی جَلِّ ہمت اور تمام توجہ حفظ کتب میں مقصور رکھو۔ اگر سال آئندہ میں تم نے سکنڈ کلاس میں ترقی نہ کی تو مجھکو سخت افسوس ہوگا۔ ہر چند تم مجھ سے زیادہ موقع اس بات کے تجویز کرنے کے رکھتے ہو کہ کامیابی کے لئے کونسی تدبیر عمدہ ہے لیکن زبان دانی بے تسوید یعنی کمپوزیشن کے نہیں آتی اور اس خصوص میں تم نے میرے نزدیک غفلت کی اور کرتے ہو وقت کو انتظام کے ساتھ صرف کرنے میں عجیب برکت ہے۔ تھوڑا تھوڑا روز حاصل کرتے کرتے ایک ذخیرہ جمع ہو جاتا ہے۔ مدارس کی تعلیم اگر پسندیدہ ہے تو یہی کہ مختلف علوم اور متعدد فنون ایک ساتھ سکھاتے ہیں اگر ایک ہی چیز کو آدمی دن بھر رٹتا کرے تو طبیعت اکتا جاتی ہے۔ لیکن اگر کئی چیزیں پیش نظر ہوں اور باری باری سے دیکھے تو سارا دن پڑھتا ہے اور مطلق جی نہ گھبرائے میں ایسا انتظام کر سکتا ہوں کہ اگر انگریزی کمپوزیشن بھیج دیا کرو تو پادری صاحب سے اصلاح لے کر واپس کر دیا کروں۔ یہ اس صورت میں مناسب ہوگا جب کہ تم کو اصلاح دہندہ وہاں میسر نہ ہو۔ عربی میں مولوی.... صاحب تم کو بہت کچھ مدد دے سکتے ہیں بشرطے کہ اخذ و اعطا کی شرطیں طرفین سے ادا ہوں فقط ۲۷۔ اکتوبر ۱۸۷۶ء

خط ۴۸

شاباش میاں شبیر حسین کام میں لگے لپٹے ہو اپنے مقدور بھر کوشش کئے جاؤ

لے لین دین لینا دینا۔ مراد پڑھنا پڑھانا۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ ضرور اس میں برکت ہو گی ان شاء اللہ ہلی آوے گا
وَلَوْ لَا سُبُوْعٍ اَوْ اَقَلَّ مِنْھَا۔ سبحان اللہ تم اور... کی شکایت ؏ کہ آدمی جو کہے
بات سوچ کر تو کہے۔ شکایت اُن سے ہے جن کو عقل ہے۔ ؎
کرتے کس منہ سے ہو غربت کی شکایت غالبؔ　　تم کو بے مہری یارانِ وطن یاد نہیں
ریڈ صاحب تم کو پوچھتے تھے۔ امتحان سے فارغ ہو کر اپنے حالات سے اُن کو ضرور اطلاع دینا
میرے پاس اس مقام پر لغت کی کوئی کتاب نہیں اور تم نے عبارۃ سابقہ ولاحقہ لکھی نہیں کہ اُس کے
سہارے سے جواب دوں۔ بس جہاں تک اِس وقت معلوم ہے تمہارے استفسارات کا جواب
لکھتا ہوں جن کا جواب شافی اس وقت نہیں دے سکتا یا تو وہاں حل کر لو یا یہیں سے قبل امتحان
حل کر کے بھیج دوں گا۔

(۱) وَحَسَّنَ لَنَا الْقَوْلَ قَبْلَ اَنْ یَحِلَّ بِنَا الْمَکْرُوْہُ۔ حسن کا مصدر تحسین۔ یا شاید
امر ہو مطلب کے لگاؤ سے دیکھ لو حَسَّنَ لَنَا القول اچھا کیا واسطے اس کے بات کو یعنی لطف
اور نرمی سے اُس کے ساتھ بات کی۔ یَحِلُّ مضاعف باب نَصَرَ یَنْصُرُ جیسے مَدَّ یَمُدُّ حلول مصدر
مجرد ہم وزن وہم معنی نزول۔ قبل ان یحل ای قبل ان ینزل اس سے پہلے کہ ہم پر مصیبت
نازل ہو۔

(۲) وَرَدَّقَ لِیَ الْمُدَامُ وَجَلَسْنَا لِلشَّرَابِ فَلَمَّا تَحَکَّمَ الشَّرَابُ مِنَّا

---

[1] خدا تم میں سے کسی محنت کرنیوالے کی کوشش کو رائگاں نہیں کرتا۔ [2] اگرچہ ایک ہفتہ یا اس سے کم کے لئے۔ [3]
مولوی بشیر الدین احمد کے پاس اپنے والد کے اس طرح کے خطوط کا ایک ذخیرہ ہے۔ میں نے یہ ایک چھوٹا سا خط
نمونہ کے طور پر لے کر داخل کتاب کیا تاکہ معلوم ہو کہ اس طرح کا پڑھنا پڑھانا ٹکسالی کہلاتا ہے۔ اس
تحقیق کے ساتھ تعلیم ہو تو طوفان ترقی پیدا ہو آج دونی کل چوگنی۔

روق تروِیق چھاننا صاف کرنا۔ مُرام، شراب کو کہتے ہیں [1] کانت مَن تعوّد شُرب الخمر یدُوْمُ علیہا فی غالبِ الاحوالِ تحکم حاکم بن گئی۔ یعنی اُس نے میری شراب چھانی اور ہم شراب پینے کو بیٹھے جب شراب کا نشہ ہم پر غالب ہوا تو گویا ہماری عقلوں پر شراب حاکم ہو گئی اور ہماری عقلوں کو اُس نے مطیع و مسخر کر لیا۔

(۳) فَفَکَّہٗ وَ نَقَلَ اَحْجَارَہٗ۔ فک چھڑا دیا جیسے کوئی کسی کی مشکیں کھول دے۔ یا چڑیا جال میں پھنسی ہی اُس کو چھوڑا دے۔ انفکاک منفک اسی سے ہی۔ پس چھڑا دیا اُس کو اور ہٹا دیئے ٹال دیئے، سرکا دیئے، اُتار دیئے، پتھر جو اس پر لدے تھے سدِّ راہ تھے ٹال دیئے۔

(۴) لَا اَوْحَشَ اللّٰہُ مِنْکَ نہ وحشت دلائے خدا تجھ سے یعنی لوگ تجھ سے نفرت نہ کریں اور تو ہر دل عزیز ہو۔ یہ جملہ دعائیہ ہی۔ تخفیفاً لَوحش اللہ بھی کہتے ہیں۔

(۵) صید، قنص میں کیا فرق ہی شاید لغت کی طرف رجوع کرنے سے ٹھیک معلوم ہوگا لیکن میرے خیال میں صید عام ہی اور قنص خاص وہ شکار جو تعاقب کر کے کیا جائے۔ پس مچھلی کا شکار اور جال میں پھنسانا صید ہی مگر قنص نہیں قنص تب ہی ہوگا جب جانور کو دوڑا کر شکار کریں جیسے ہرن وغیرہ۔

(۶) ثُمَّ کَتَفَنِیْ وَحَطَّنِیْ فِیْ صَنْدُوْقٍ وَقَالَ لِلسَّیَّافِ تَسَلَّمْ ھٰذَا وَاَشْھِرْ حُسَامَکَ کتفنی میری مشکیں کس لیں کتف بازو بستن۔ حطّنی مجھ کو ڈال دیا، گرا دیا۔ حط کے معنی ہیں نیچے کی طرف کو پھینک دینا۔ انحطاط اسی سے نکلا۔ سیّاف جلّاد تسلیم۔ ای خدا اس کو لے یعنی اپنی سپردگی میں لے۔ اشہر نیام سے باہر کھینچ لے، یہ ایک خاص لغت ہی۔ جیسے فارسی میں آختن حسام سیف جس کا مادہ حسم۔ اس کے معنی ہیں قطع کاٹنا،

---

[1] کیوں کہ جس کو شراب کی عادت ہو جاتی ہے اکثر اُس سے چھوٹتی نہیں۔

مطلب یہ کہ میری ٹنڈیاں کس کر صندوق میں بند کیا اور جلاد سے کہا کہ اس کو اپنے پہرے میں لے اور ننگی تلوار سے پہرہ دیتا رہ۔

(۷) عَجِبْتُ لِمَنْ یَعِیْشُ بِدَارِ ذُلٍّ وَاَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃٌ فَلَاہَا۔ واہ جابیہ مجھ کو تعجب آتا ہے اُس شخص کا حال دیکھ کر جو زندگی بسر کرتا ہو ذلت کے گھر میں یعنی ذلت کی برداشت کرتا ہو اور کم بخت سے اتنا نہیں ہو سکتا کہ کہیں کو اپنا منہ کالا کرے اور گھر سے نکل جائے اور حال یہ ہو کہ خدا کی زمین کا میدان وسیع ہے۔ غیرت و حمیت ہو تو ملکِ خدا تنگ نیست پائے گدا لنگ نیست۔ مطلب یہ کہ آدمی اپنے وطن میں بے قدر ہو تو اُسکو چاہیئے کہ دوسرے ملک میں چلا جائے۔

(۸) قَرَأْتُ الْقُرْاٰنَ عَلٰی سَبْعِ رِوَایَاتٍ۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ فَاقْرَؤُا مَا تَیَسَّرَ مِنْہُ۔ یعنی یہ قرآن سات بولیوں میں اُترا جو بولی تم کو آسان معلوم ہو اُسی میں پڑھ لیا کرو۔ وہ سات بولیاں یہ ہیں قریش۔ ہذیل۔ ہوازن۔ یمن۔ طے۔ (اسی قوم سے حاتم تھا) ثقیف۔ بنی تمیم۔ یہ قبیلوں کے نام ہیں جن کے تلفظ میں ایسا فرق تھا جیسے دلّی۔ لکھنؤ۔ مارواڑ۔ پنجاب۔ پورب کی اُردو میں اور چند امام قاریوں کے بھی ہیں۔ ہم لوگ حفص کے طور پر پڑھتے ہیں۔

(۹) وَبَانَ مِنْ نُجَیْہٖ خَمْسُوْنَ فَارِسًا لُیُوْثٌ عَوَابِسُ نَجِدٍ بِلُوَابِسُ بَانَ ظَفَرٍ۔ اس کے بچے سے پچاس سوار یعنی ظاہر ہوئے۔ فارس فرس سے نکلا خاص گھوڑے کے سوار کو کہتے ہیں۔ اونٹ یا گدھے کے سوار کو نہیں۔ لیوث عالس جمع لیث بمعنی شیر عوابس جمع عابس ترش رو۔ عبوس اُس کو کہتے ہیں جو ہر وقت تیوری چڑھائے رہے عَبَسَ وَتَوَلّٰی منہ سکیڑ کر پھیر لیا۔ لوابس جمع لابس۔ لباس پہننے والے۔ یعنی وہ سوار کیسے تھے

جیسے شیر خشمگین اور لوہا پہنے ہوئے تھے زرہ خود وغیرہ۔ لبوث عوالبس دونوں صفتیں ہیں
خمسوں فارسًا کی۔ خمسون فاعل ہو بان کا اور فارسًا تمیز ہے خمسوں کی تجدید متعلق
ہے لوالبس سے ای لوالبس بالجدید۔ یہ بھی صفت ثالث ہی خمسوں کی عوالبس لوالبس چونکہ
وزن منتہی الجموع رکھتے ہیں۔ سبب واحد کر غیر منصرف ہیں تنوین نہیں آسکتی۔

(۱۰) لَمَعَ ثَغْرُهَا عَلٰی صَفَحَاتِ التَّرَائِبِ عرب کی عورتیں دلی اور لکھنؤ
کی بیگموں کی طرح پان نہیں کھاتیں وہاں پان پیدا نہیں۔ پس وہ لوگ بریق ولمعان ندان
یعنی دانتوں کی چمک و براقی کو بہت پسند کرتی ہیں۔ ترائب جمع تربیہ سینے کی ہڈیوں کو
ترائب کہتے ہیں۔ امراؤالقیس بہت بڑا فصیح ہو گزرا ہی قصائد سبعہ معلقہ میں اسی کا
قصیدہ پہلا ہی۔ اس نے کہا ہی ع تَرَائِبُهَا مَصْقُولَةٌ كَالسَّجَنْجَلِ۔ سنجنجل
کہتے ہیں آئینے کو یعنی اُس کا سینہ آئینے کی طرح جلا رکھتا ہی تمھاری کتاب میں دانت
اور سینے دونوں کی براقی کی مدح ہے یعنی اُسکے دانتوں کا عکس سینے پر منعکس ہوتا ہی
اور جب ہنستی ہی تو دانتوں کی چمک سینے پر ظاہر ہوتی ہی۔

(۱۱) وَكَانَ الْحَاسِدُ مَارًّا فِي طَرِيْقَةٍ وَإِذَا الْمَحْسُوْدُ بِدَسْتِ حُكْمِ كِنَهٖ
حاسد و محسود نام معلوم ہوتے ہیں یعنی حاسد اپنی راہ چلا جاتا تھا ناگاہ کیا دیکھتا ہی کہ محسود
اُس کی مسند سلطنت پر متمکن ہی۔ دست مسند کو کہتے ہیں اُس پر بار جارہ لگی ہی۔ ای
المحسود قابض حکومت۔

(۱۲) هَتَفَ الصَّابِحُ بِالدُّجٰى فَاسْقِيْنِهَا۔ خَمْرَةً تَتْرُكُ الْحَلِيْمَ سَفِيْهًا
لَسْتُ اَدْرِيْ لِرِقَّةٍ وَصَفَاءٍ۔ هِيَ فِي كَاسِهَا اَمِ الْكَاسُ فِيْهَا
ہتف آواز دی۔ اسی سے ہے ہاتف۔ صبح نے اندھیرے میں آواز دی یعنی تڑکا ہوا

مرغ وغیرہ اندھیرے میں بولنے لگے اُن کے بولنے کو صبح کا آواز دینا قرار دیا۔ اسقینیہا میں ضمیر ہا راجع ہی طرف شراب کے جس کا ذکر پہلے اشعار میں ہو گا اور نہیں ہی تو صبح کا وقت شراب صبوحی کے پینے کا وقت ہی شراب حاضر فی الذہن تھی۔ خمرہ موصوف اور تترک الحلیم سفیہا جما، صفت اور موصوف صفت مل کر حال ہوا ضمیر ہا سے جو اسقینہا میں ہے۔ یعنی صبح ہوئی تو اے معشوقہ مجھ کو شراب پلا دراں حالیکہ وہ ایسی شراب ہی کہ حلیم صاحب حلم (عقل) کو سفیہ (احمق بنا کر چھوڑ دیا دیتی ہی یعنی کر دیتی ہی یعنی اُسکے پینے سے عقل زائل ہو جاتی ہی) دوسرا شعر میں نہیں جانتا بوجہ رقت اور صفائی کے کہ شراب پیالے میں ہی یا پیالہ شراب میں ہی۔ شراب پینے کے پیالے سفید شیشے یا بلّور کے ہوتے ہیں اور شراب کی صفت ہی رقّت یعنی پتلا پن کیوں کہ غلظۃ اور گاڑھا پن تلچھٹ یعنی دُرد میں ہوتا ہی۔ تو کہتا ہی کہ اُس شراب میں اس درجے کی رقت اور صفائی ہی کہ شراب اور پیالہ بلّور دونوں کے رنگ میں مطلق امتیاز نہیں کیا جا سکتا کہ شراب پیالے میں ہی یا پیالہ شراب میں جیسے کالپی کی مصری کی لوگ مدح کرتے ہیں کہ میٹھے چاولوں میں اور مصری کے ڈلوں میں امتیاز نہیں ہوتا اور شربت گلاس میں ہو تو شبہ ہو کہ خالی گلاس ہی۔

(۱۳) سَاَصْبِرُ حَتّٰی یَعْلَمَ الصَّبْرُ اَنَّنِیْ - صَبَرْتُ عَلٰی شَیْءٍ اَمَرَّ مِنَ الصَّبْرِ - وَلَا شَیْءَ مِثْلُ الصَّبْرِ مُرٌّ وَ اِنَّمَا - اُمِرَّ مِنَ الْاَمْرِ بِاَنْ خَانَنِیْ صَبْرِیْ -

صبر ایلوا ایک پھل ہی بہت کڑوا۔ میں مصیبت پر صبر کروں گا یہانتک کہ صبر کو بھی معلوم ہو جائے کہ میں ایلوا سے بھی زیادہ تلخ چیز کی برداشت کر سکتا ہوں، اور دوسرے امر من الصبر سے وہ مصیبۃ مراد ہی جس میں صبر کیا۔ پھر کہتا ہی کہ حق یہ ہی کہ ایلوا تو برا نام کڑوا ہے صبر کی برابر کسی میں تلخی نہیں۔ لیکن ایلوے اور صبر دونوں سے بڑھکر یہ بات

تلخ ہی کہ آدمی سے صبر نہ ہو سکے یعنی صَبر اور صبِر دونوں سے بے صبری بڑی تلخ ہے اور سچ ہے بے صبری صبر سے زیادہ تکلیف دیتی ہی۔ بے صبری کو اس عبارت سے تعبیر کیا اَن خانَنی صبری یہ کہ خیانت اور دغا کرے میرے ساتھ میرا صبر یعنی صبر مجھ کو دھوکا دے اور میری رفاقت نہ کرے۔

(۱۴) وَلَوْ اَنَّ مَابِیْ بِالجبال لَھدّمت۔ وَبِالنَّارِ اَطفاھا وَبِالرِّیحِ لم تسری۔ اگر وہ مصیبت جو مجھ پر نازل ہی کہیں پہاڑوں پر نازل ہوتی تو ڈھا دیئے جاتے اور مسمار ہو گئے ہوتے اور اگر وہ چیز جو ساتھ میرے ہی یعنی وہ مصیبت جو مجھ پر نازل ہی لَوْ اَنَّ مَابِیْ اَیْ مُصِیْبَۃٌ نَازِلَۃٌ بِیْ نَزَلَتْ بِالجِبَالِ لَھُدِّمَتْ۔ جزائے لَو ہی دوسرا مصرع عطف ہی تقدیر العبارۃ لَوْ اَنَّ مَابِیْ بِالجِبَالِ لَھُدِّمَتْ پر پہاڑوں کا تو یہ حال ہوتا کہ پھٹ پڑتے لَوْ اَنَّ مَا بِالنَّارِ اَطفاھا۔ آگ کا یہ حال ہوتا کہ بجھ جاتی تیزی و سرکشی چھوڑ دیتی۔ لَوْ اَنَّ مَابِیْ بِالرِّیحِ لَمْ تَسرِیْ۔ ہوا کا یہ حال ہوتا کہ چلنے سے بند ہو جاتی اصل میں تسری تھا لم آیا لم تسر ہوا۔ پھر رے کے کسرے کو اشباع سے پڑھا واسطے رعایت وزن شعر کے تو لم تسری ہو گیا۔ اب جو ی ہے اشباع کسرہ کی ہی قرآن مجید میں ہے وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَھُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْھَا اسْمُ اللّٰہِ[1] فقط ۱۹ ار نومبر ۱۸۷۶ء

خط ۴۹

گو تم نے نہیں لکھا مگر میں قرائن سے کہہ سکتا ہوں کہ تم بجنور نہیں گئے۔ استثنا کی شریعت میں اسی وجہ سے تاکید ہی کہ انسان استقبالات پر قادر نہیں استثنا مصطلح شارع نام ہے

---

[1] اور اگر خدا لوگوں میں یہ انتظام نہ رکھتا کہ ایک کو دوسرے سے دفع کرے تو صومعے اور کلیسا اور مساجد جن میں خدا کا نام لیا جاتا ہے منہدم ہو جاتے

اِن شاء اللّٰہ کہنے کا۔ قرآن پاک میں کسی مقام پر وَلَا یَسْتَثْنُوْنَ[1] آیا ہے۔
..... کا خط آیا ہے تم نے اُس سے کیوں کہہ دیا ہوگا۔ کیا تم نے نہیں پڑھا۔ صُدُوْرُ الْاَحْرَار
قُبُوْرُ الْاَسْرَارِ[2]۔ لیکن کیا ایک خط اور وہ بھی بعد حسن طلب رفع شکایت کر سکتا ہے حاشا و کلا[3]

جب توقع ہی اُٹھ گئی غالبؔ ۔ کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی

مگر تم اُس کو مجھ سے بد دل مت کرو۔

تو برائے وصل کردن آمدی ۔ نے برائے فصل کردن آمدی

دہلی میں سواری کی ضرورت ہوگی۔ اے کاش تم کوئی گھوڑا رکھتے۔ اس کا الزام مجھ پر
ہے یا تم پر۔ اب تم بڈھے باپ کو کندھے پر لادے لادے پھرنا۔ ۱۳ اردسمبر ۱۸۷۶ء

خط ۵۰

بشیر۔ عربی پڑھنے کا ڈھنگ تو اچھا ہے۔ اے کاش انگریزی اور ریاضی اور ہر چیز
میں یہی کاوش ہو۔ اگر اسی طرح کی تحقیق سے ہر چیز دیکھی اور سمجھی جائے تو طوفان ترقی استعداد
پیدا ہو۔ لیکن عربی میں اس ڈھرے پر تم کو میں نے لگا یا۔ سو تم کو اسکا خیال ہے۔ باقی چیزوں کو
سرسری طور پر ٹرخاتے ہو۔ اگر منطق نہیں ہوتی حدیث شروع کردو۔ میں کہتا ہوں عربی کا ایک
سبق مدرسے کے باہر ہونا ضرور ہے۔ اگرچہ تھوڑا ہو مگر ہو ضرور۔ تمہارے خط انگریزی میں حروف
کی جوڑان نہیں ہوتی تمہارا خط مجھ سے عمدہ ہے مگر میں تم کو اپنا جیسا نہیں چاہتا بلکہ اپنے سے
بہ مدارج بہتر۔ اور جو بات تمہارے فائدے کی سمجھ میں آئے گی جب تک جیتا بیٹھا ہوں
لکھا کرونگا۔ ماننا نہ ماننا تمہارا کام ہے۔ عربی ہو یا انگریزی ترجمہ دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک
لفظی جیسے گئی وہ عورت اوپر ایک دروازے کے۔ ایک با محاورہ جیسے وہ عورت ایک دروازے پر

---

[1] اور وہ اِن شاء اللہ نہیں کہتے [2] آزادوں کے سینے بھیدوں کے گنجینے ہیں [3] ہرگز نہیں۔

پہونچی۔ مبتدی کو پابندی لفظی ترجمے کی ضرور ہے۔ لیکن اس کو اپنی زبان کے محاورے پر بھی نظر رکھنی چاہیئے۔ عبارۃ کی عمدگی یہ ہے کہ نری بول چال ہو جیسے کوئی باتیں کر رہا ہے۔ اس وجہ سے اخبار اور ناول کی انگریزی عمدہ سمجھی جاتی ہے یہ لوگ روزمرہ لکھتے ہیں پس تم دو ترجموں کی عادت کرو لفظی اور با محاورہ بلکہ اب تم کو محاورے کا زیادہ خیال رکھنا چاہیئے کیوں کہ بفضلہ تعالےٰ مبتدیوں کے درجے سے ترقی کی۔

خط ۵۱

۸ر جنوری کو رات کے نو بجتے بجتے میں اپنے ضلع میں پونہچ گیا۔ ٹرین نے ابتداء روانگی میں کچھ دیر کی پھر راہ میں زائد از معمول وقفات ہوئے۔ غرض تین بجے کے بعد بکسر پونہچے ورنہ میں شاید سویرے پونہچ جاتا۔ راہ میں جو لوگ میری گاڑی میں تھے اتفاقاً ان میں ایک ہندوستانی ڈاکٹر بھی تھا۔ میں نے تمہارے داد کا تذکرہ کیا۔ وہ تو کچھ چپ سا ہو گیا۔ مگر ایک یورپین جنٹلمین نے کہا گو آیوڈوفارم داد کے لئے نہایت نافع ہے اور اس وقت ڈاکٹروں کا اجماع ہے اس بات پر کہ داد کی دوا اس سے بہتر نہیں یہ ایک سفید سفوف ہے انگریزی دوا فروشوں میں شاید آٹھ آنے کو اس کی شیشی ملیگی خوبی یہ ہے کہ جاذ اور قاطع نہیں رتی بھر ہتھیلی پر رکھ کر دو تین قطرے پانی میں لت کر کے داد پر مل لیا کرو صبح و شام استعمال کرو غالباً تین دن میں نفع ظاہر ہو جائیگا ۹ جنوری سنہ ۱۸۷۷ء

خط ۵۲

دس دن دہلی میں رہ آنے سے مجکو مہینوں وحشت رہے گی۔ تمہارے دل کی جو کچھ کیفیت ہو مگر میرا یہ حال ہے کہ جس وقت ذرا خالی ہوتا ہوں تمہارا خیال آتا ہے اور تمہارا خیال کیسا تمہارا امتحان کا مجھ کو تمہارے خط کے دیر کرنے سے خدشہ یہ ہوتا ہے کہ کہیں تمہارا نسخہ

ایسا تو نہیں ہوا کہ تم امتحان میں ناکام رہے اور شرم کے مارے مجھ کو نہیں لکھتے۔ سو کب تک چھپاؤ گے۔ جلد لکھو کہ تمہارا انتظام کروں۔ ہرچند یہ مواقع سفارش کے نہیں ہیں لیکن اگر کچھ دخل سفارش کو ہو اور ضرورت بھی ہو تو میں یہاں دو بیٹھا ہوا کیا کر سکتا ہوں البتہ..... مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض حاجت کرو۔ میں بہت وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ مجھ سے زیادہ وہ تمہاری مدد کریں گے اور میری نسبت وہاں اُن کی وقعت بھی زیادہ ہے۔ اگر کسی معلم یا ماسٹر کی توجہ درکار ہو تو بھی مولوی صاحب سے کہنا اگرچہ دہلی کے لوگ بے مروتی سی کرتے ہیں لیکن ع چہ تواں کرد مرد ماں ایں ماند۔

والسلام۔ ۱۹۔ جنوری ۱۸۷۷ء

خط ۵۳

۱۷ کا خط پہنچا۔ بندۂ خدا اتنی دیر مت کیا کرو۔ کیا کفایت شعاری اسی میں منحصر ہے کہ مجھ کو خط لکھنے میں کمی کی جائے؟ میں نے تم کو پہلے بھی لکھا ہے اور پھر لکھتا ہوں کہ امتحان کے بھروسے پر مت رہو۔ کسی طرح جماعت میں ترقی کر دو اور آگے کو نصیحت پکڑو۔ مدرسے میں کامیابی اور نام آوری کے ساتھ پڑھنا یوں تو نہیں ہو گا۔ مدرسے کے علاوہ گھر پر کم سے کم تین چار گھنٹے روز دل لگا کر پڑھو گے تو خیر ورنہ کیوں خود حیران ہوتے ہو اور کیوں ہم سب کو حیران کرتے ہو۔ دُنیا کی کارروائی کے لائق تم کو لکھنا پڑھنا آ ہی گیا ہے بس میرے پاس رہ کر قانون یاد کرو اور امتحان دو۔ مدرسے میں پڑھنا منظور ہے تو یاد رکھو انٹرنس پہلی منزل ہے۔ بھلا کچھ نہ ہو تو بی اے کے خطاب تک تو پہنچو۔ پس نمبر ا درجہ فضیلت حاصل کرنے کے ہرگز یہ ڈھنگ نہیں جو تمہارے ہیں۔ ہر روز کے سبقوں کو بالالتزام مطالعہ اور پھر پڑھنے کے بعد نظر تدقیق سے اُن کو دیکھنا اور ذہن نشین کرنا اور ایک درجہ

اعتدال کے ساتھ محنت کا برابر جاری رکھنا شرط ضروری ہے۔ تمہارا یہ حال ہے کہ پہلے ہی امتحان میں یہ تردد کہ پاس ہوئے یا نہیں تو اگلے امتحان کہیں سخت ہیں۔ کیوں کر اُن سے عہدہ برا ہو سکو گے غرض پڑھنا تو پڑھنے کے طور پر پڑھو۔ کہیں چاندنی چوک جا نکلے کہیں عجائب خانہ کی سیر کی، کچھ وقت قصے کہانیوں میں ضائع کیا۔ دو گھڑی راگنی اور سو رہے۔ یوں تو پڑھنا نہیں آتا۔ پڑھنا جب آ سکتا ہے کہ تم ایک ایک منٹ کی قدر کرو اور جہاں تک تندرستی اجازت دے محنت کرتے رہو تم اب تک مجھ سے صرف عربی ہی پوچھتے تھے۔ آئندہ ریاضی بھی پوچھا کرو زیادہ نہیں تو انٹرنس تک تم کو بتاؤں گا حساب و جبر مقابلہ کی خامی متوجہ ہو کر نکال ڈالو۔ تاریخ کے واقعات بطور سوال و جواب مرتب کرتے جاؤ تب امتحان دینے کا مزہ ہے۔ نری دعا سے کام نہیں چلتا شوق نہیں ورنہ مولوی ..... کے ہوتے تم کو عربی کا حاصل کرنا کیا دشوار تھا۔ مدرسے کی چیزوں کا جیلہ اور ان میں بھی نقصان۔

مولوی صاحب نے کئی مکان لئے۔ لیکن سب جائداد میں دوکان مجھ کو پسند ہے باقی محل اور حویلیاں سب آخور کی بھرتی غضب ہے۔۔۔ والا مکان تیرہ سو کا ہے اور تین روپے کرایہ۔ نوٹ کے حساب سے اس کا کرایہ للعہ ہونا چاہیئے۔ مگر کوئی اہتمام نہیں کرتا ہم نے مکان مفت نہیں پایا گٹھری بھر روپیہ دیا ہے تو کیا وجہ کہ ہم کو پورا نفع نہ ملے مولوی صاحب کے مزاج میں رحم۔ بیوی صاحب کو خیال نہیں۔ تم کو لیاقت نہیں۔ مولوی دعا گو کو قابلیت اور فرصت دونوں نہیں۔ مکان لاوارث سا پڑا ہے۔ اگر کرایہ داروں کو یہ حال معلوم ہو تو وہ تین روپے بھی نہ دیں بڑی حویلی ہمیشہ خسارہ دیتی ہے۔ مگر اعمال بد کی طرح بار دوش ہے

۱؎ مولوی بشیر الدین احمد صاحب کے نانا مراد ہیں ۲؎ ہو نہ ہو یہ وہی شخص ہے جس کے نام کا خط گذر چکا ہے یعنی مولوی سبحان بخش۔

خدا ہی ہی کہ اُس کا بوجھ سر سے ٹلے۔ جب تجربہ کر لیا کہ دہلی و بجنور دونوں میں کوئی انتظام کرنے والا نہیں تو عاجز آکر نوٹ[1] کا پہلو اختیار کیا ورنہ کوئی کرنے والا ہوتا تو حلال طور پر ایک ڈپٹی کلکٹر کی تنخواہ کماتا اور اصل محفوظ۔ بس غنیمت ہی کہ بیچارے مولوی صاحب باوجود معذوری اتنا بھی کرتے ہیں ورنہ ہم سب تو جیسے منتظم اور ہوشیار ہیں ظاہر۔ فقط

۲۱۔ جنوری ۱۸۷۷ء

خط ۵۵

آٹھویں جماعت جس میں تم کو رعایتہً ترقی کر دیا گیا وہ جماعت ہی جس میں تم کو میں سال گذشتہ داخل کرانے والا تھا۔ شاید تم کو معلوم نہ ہوا ہو۔ مگر مجھ کو تمہارا ساتویں میں داخل ہونا خوش نہیں آیا تھا تعجب ہی کہ تم آٹھویں کا نام سُنکر گھبراتے ہو۔ رعایتی ترقی محمود ترقی نہیں ہے ؎

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است   رفتن بپائے مردی ہمسایہ در بہشت

لیکن اگر تم آٹھویں میں نہ گئے ہوتے تو مجھ پر سخت صدمہ ہوتا اور میں تم کو دہلی میں نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ برخوردار محنت سے جان چُرانا تو طالب علم کا کام نہیں ہی۔ اور پھر یہ بھی کوئی محنت ہے کہ خدا کے فضل سے ہر طرح کے آرام کیساتھ گھر میں رہنا اور پڑھنا۔ وہ بھی بندگانِ خدا ہیں جو دن بھر کلہاڑی چلاتے۔ سڑک کوٹتے۔ دوڑتے۔ راتوں کو جاگتے۔ بوجھ ڈھوتے۔ ہزاروں شکر ہے کہ تم شاقہ محنت میں مبتلا نہیں کیئے گئے۔ محنت ایک امر اضافی ہی اس کا مفہوم متعین نہیں۔ ایک کام زید کے واسطے محنت کا ہے مگر شاید خالد کے حق میں وہ کامل آسائش کا موجب ہی۔ پس جس کو تم نے محنت سمجھا ہو گیا

---

[1] یعنی اندوختے کو پرامیسری نوٹ کے پیرایہ میں رکھا۔ خط ۴۴ میں اس کی خوب تفصیل ہے۔

تم جیسے اور تم سے بہتر ہزاروں لاکھوں اُس کو نہیں کرتے۔ افسوس ہی کہ تم اُس کو محنت کہو۔ ارے بابا اگر یہ محنت بھی ہی تو ساری عمر کا آرام۔ ساری عمر کی خوش حالی ساری عمر کی آب رو اس محنت کے طفیل سے حاصل ہو گی ایک ظریف کا مقولہ ہی کہ جینا تو جینا بے محنت مرنا بھی نہیں ہو سکتا۔

اگر تم کو عربی میں ۲۸ نمبر ملے تو نہ تمہاری محنت سے بلکہ اس فقیر کی محنت کا ثمرہ ہی کہ کسی حالت میں تمہارا سبق ناغہ نہیں ہونے دیا۔ میں نے اپنے پندارہ میں تم کو اتنا پڑھا دیا تھا کہ اگر تم نے اُس کو محفوظ رکھا ہوتا تو آجکل کے سو دو سو نہیں تو چالیس پچاس مولویوں سے تو بہتر تھے۔ مگر وہ گھر کی مرغی تھی تم نے دال برابر سمجھی۔

مجھ کو تمہارے اس لکھنے پر بڑی ہنسی آئی کہ تاریخ جغرافیہ سب مضمونوں میں مشکل ہی۔ میں تو ان دونوں کو قصہ کہانی سمجھتا ہوں۔ البتہ یہ پڑتا ہی کہ کتاب پڑھتے وقت عبارت پر تو لحاظ ہوتا ہے حاصل مطلب کی طرف توجہ نہیں ہوتی ورنہ اگر ہر آدھے یا پورے صفحے کے بعد آنکھ بند کر کے غور کر لیا جائے کہ اتنے کا خلاصہ مطلب کیا ہوا تو ممکن نہیں کہ واقعات مستحفظ نہ رہیں۔ جغرافیہ کی جان ہی نقشہ۔ ایک مکمل نقشہ منگوالو اور ایسے موقع پر لٹکا دو کہ تھک کر لیٹو تو نقشہ سامنے ہو۔ بار بار دیکھتے دیکھتے یاد ہو جاتا ہی کہ فلاں شہر کہاں ہی اور وہ ندی یا پہاڑ کدھر واقع ہے۔ اگر تمہاری کتاب چند روز کے لئے مجھ کو ملے اور میں اُس کا اُردو میں خلاصہ کر دوں یا سوال جواب بنا دوں اور تم اس کو یاد کر لو پھر فیل ہو جاؤ تو میں جواب دہ۔

حساب۔ جبر و مقابلہ۔ اقلیدس البتہ سوچ بچار اور مشق و مہارت کے کام ہیں میں نے تم کو کسور عام اور کسور اعشاریہ تک پڑھا دیا تھا اور جتنا تم نے حساب و جبر و مقابلہ

مجھ سے سیکھا تھا۔ وہ ساتویں جماعت میں کامیاب ہونے کو کافی تھا لیکن مصیبت یہ ہے کہ تم نے نہ تو یہاں جی لگایا نہ وہاں لگاتے ہو۔

میں نے تم کو متواتر لکھا کہ بشیر ہر کتاب کو سبق روزمرہ تک یاد کرنے جاؤ لیکن دُنیا میں باپ ہونا بات کو بے وقعت کرتا ہے۔ تم نے کہا نہیں تو دلمیں خیال کیا کہ اسکی عادت ہے اسی طرح کے خطوط لکھا کرتا ہے اس سے کہ تم.... یا کسی شناسا ستعافہ کو گو وہ بجنوری ہی کیوں نہ ہو یا گو وہ دہلی والا ہی کیوں نہ ہو بے فائدہ خط لکھو۔ اور اس سے کہ رات کو عزیزہ دین اور غلام موے دین سے باتیں کرو۔ اور اس سے کہ تم پہاڑ گنج جاؤ اور اس سے کہ تم.... کو لکھنا سکھاؤ اور اس سے کہ تم بازار میں پھرو اور عجائب خانہ و باغ کی سیر کرو اور اس سے کہ تم سیماب وار کبھی گھر میں کبھی باہر آؤ جاؤ۔ اور اس سے کہ تم بھول کر بھی کبھی مطالعہ نہ کرو اور اس سے کہ تم مدرسے کے سبقوں کو گھر میں آکر نہ پڑھو۔ غرض اس سے کہ محنت نہ کرو اور وقت کی قدر و قیمت نہ پہچانو نہ تم امتحان دے سکے ہو اور نہ آیندہ کبھی دے سکو گے۔ میں نہیں کہتا کہ تم اتنا پڑھو کہ تن درستی میں خلل پڑے۔ لیکن جہاں تک تم سے ہو سکے ایک منٹ ایک سکنڈ کو رائگاں مت کرو۔ پھر قسم کھا کر کہا جا سکتا ہے کہ تم انٹرنس کیسا خطاب حاصل کرو گے اور گو ہندوؤں کے لڑکے اپر اسکول میں پڑھ کر آئے ہوں کوئی تم کو نہ پا سکے گا۔ آٹھویں جماعت میں پڑھنا انہیں کا ہے جو ساتویں پاس کر کے چڑھے ہے اور تمہارا پڑھنا تو بھئی بھگوڑی پدڑی کا پھر بیٹھنا ہے۔

۱؎ عزیزالدین اور غلام محی الدین مراد ہیں یہ ایک غریب ہمسائے کے لڑکے ہیں انکی ماں بچاری جاہل ان کو انہیں ناموں سے پکارتی ہے جو متن کتاب میں ہیں۔ مولوی نذیر احمد صاحب نے تعریضاً انہیں غلط ناموں کو نقل کر دیا ہے۔ تاکہ بیٹا ہنسے اور آواروں کی صحبت سے محترز رہنے کا بھی اشارہ ہے۔

خدا تمہاری غیرت کو تیز اور تمہاری ہمت کو بلند اور تمہاری محنت کو زیادہ کرے آمین۔ بیٹے تمہارے ساتھ وہ کیا اور کرتا ہوں جو میرے باپ نے (خدا اُن کو جنت نصیب کرے) میرے ساتھ کیا تھا۔ میں نے تم کو پہلے بھی لکھا تھا اور پھر بھی لکھتا ہوں کہ میں عربی اور ریاضی دونوں میں تمہاری مدد کو حاضر ہوں مگر بے تمہاری ہمت کے کام نہیں چلے گا امتحان سالانہ کو ہر وقت پیشِ نظر رکھو اور ہر روز محنت کئے جاؤ ان شاء اللہ بیڑا پار ہے ؎

مشکلے نیست کہ آساں نہ شود   مرد باید کہ ہراساں نہ شود

پھر کیا ضرور ہے کہ امسال اگر رعایۃً تمہاری ترقی ہوگئی تو سالِ آئندہ بھی رعایت کی جائے۔ اگلے سال اپنی قوت بازو سے ترقی کرو۔ جو لڑکا ریاضی میں تیز ہو اُس سے راہ و رسم ضرور پیدا کرو۔ انگریزی کے ۲۶ نمبر بھی محل خوف ہیں۔ ارے میاں ایک طالب علم ہم تھے کہ سارے ہم جماعت بلکہ بے خدا اُستاد بربر بز کرتے تھے۔ مگر تھا کیا کہ کبھی تمہاری طرح بدشوق اور کم محنت نہ تھا بے سر و سامان البتہ تھا جنوری ۷۷ء گزری اور دسمبر ۷۷ء تعطیل میں گزرے گا۔ پس بہ استثناء تعطیلاتِ درمیانی مشکل سے پانچ چھ مہینے ہوں گے اگر کوئی مدرسے کی پڑھائی پر قانع رہے تو وہ پڑھ چکا۔ اصل پڑھنا تو گھر کا ہے اور تم گھر پر پڑھنے یا تعطیلوں میں دوسرے سے استفادہ کرنے کا اہتمام کرتے نہیں۔

تمہارے پڑھنے کا جھگڑا تو چلا ہی جائیگا۔ اب کچھ گھر کا کام بھی کروں۔ میرے پاس ایک خط مولوی ... صاحب کا آیا۔ یہ مضمون وہی ہے جو مولوی صاحب نے دتی میں زبانی بھی کہا تھا اور میں نے بیوی صاحب سے نقل کیا تھا۔ نہیں معلوم مولوی صاحب کو یہ خیال خود پیدا ہوا یا وہاں والوں نے کہا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ انہیں کا خیال ہے مگر کوئی دوست جو صلاح کی بات کہے اُس کو مخاصمت کے ساتھ نہیں سننا چاہیے

لوگ مجھ کو بخیل اور کنجوس کہتے ہیں اور چوں کہ قاعدہ ہے کہ ع تا نہ باشد چیزکے مردم نہ گوید چیزہا - مجھ میں یہ عیب ہوگا - اگرچہ خود پسندی کی وجہ سے آدمی کو اپنے عیوب پر اطلاع نہیں ہوتی - لیکن بخل اولاد کے ساتھ تو میں بھی برتنا نہیں چاہتا - تف ہے میری دولت پر اور لعنت میرے مال دار ہونے پر جب میری پیاری اولاد اس وجہ سے تکلیف پائے کہ میں اُن کی حاجت کی قدر باوجود مقدرت روپیہ نہیں دیتا - خدا کی قسم میں یہی سمجھتا ہوں کہ جو کچھ میرے پاس ہے ان بچوں کی امانت ہے بس افسوس ہے کہ جن کا روپیہ اُن ہی پر خرچ نہ کیا جائے - خدا اس کا گواہ ہے کہ بشیر کے لئے... کے لئے... کے لئے کس کم بخت کو روپے سے دریغ ہوا اور میں نے اپنے نزدیک اب تک ایسا ہی برتاؤ کیا ہے یا شاید میری سمجھ کی غلطی ہو - غرض اس مضمون کو میں تمہاری والدہ کے حوالہ کرتا ہوں کہ وہ بلا رو رعایت خوب غور سے سوچیں اور مطلق میرا اور میرے روپیہ کا پاس نہ کریں مجھ کو اُن کے فیصلے کی تعمیل میں مطلق تامل نہ ہوگا - فروری ۱۸۷۷ء

خط ۵۵

اگرچہ امتحان تم دو گے اور یاد تم کرو گے اور محنت و کاہلی کا نتیجہ تم بھگتو گے مگر مجھ کو تمہارے امتحان سال آئندہ کا ابھی سے سوچ ہے اور تم ابھی سے فکر رکھو گے تو دعوے کے ساتھ امتحان دو گے - پس عربی اور ریاضی کے سبق بھیجنے شروع کر دو - تھوڑا تھوڑا ہو چلے - یہ خیال ہرگز اپنے دل میں مت آنے دینا کہ ابھی بہت وقت ہے فقط - ۴ر فروری ۱۸۷۷ء

خط ۵۶

ریڈ صاحب کی چٹھی آئی ہے - اُنھوں نے رپورٹ کر دی ہے کہ یکم مارچ سے نذیر احمد

دوسرے ضلع میں بھیجا جاتے یہاں اُس کی ضرورت باقی نہیں۔ عملہ یکم مارچ سے تخفیف کیا جائے گا مجھ کو اس وقت معلوم نہیں کہ کہاں جاؤں گا اور کس کام پر۔ میں نے ریڈ صاحب کو لکھا ہے کہ تین مہینے کی رخصت دلا دیجیے کہ ذرا آرام کر لوں۔

لیکن منجانب اللہ ایک دوسرا سامان ہوا ہے۔ اگر تم لوگ رضامند ہو کر اجازت دو۔ خط ملفوفہ مولوی سید مہدی علی خاں صاحب بہادر کا ہے۔ یہ حواری[۱] ہیں سید احمد خاں صاحب بہادر کے۔ اٹاوے کے رہنے والے ہیں۔ وہیں سررشتہ دار فوجی تھے وہیں تحصیلدار ہوئے وہاں سے مرزاپور بدل آئے وہاں کچھ کوہستانی علاقہ زیر بندوبست تھا۔ ان کو ڈپٹی کلکٹر بندوبست کے اختیارات دیئے گئے اور کئی مدّوں سے ملا کر چار سو روپیہ پاتے تھے اسی اثنا میں شاید نواب سر سالار جنگ بہادر وزیر حیدرآباد نے سید احمد خاں صاحب سے پانچ یا چھ آدمی طلب کئے انھوں نے ان کو بھیج دیا۔ وہاں جا کر مولوی مہدی علی صاحب کی شاید ہزار روپیہ تنخواہ ہوئی اب سنا ہے کہ معتمد مدار المہام مقرر ہوئے ہیں۔ یہی مولوی مہدی علی صاحب کو فی عمری صرف ایک بار آگرے میں دیکھا جن دنوں مجھ کو مرآۃ العروس کا انعام اٹاوے میں ملنے والا تھا مولوی مہدی علی صاحب ڈیوک آف اڈنبرا کو دیکھنے کلکتے گئے تھے وہیں سے مجھ کو بلا تعارف بڑے تپاک کا خط لکھا اور بہت اصرار کیا کہ اٹاوے میں میرے مکان پر ٹھیرنا چنانچہ جوں ہی میں ریل سے اترا مولوی مہدی علی صاحب کے رشتہ مند مجھ کو کشاں کشاں اپنے گھر لے گئے اور بہت مدارات کی مگر مولوی مہدی علی صاحب وہاں نہ تھے لیکن نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے مجھ کو اٹاوے سے واپس کیا اور آگرے کے دربار میں

۱؎ اصل میں حضرت عیسیٰ کے اصحابہ حواری کہلاتے ہیں۔ حوار کہتے ہیں عربی میں سفیدی کو۔ چونکہ اصحاب مسیح اکثر دھوبی تھے شاید وجہ تسمیہ ہو یا حواری کے معنی یار مخلص کے بھی ہیں مولوی مہدی علی کو سید احمد خاں صاحب کا حواری کہنا ظریفانہ شوخی ہے ۱۲ اپنی عمر میں۔

بُلایا وہاں منشی غلام غوث صاحب میر منشی لفٹننٹی کے یہاں میں نے مولوی مہدی علی صاحب کو دیکھا ایک جوان صبیح بے باکانہ مرآۃ العروس کی ہنسی اُڑا رہے ہیں۔ جوں ہی میں خیمے میں پہنچا منشی غلام غوث صاحب نے کہا بیٹھئے حضرت مرآۃ العروس کے مصنف صاحب بھی تشریف لے آئے منشی غلام غوث صاحب کی تقریب سے ہم دونوں ملے تو مولوی مہدی علی صاحب منقبض سے ہوئے۔ شاید ہنسی اُڑانے سے کچھ جھینپے ہوں۔ مجھ کو حیرت ہوئی کہ الٰہ العالمین یہ وہی مہدی علی ہیں جنھوں نے خود مجھ کو کس تپاک سے اپنے گھر ٹھہرایا تھا کہ اب بالمشافہ میری کتاب کی تفضیح کر رہے ہیں خیر رفت گزشت اب جو یہ خط آیا ہے سرکاری خط ہے کیونکہ اُس میں لکھا ہے کہ حسب الحکم سرکار لکھتا ہوں اور مجھ کو سکندر پور میں ایک دوست مولوی... صاحب کے خط سے بھی کہ وہ بھی ریاست حیدر آباد میں ہیں اس سے پہلے معلوم ہوا کہ میرا تذکرہ مدار المہام حیدر آباد کے حضور میں ہوا تیسری دلیل اس خط کی صداقت اور واقعیت کی یہ ہے کہ سیّد احمد خاں صاحب کی معرفت آیا ہے تم جانتے ہو کہ سید احمد خاں صاحب کس رتبے اور وقار کے آدمی ہیں۔ غرض حسن طلب میں تو کچھ شک نہیں۔ حیرت یہ ہے کہ مولوی مہدی علی صاحب نے میری تقریب کیوں کی۔ عجب نہیں کہ کتاب ہیئاۃ نے یاد دہانی کی یا کوئی اور سبب ہوا ہو۔ بہر کیف بلاتے ہیں

لہ اس کتاب کا خط ۱۸ میں بھی مذکور ہے اور اس کے متعلق ایک دلچسپ قصہ ہے وہ یہ کہ مولوی نذیر احمد صاحب گورکھ پور میں ڈپٹی کلکٹر تھے اور سٹرلی۔ پورہ وِن ایک حصہ ضلع کے مہتمم بندوبست۔ وہاں دونوں سے ملاقات ہوئی وِن صاحب علم دوست آدمی تھے اور اُن کو مشرقی زبانوں کے سیکھنے کا بڑا شوق تھا۔ سنا ہے کہ مولوی نذیر احمد صاحب کی استعداد لیاقت کا حال وِن صاحب سے مخفی نہ رہا ہوگا۔ وِن صاحب نے قانونِ شہادۃ پر ایک دقیق متن تصنیف کر کے مولوی نذیر احمد صاحب سے اُس کا ترجمہ کرایا۔ اُن دنوں وِن صاحب سہارن پور کے کلکٹر تھے وِن صاحب اس ترجمہ سے مولوی نذیر احمد صاحب کی لیاقت کے اور بھی معتقد ہو گئے۔ ایک مدت کے بعد وِن صاحب ترقی کرتے کرتے کشمیر کے پولیٹیکل ایجنٹ مقرر ہوئے ان ہی دنوں وِن صاحب نے علم ہیئاۃ کی ایک مشہور کتاب گو لیمینز ہیونز کا ترجمہ کرانا چاہا۔ ایک ہزار روپیہ کا

اور تنخواہ بالفعل آٹھ سو اور بعد کو ایک ہزار ماہوار یہاں کے سکّے سے دینے کا وعدہ فرماتے ہیں۔ اتنی تنخواہ مجھ کو سرکار انگریزی میں تمام عمر پانے کی توقع نہیں۔ دربار حیدرآباد ان دنوں بہت ممدوح ہے۔ اختیارات وسیع۔ عہدہ معزز۔ مجھ کو وہاں کے زیادہ حالات معلوم نہیں اتنا جانتا ہوں کہ اِدھر کے اور انگریزی عملداری کے ہزارہا بندگان خدا وہاں ہیں سینکڑوں آدمی تو دلی کے وہاں ہیں۔ مولوی رشید الدین خاں مرحوم کا خاندان سب وہیں ہے۔ بس تم لوگ اگر صلاح دو تو بالفعل ایک سال کی رخصت لیکر جاؤں فرا بمبئی مدراس۔ حیدرآباد وغیرہ کی سیر کروں۔

اشتہار دیا کہ جو شخص اس کتاب کا بہتر سے بہتر ترجمہ کرے گا اسکو ایک ہزار روپیہ انعام دونگا۔ اشتہار کے علاوہ وِلن صاحب نے مولوی نذیر احمد صاحب کو خاص چٹھی لکھی کہ میں نے اشتہار تو دیا ہے مگر میرا خیال یہ ہے کہ یہ انعام تم ہی لوگے۔ مولوی نذیر احمد صاحب نے عذر کیا کہ مجھے دفتر کے کاموں سے فرصت نہیں تو وِلن صاحب نے سر ولیم میور صاحب سے ایما کرایا مجبور مولوی نذیر احمد صاحب نے ترجمہ کیا اور دس ترجمے شاید اور بھی ہوئے ان ترجموں سے انتخاب بہتر کے لئے وِلن صاحب نے ایک کمیٹی منعقد کی۔ سُنا ہے خدا جانے صحیح یا غلط کہ سید احمد خاں صاحب اس کمیٹی کے پریزیڈنٹ تھے اور منجملہ اور صاحبوں کے شمس العلماء خان بہادر مولوی ذکاء اللہ صاحب ممبر کمیٹی نے یہ رائے دی کہ مولوی نذیر احمد صاحب کا ترجمہ سب میں بہتر ہے مگر ایک ہزار میں سے چار سو روپے کے قابل ہے۔ کمیٹی نے وِلن صاحب کو یہ صلاح دی کہ چھ سو روپیہ جو بچے اُس سے مولوی نذیر احمد کے ترجمہ کی درستی کراؤ۔ مولوی نذیر احمد صاحب نے وِلن صاحب سے پوچھا بھی کہ اگر مجھ کو اپنے ترجمے کے نقصان معلوم ہوں تو شاید میں ان کی درستی کر سکوں مگر خدا جانے کس مصلحت سے مولوی نذیر احمد کو نہ تو کمیٹی کے ممبروں کے نام بتائے اور نہ ترجمے کے اسقام۔ برسوں وِلن صاحب تلاش میں لگے رہے کہ کوئی شخص مولوی نذیر احمد صاحب کے ترجمے کی اصلاح کا بیڑا اُٹھائے۔ کسی نے ہامی نہ بھری۔ وِلن صاحب نے کہیں سُن لیا تھا کہ حیدرآباد میں امیر کبیر شمس الامراء علم ہیئت کے بڑے عالم ہیں اور اُن کی کتاب شمسیہ بھی وِلن صاحب کی نظر سے گزر چکی تھی آخر وِلن صاحب نے سالانہ ریزیڈنٹ صاحب کی معرفت مولوی نذیر احمد صاحب کا ترجمہ اصلاح کے لئے حیدرآباد بھیجا اور وہ ترجمہ ریزیڈنٹ سے امیر کبیر اور امیر کبیر سے سالار جنگ مرحوم اور ان سے مولوی سید حسین بلگرامی بی۔ اے کے پاس آیا۔ مولوی سید حسین نے ترجمہ کو بہ نظر اصلاح دیکھا اور مولوی نذیر احمد صاحب کو لکھا کہ اس سے بہتر ترجمہ ہو نہیں سکتا اور اگر ہو سکتا ہے

سِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ۔

خط ۵۷

تین مہینے کی رخصت کے لئے ریذیڈنٹ صاحب نے بھی سفارش کردی ہے لیکن حیدرآباد جانا ہوا تو برس دو برس کی فرلو لینی ہوگی ریل ہے تو دوری کوئی چیز نہیں۔ رہی پنشن اسکے لئے میں نے دریافت کیا ہے۔ اگر میں حیدرآباد گیا تو مولوی ... کو ساتھ لئے جاؤں گا۔ اُن کو ابھی سے سُنا رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ وقت پر تقاعد کریں طالب اگر سچا ہے تو وہ دور و نزدیک پر نظر نہیں کرتا۔ اس سے کہ دہلی میں حاجتمندانہ رہیں بہت بہتر ہوگا کہ پردیس میں آسودہ حالی سے بسر ہو۔ اُن کی سی حالت اگر مجھ پر ہوتی تو بھوپال ایسا تھا جیسے دلی والوں کو شاہدرہ چنانچہ جن دنوں میں گجرات گیا وہ بھوپال سے بہت دور تھا انتیس دن تک متواتر تمام تمام دن چلا تب خدا خدا کرکے گجرات کی شکل دیکھی۔ حیدرآباد سے خط آنے شروع ہوئے ہیں کہ علاوہ تنخواہ کے دو سو چالیس روپیہ ماہوار دوامی بھتہ بھی ہے۔ اب میں صرف دو باتوں کا منتظر ہوں ایک تو رخصت کی منظوری۔ دوسرے میں نے جو خط مولوی مہدی علی صاحب کو لکھا ہے اس کا جواب۔ اگر حیدرآباد میں پاؤں جم گئے اور نصیب میں ہے تو سر منزل حج و زیارت حرمین شریفین قریب ہے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا طَوَافَ بَلَدِكَ الْحَرَامِ۔ بشیر تم اب کب دنیا کو سنبھالو گے۔ یہ خدا ہیں تو ملول ہوں۔ وہ اگلی سی گدگدی مجھ میں باقی نہیں۔ بندۂ خدا الگ لپیٹ کر انٹرنس تو پاس کرلو۔ ۱۴ر فروری ۱۸۷۶ء

(بقیہ صفحہ ۱۷۱) تو نظم سے بہتر کوئی کر نہیں سکتا اور اس چٹھی کی نقل مولوی سید حسین نے ون صاحب کو بھیجی جب تک یہ چٹھی لوہنیے لوہنیے ون صاحب مفاجاۃً مرگئے ترجمہ لاوارث رہگیا۔ مولوی نذیر احمد صاحب نے یہ تمام مراسلہ اور اصل ترجمہ گورنمنٹ میں پیش کیا گورنمنٹ نے مولوی نذیر احمد صاحب کے ہزار پورے کردیئے۔ اب وہ ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب کے پاس ہے چونکہ اسمیں آسمانی نقشے ہیں اور ہندوستان میں اُن کے چھپنے کا سامان نہیں ترجمے کے چھپنے کی نوبت نہیں آئی ۱۲ نوٹ صفحہ ہذا ۱۰ سیروا ملکوں ملکوں! اقتباس ہے کلام مجید سے ۱۲ [illegible]

[illegible]

خط ۵۸

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَ الْقَلْبُ مُشْتَاقٌ اِلَیْکَ

وہ ضرورت پڑھنے لکھنے کی جس کے لئے چار و ناچار خط لکھنا پڑتا تھا تم نے قاطبۃً بند کر دی۔ اگر بددلی اور رخصت در حیدرآباد کے مضامین جمع ہونے سے پریشانی ہی تو مجھ کو ہے۔ مگر تم نے دیکھا تو ہوتا کہ اس حالت میں بھی تمہارے سبقوں میں بالالتزام اصلاح دیتا ہوں یا نہیں۔ دہلی کالج اگر ٹوٹا تو غضب ہوا۔ گو کالج ٹوٹے پھر بھی اتنا سامان دہلی میں ضرور رہے گا کہ آدمی تکمیل استعداد کر سکے۔ تم حیدرآباد جانے کے متقاضی ہو۔ جب میں تمہاری عمروں میں تھا تو مجھ کو عرش کی سوجھتی تھی ؎

نالہ جاتا تھا پرے عرش سے میرا اور اب
لب تک آتا ہی جو ایسا ہی رسا ہوتا ہے

اب صرف اتنی ہی گُدگُدی دل میں ہے کہ میں نے انکار نہیں کیا۔ اگر اللہ اَرذَل عمر کے لئے سامان کر دینے کا وعدہ فرمائیں گے تو انشاءاللہ جاؤں گا۔ لیکن مجھ کو ایسا احمق مت سمجھو کہ بہت دنیا جمع کرنے کو زندگی کا ماحصل سمجھوں۔ بشیر دنیا کو تو خوب دیکھا۔ غریب محتاج تھا خدا نے مال دار غنی کیا۔ اولاد ہوئی حکومت کے مزے اُڑائے۔ نام وری اور شہرت سے بھی بے نصیب نہیں رہا۔ لیکن انجام ان سب بکھیڑوں کا کیا ہے؟ آخر فنا، آخر فنا۔ اب خداوند تعالیٰ ایسی توفیق عطا کرے کہ کچھ وہاں کے لئے بھی کروں ؎

کیا وہ دُنیا جس میں ہو کوشش نہ دیں کے واسطے
واسطے واں کے بھی کچھ یا سب یہیں کے واسطے

۱؎ تم پر سلامتی ہو اور دل تمہارا مشتاق ہے ۲؎ یک قلم ۳؎ اخیر عمر۔ یہ لفظ قرآن مجید کی اس آیت میں واقع ہے وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِکَیْلَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْئًا یعنی تم میں سے بعض پھر ذلیل زندگانی کی طرف پھیر دیئے جاتے ہیں تاکہ جو کچھ معلوم ہے سب جاتا رہے۔ یعنی انتہا کے بڈھے ہو جاتے ہیں اور کسی بات کا ہوش نہیں رہتا۔

دان صاحب چارج لینے کو آگئے۔ میں حتی الوسع کل سامان فروخت کر دوں گا۔ ولو بحظ الثمن[1]
.....کی کیا شامت ہے کہ وہ جانوروں کے ساتھ گاؤ زوری بیان کرتے ہیں ع
مارا ازیں وجود ضعیف ایں گماں نہ بود۔ گھوڑا اگر کہیں بھی تو سلیم الطبع اور کار آزمودہ
تم نے بھی ماموں کی خو سیکھی ہے کہ جانوروں سے بے باکانہ کام لیتے ہو
اب تو..... صاحب بھی مٹی کا نیلام کرتے ہیں اپنے منہ سے پچیس ہزار ٹھہرا دیا اور برس
بعد شاید دس ہزار کی نوبت پہنچے مولوی .....کا نام میں نے نہیں سنا رقعہ بھیجا ہے تو
جانچ تول کر بھیجا ہوگا۔ اَلْعَجَلُ اَلْعَجَلُ[2] فَمَا يَجْرِي الْاَمْدَ يَدْرُوْنَ الْعَمَلَ۔
مکان کو چھانٹ دو۔ مجھ کو بہت آخور کی بھرتی پسند نہیں۔ مکان تو تو بھلا..... کا سا ہو
کہ دنیا میں بہشت یاد آئے۔ واہیات جھونپڑے جو تم نے لے رکھے ہیں نہ رہنے کے نہ
سہنے کے۔ ایک عمدہ نفیس مکان مل جائے تو بس کافی ہے۔
..... نے پارہ[3] شروع کیا ہوگا۔ حروف اور حرکات خوب پہچنوائے جائیں۔ اس میں
خامی رہ جاتی ہے تو مدتوں تک پڑھنا نہیں آتا۔ ۲۳ فروری ۱۸۷۶ء

خط ۵۹

۱۶ فروری کو صبح ہوتے جو خواب تم نے دیکھا یعنی وہ رائے جو تم نے تاریخ و جغرافیہ
و ریاضی بلکہ مدرسے کی تمام تر تعلیم کے بے سود ہونے کی نسبت بہم پہنچائی مجھ کو تمہارے
خط کے ذریعہ سے معلوم ہوئی بجائے اس کے کہ مجھ کو ناخوشی ہوتی میں اس کو بہت پسند کرتا ہوں
کہ تم اپنی بری بھلی رائے کو ہمیشہ نہایت آزادی کے ساتھ بے تامل ظاہر کیا کرو۔ رائے کی

---

[1] اگرچہ قیمت گر کر ہی کیوں نہ ہو [2] جلدی کرو جلدی کہ امید ہے کوشش فائدہ نہیں دیتی [3] جزو قرآن مراد ہے۔ عوام سیپارہ کہتے ہیں شروع کرنے سے معلوم ہوتا کہ عم یتساءلون کا پارہ ہوگا جس میں چھوٹی صورتیں ہیں ورنہ مبتدیوں کو پہلے وہی پڑھایا جاتا ہے۔

غلطی عیب نہیں ہی افہام و تفہیم اور مباحثہ و مناظرہ سے ہر غلطی کی اصلاح ہو سکتی ہی مگر دودلی اور نفاق کا کچھ بھی وقیعہ نہیں۔ جب تمہارا البطون[۱] منکشف نہ ہو تو کوئی کیا جان سکتا ہی کہ تم اپنے ذہن میں کیا سوچا کرتے ہو۔

میں سرکاری تعلیم کا اسیا طرفدار نہیں ہوں کہ متعصبانہ اُس کی حمایت کروں لیکن انگریزی کی بدترین تعلیم عربی کی بہترین تعلیم سے بہ استثنا مذہب یقیناً عمدہ اور نافع ہی۔ عربی میں زبان اور منطق کے خیالی ڈھکوسلوں کے سوائے کچھ بھی نہیں۔ یورپ کو جو اسوقت معراج ترقی حاصل ہی جانتے ہو کیوں ہی؟ ان لوگوں میں صرف یہ ہنر ہی کہ واقعات نفس الامری[۲] میں تمام یورپ کی ہمتیں محصور ہیں۔ ہم لوگ خیالی مضمونوں کے پیچھے پڑے رہتے اور آخر تک سوائے چکنی چپڑی باتیں بنانے اور جھوٹے بے اصل منصوبے باندھنے کے کچھ نہیں سیکھتے۔ جھوٹے القاب۔ جھوٹے آداب۔ جھوٹے اشتیاق۔ جھوٹی تشبیہات جھوٹے استعارات ہمارا علم انشا ہی۔ شاعری جو کمال انشا ہی اس میں معشوق وہ فرض کیے گئے جن کے کمر نہیں منہ نہیں۔ جن کی زلفیں سلسلۂ نا متناہی سے زیادہ دراز جن کے سُرین پہاڑ۔ اگر ایسے معشوق کہیں نظر پڑجائیں تو لوگ اُن کو ہیّا[۳] اور بھوت سمجھیں۔ انگریزی شاعری کو دیکھو بالکل نیچر کے مطابق۔ مبالغے اور جھوٹ کا نام نہیں جس چیز کے حالات سے کسی علم میں بحث کرتے ہیں اُس کو علم کا موضوع لہ کہتے ہیں جیسے صرف و نحو کا موضوع لہ ہی کلمہ و کلام۔ طب کا بدنِ انسان۔ حساب کا عدد۔ انگریزی علوم کیا ہیں کہ موجودات عالم میں ہر چیز کسی علم کا موضوع لہ ہی علمِ آب علم ہوا علم مقناطیس۔

---

۱ یعنی جو تمہارے دل میں ہو ۲ بچوں کے ڈرانے کی ایک ہیبت ناک صورت۔ اللہ کا فضل ہو ۳

حالات موجودہ نفس الامری۔

علم حرارت۔ علمِ روشنی وغیرہ۔ افسوس کہ ہمارے یہاں کہیں ان علوم کا پتہ نہیں۔ انگریز لوگ کہیں سمندر کے کنارے مچھلی کے انڈے گنتے پھرتے، کہیں پہاڑوں کے دروں میں بھٹکتے کہیں ریگستان کی خاک پھانکتے، غرض موجوداتِ عالم کے حالات کی تفتیش و تلاش میں سرگرم ہیں۔ اور اسی سے اس درجے کو پہنچے۔ کوئی انگریزی چیز تو دیکھو کس خوبی اور صفائی اور عمدگی کے ساتھ ہے۔ یہ سب علمِ واقعات کے جلوے ہیں۔ ریل، تار برقی نتیجے ہیں خواص حرارۃ میں غور کرنے کے یہ مضمون تو اس قدر وسیع ہے کہ بجائے خود محتاج کتاب ہے ایک خط میں سما نہیں سکتا میں یہ نہیں کہتا کہ الہام۔ اے محتاج و مفلس نہیں۔ لیکن کیا ضرور ہے کہ تم ناکام مثالوں پر نظر کرو۔ ؎

ہمتہ بلند دار کہ پیشِ خدا و خلق　　باشد بہ قدر ہمت تو اعتبار تو

ہر ہنر اور ہر پیشے میں کامیاب اور ناکام ہوتے آئے ہیں لیکن اس سے لوگوں نے کسب ہنر نہیں چھوڑ دیا۔ مثلاً وکیل ایک وہ ہیں جو پانچ ہزار ماہوار کماتے ہیں اور دوسرے پالکی کے کہاروں کا کرایہ بھی گرہ سے بھرتے ہیں پھر بھی ہزارہا لوگ امتحانِ وکالت دیتے ہیں۔ جو طرز تم اختیار کرنا چاہتے ہو کہ عربی پڑھوں قانون یاد کروں۔ انگریزی مطالعہ کتب و اخبار سے بڑھا لوں۔ کیا تم کو وحی ہوئی ہے کہ اس طرز میں ضرور کامیابی ہوگی؟

بشیر۔ آیندہ کا حال معلوم نہیں کہ کس کی تقدیر میں کیا ہے۔ لیکن تدبیر شرط۔ سو مدرسے میں پڑھنا بھی ایک تدبیر ہے اور یہ ایسی تدبیر ہے کہ تم اس میں منفرد نہیں۔ اگر یہ حمق ہے تو حمق میں ہندوستان اور یورپ ملا کر لاکھوں بندگان خدا مبتلا ہیں۔ قانون کے صرف دو مصرف ہیں ایک وکالت سو مشہور اور ہیچ ہے بازار اور گرو ڈوڈ یعنی صیغہ وکالت

۱؎ الہام۔

میں مطلق گنجائش نہیں) اور پھر گنجائش بھی ہو تو تمہاری لکنت نے تم کو ناقابل کر دیا ہے
رہ گئی تحصیل داری وہ مشروط بوعدہ کلکٹر ہی، کلکٹر ضلع وعدہ کر کے خود امتحان کی اجازت
دے اور امتحان میں پاس ہو تب تحصیل داری ملے۔ تو پڑھنے کی کیا ضرورت ہی۔ انگریزی عربی
سب چھوڑ دو اس کو اُردو کافی ہی۔ کیونکہ کُل قوانین اُردو ہیں۔ میں اسکی تصدیق کرتا
ہوں کہ اس لفٹنٹی میں بلکہ شاید ہر جگہ ایسے تحصیلدار اور ایسے ڈپٹی کلکٹر بھی موجود ہیں
جن کے مقابلے میں اسوقت تم کو من حیث اللیاقۃ[۱] ترجیح ہے۔ میں اپنے معاصرین[۲] میں سے
بہتوں کو جانتا ہوں جو ہر پہلو سے مجھ پر فائق ہیں قانون کا امتحان دیکر تحصیلدار کیوں
نہیں ہو گئے۔ عربی پڑھ کر مولوی... ڈپٹی کلکٹر کس لیے مقرر نہیں ہوئے۔ اگر تم نے
علم کا یہی نتیجہ سمجھا کہ وہ روپیہ کمانے کا ذریعہ ہی تو تم نے ہرگز علم کی قدر نہیں جانی۔ تجارت
زمین داری۔ دست کاری وغیرہ بہت سے ہنر اور پیشے ہیں جن میں علم درکار نہیں
اور روپیہ خوب کمایا جا سکتا ہے۔ علم وہ چیز ہی کہ آدمی کو ہر حالت میں توقیر دینا ہی عام
اس سے کہ روپیہ کمانے کا ذریعہ ہو یا نہ ہو۔ تم کو روپیہ کمانے کی کیا جلدی پڑ گئی۔ بیٹھ جب تک
زندہ ہوں تمہاری ضرورتوں کو رفع کروں گا اور مجھ سے لینے میں تم کو تامل کیوں
ہونے لگا۔ جیتے جی نہ لوگے تو مرے پیچھے لوگے ع ورنہ ستانی بہ ستم میرسد
۱۲۔۱۳ انک تو عمر تحصیل ہے۔ تم نے کہیں اپنے تئیں اس عمر میں بڈھا فرض کر لیا۔ لیاقت
سمجھو کہ گویا باران رحمت ہی۔ پانی تمام زمین پر برستا مگر ہر قطعۂ زمین اُسکے آثار مختلف
باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس
لوگ بی۔ اے ہوتے کوئی انہی دو حرفوں کے ذریعے سے مناصب جلیلہ پر
پہونچتا اور کوئی بھیک مانگتا ہے۔

۱؎ لیاقت کے اعتبار سے۔ ۲؎ اہل زمانہ۔ اقران ۱۲

پڑھیں فارسی بیچیں تیل — یہ دیکھو قدرت کے کھیل

کون کہہ سکتا ہے کہ تم کو خدا نے کس غرض کے لئے بنایا ہے۔ اگر ہزار شخص ہم لیاقت ہوں ضرور نہیں کہ وہ سب ہم حالت بھی ہوں۔ میں نے اخبار میں پڑھا ہے کہ کچھ ایسی تحریک درپیش ہے کہ مجموعہ نمبر پر پاس کیا جائے۔ ہر سبجکٹ میں نمبر کامل نہ ہو نہ سہی بے شک تاریخ جغرافیہ لڑکوں کو تکلیف دیتا ہے لیکن وہ دو حرف بی۔ اے کچھ ایسے مقبول ہیں کہ اُن کے لئے سب زحمتوں کو برداشت کرتے ہیں۔ اور ضرور تم کچھ بے عنوانی کرتے ہو ورنہ ایسی واویلا کی چیز نہیں۔ عمدہ مطلب منتخب کر لیا کرو ریاضی وغیرہ پر کیا موقوف ہے جب تو شغل باقی نہیں رہتا تو سب چیزیں بھول جاتی ہیں۔ مگر پھر بھی گوش رسیدہ اثر دارد ایک کیفیت ضرور حاصل ہو جاتی ہے جس کو مناسبت سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ تو مسلم ہے کہ عقل دنیا جیسی انگریزوں میں ہے کسی قوم میں نہیں اور علوم کے اعتبار سے کچھ شک نہیں کہ کوئی مفید علم نہیں جو انھوں نے نہیں لیا۔ تاریخ جغرافیہ کا انگریزی تعلیم میں ہونا کافی دلیل اُس کے مفید ہونے کی ہے۔ تم کو کچھ اندازہ ہے کہ دُنیا میں کتنے پرچے اخبار کے جاری ہیں۔ شاید لاکھوں۔ اور کیا فرق ہے اخبار و تاریخ میں؟ اخبار تاریخ حال اور تاریخ تاریخ گزشتہ۔ عام آگہی۔ (جنرل انفارمیشن) تمہارے نزدیک کچھ قدر کی چیز ہے یا نہیں؟ پس ادنیٰ فائدہ تاریخ کا عام آگہی ہے۔ حضرت من کس خیال میں ہو کوئی انگریزی آرٹیکل نہیں جس میں واقعات تاریخی کا حوالہ نہیں۔ تاریخ سے تحریر مضامین یعنی اسّے مین بہت مدد ملتی ہے۔ تاریخ داں کو استناد و استشہاد کی بڑی قوت ہوتی ہے۔

۱؎ مضمون ۲؎ مشاقی۔ مہارت ۳؎ مضمون۔ تحریر ۴؎ اسّے اور آرٹیکل دونوں کے معنی قریب قریب ہیں۔ جواب مضمون۔

وہ ہر رائے کی دلیل ہیں واقعات گزشتہ کی سند دے سکتا ہو اور جب کبھی وہ شرط کامیابی امتحان ہو تو یہ بجائے خود اس کا نفع عظیم ہے مطالعہ کتب و اخبار سے بھلا آپ کیا انگریزی پڑھا لیجیے گا جب کہ اُس کا فونڈیشن[1] ضعیف ہے؟ انگریزی اس تدبیر سے پڑھتی تو میں کبھی کا پڑھا چکا ہوتا۔ تسوید یعنی کمپوزیشن اور اصلاح کا لینا اور گرامر کا استحفاظ نہایت ضروری ہے عربی سبحان اللہ کیا پوچھنا ہے۔ مگر جب مدرسے کی چیزوں سے عاجز ہو تو باہر کیا خاک پڑھوگے تم اتنے ضعیف القویٰ نہیں جتنے کہ ضعیف الہمۃ ہو۔ یہ بھی تمہارے نفس کا خدع[2] ہے۔ جب تم عربی پڑھائے جاتے تھے تو عربی سے بھاگتے تھے۔ اب انگریزی سر پر پڑی ہے تو اُس سے جان چُراتے ہو یعنی تمہاری بے دلی اور تمہارا تذبذب[3] تمہیں کٹھ ملا[4] رکھے گا۔ نوکری کروگے اور کچھ روپیہ کما سکوگے مگر نام و نمود یا منصب جلیل کے اُمیدوار رہو اور یوں خدا اپنے گدھوں کو حلوا دے تو کیا کسی کا دینا ہے۔ مجھکو اس سے تو خوشی ہے کہ تم نے اپنی رائے کو ظاہر کیا مگر اس کا سخت رنج ہے کہ کیوں خدا نے تمہارے خیالات ایسے کیے۔ میں نے تمہاری بات کا برا نہیں مانا تم بھی میری بات کا برا نہ مانو بشیر خدا کی قسم بے محنت دنیا میں کچھ نہیں ہوا اور محنت سے جان چُرانا بدنصیبی اور حرماں کی دلیل ہے جس کام میں لگے ہو لگے رہو۔ یک در گیر و محکم گیر۔ نیت کو ڈانواڈول مت کرو خدا اسی میں برکت دے گا۔ جتنا ہو سکتا ہے کیے جاؤ۔ تم اس قدر بے دل کیوں ہوتے ہو

مشکلے نیست کہ آساں نہ شود　　مرد باید کہ ہراساں نہ شود

میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ تم نوکری مت کرو میں اپنے اوپر تکلیف اٹھا کر تم کو آسائش پہنچا سکتا ہوں۔ غرض جو کچھ تم فرماؤ کرنے کو موجود ہوں مگر یہ کہ تم نہ پڑھو یہ میں نہیں کہہ سکتا۔

۱؎ بنیاد - جڑ ۲؎ مکر ۳؎ دو دلی پن ۴؎ ادھورا مولوی - جاہل۔

اور تمہارا یہ کہنا کہ یوں پڑھوں دوں نہ پڑھوں گویا یہی کہنا ہے کہ نہ پڑھوں کیونکہ جن کو پڑھنا منظور نہیں ہوتا اُن کا یہی دستور دیکھا ہے کہ عربی چھوڑی انگریزی لی۔ انگریزی چھوڑی قانون شروع کیا۔ انجام یہ کہ نہ انگریزی ہوئی نہ عربی نہ قانون۔ لوگ تو عمریں صرف کرتے ہیں تم دو ہی برس میں گھبرا گئے۔ سبب یہی ہے کہ مدرسے میں پوچھ گچھ ہوتی ہے اور تم نِٹھلے اُسکے خوگر کہ پڑھا اور کتاب نہ۔ پھر جو کتاب کھولی تو اُستاد کے سامنے بیٹھ کر۔ اگر تم نے اپنی رائے پر عمل کیا تو میں تم کو ان شاء اللہ یہ بھی دکھاؤں گا کہ اگلے برس نہیں تو تیسرے سال عربی انگریزی قانون سب ندارد۔ نوکری بھی تم کو کوئی ابھی نہیں دے گا۔ ۲۵ برس تو قانوناً نوکری کیلئے ہے تم ایج (قل الاعمار) ہے کہ اس سے پہلے کی خدمت داخل پنشن نہیں۔ بھلا جب ہندوستان کے نوجوانوں کی ہمتوں کا یہ حال ہو تو کیا ولایت جا کر سول سروس کے لئے کمپیٹ (مقابلہ) کریں گے؟ ابھی ریش٭ و بروت آنے تک میں تمہارے لئے کوئی شغلہ سوائے اس کے نہیں دیکھتا کہ پڑھے جاؤ۔ ابھی انٹرنس تو پاس کرو۔ بی۔ اے اور ایم۔ اے کے بڑے درجے ہیں تمہاری طرزِ عبارت سے تو ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ تم اپنی طرف سے تو مدرسہ چھوڑ چکے صرف یہ چاہتے ہو کہ میں ترک پر تمہارے تحسین کروں اور کہوں کہ شاباش اچھا کیا۔ اگر میں دیکھتا کہ تم عربی پر فریفتہ ہو تو میں تم کو اپنے پاس رکھتا۔ لیکن جہاں تک میں سمجھتا ہوں تم پڑھنا تو چاہتے ہو لیکن آسانی کے ساتھ مطالعہ نہ ہو، یاد نہ کرنا پڑے، بتانا نہ ہو۔ سو میرے نزدیک

ع این خیال است و محال است و جنوں

بشیر۔ اگر تم پڑھنا نہیں چاہتے یا پڑھنا تمہاری قسمت میں نہیں تو مجھ کو تم سے لڑنا منظور نہیں۔ تم جانو تمہارا کام جانے۔ لیکن اے خدا مجھ کو اس مصیبت کے جھیلنے کو زندہ مت رکھیو کہ ایک اللہ دین کا بیٹا اور وہ بھی جاہل

٭ داڑھی مونچھ۔

یا کچھ ملا۔ اگر رخصت لے کر دہلی رہنا ہوا تو ان شاء اللہ میں دیکھوں گا کہ کون سی چیز تم کو دشوار ہے۔ میری زبان میں خدا نے اتنی قوت دی ہو کہ سمجھا دینے اور ذہن نشین کر دینے کا دعویٰ رکھتا ہوں۔ فقط ہم ۲ ر فروری ۱۸۷۷ء

خط ۶۰

دھلی کالج تو ٹوٹا لیکن انٹرنس تک کے واسطے کوئی انتظام ضرور کیا گیا ہوگا پس کالج کو روئیں تو کالج کلاسفیلو روئیں یا مولوی صاحب توجہ کریں۔ تم کو کیا؟ بدستور جی لگا کر پڑھے جاؤ۔ جب خدا وہ دن کریگا کہ انٹرنس پاس کروگے تو دیکھا جائے گا۔ شبیر۔ نہی پڑھنے سے دل برداشتہ تھے تمہی نے کالج کو کوس کوس کر کھویا... کو زیادہ تر لکھنے پڑھنے نے اور کسی قدر تمہاری مداراۃ بالمساوات[1] نے تباہ کیا وہ نہیں معلوم کیا امید لیکر آیا تھا اور تم نے سوکھا ٹرخایا کیوں کر رہے۔ اے کاش یہی ہوتا کہ وہ میرے کام کا ہوتا وہ کم بخت تو کچہری کے کام کا بھی نہیں۔ پس اسکو جبت تھہڑی کرنے دو۔ یعنی چھوڑ دو کہ اپنی حالت سالقہ پر عود کرے۔

شاید میں تم کو لکھ چکا ہوں لیکن خیال آتا ہی کہ نہیں لکھا۔ نواب سر سالار جنگ بہادر نے منظور فرمایا کہ میری انگریزی نوکری وہاں کی خدمت میں مجرا و محسوب ہو کر پنشن دی جائے۔ ۱۶ر مارچ ۱۸۷۷ء

خط ۶۱

تم کو میرے خط نہ بھیجنے سے حیرت ہوگی اور خود مجھ کو بھی اپنی بے ادائی پسند نہیں ہوئی لیکن حال یہ ہی کہ اب تک میں اطمینان سے نہیں بیٹھا اور ابھی شاید مہینوں میری

---

[1] کالج کی جماعتیں۔ [2] برابری کے ساتھ معاملہ کرنا۔

یہی حالت ہے۔ اگر تم کو میرے حالات کا دریافت کرنا ضرور ہو تو مولوی ... سے مراسلہ پڑھا لو۔

جہاں اب ہوں حقیقت میں ایک نئی دنیا ہے۔ میں حیدر آباد میں ۲۷ اپریل کو پہونچ گیا تھا۔ دو مرتبہ ہز ایکسلنسی[1] نواب سر سالار جنگ بہادر سے ملا۔ مدار المہام اور مختار الملک اور نواب صاحب اور سرکار عبارۃ ہیں سر سالار جنگ بہادر سے اور حضور بندگان عالی حضور نظام سے۔ میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ یہاں کے ساز و سامان اور تزک و احتشام دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔ دلی اور لکھنؤ میں اس کا عشر عشیر[2] بھی نہ ہوگا۔ شہر میں جا کر دیکھو تو مارے ہجوم کے تل رکھنے کی بھی جگہ نہیں اور پھر ہجوم بھی قلی مزدوروں اور بھیک مانگنے والوں کا نہیں بلکہ نوابوں اور سرکاروں کا جنکی اردلی میں پلٹنیں اور رسالے اور ہاتھی دوڑتے ہیں۔ سرکار کے محلوں میں جا کر میں ہکا بکا سا رہ جاتا ہوں اور یہ نمول اس حالت میں ہے کہ عمل داری میں اچھا انتظام نہیں۔ شاید قریب نصف عین المال سرکار نمک حرام نوکر خورد و برد کرتے ہیں۔ اور اگر خدا نوکروں کو توفیق خیر خواہی دے تو یہ ملک بجائے خود اودھ کا چوگنا ہے اور زمین بعض اطراف میں بلا مبالغہ تین سو روپیہ بیگہ تک کی موجود ہے نوکروں کی شوخ چشمی کی وجہ یہ ہے کہ موقوفی کا دستور نہیں جرمانہ کرنے کا قاعدہ نہیں۔ سرکار نے مجھ کو پنجم اپریل یعنی روز روانگی اعظم گڈھ سے الاماللعہ[3] کے حساب سے تنخواہ دی جس میں ہزار روپیہ تنخواہ ہے اور ماللعہ[4] بھتہ دوائی دہلی سے حیدر آباد تک

---

[1] خطاب عزت جو بڑے بڑے امرا نوابوں اور رجواڑوں کو ہوتا ہے جیسے ہماری زبان میں معلی القاب وغیرہ [2] مولوی نذیر احمد صاحب بگڑے ہوئے وقتوں کی بات کہتے ہیں ورنہ لکھنؤ بھی حیدر آباد کے مقابل تھا بلکہ حیدر آباد سے بہت بڑھا ہوا اور دلی تو دار السلطنت تھا اس سے حیدر آباد کو کیا نسبت ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک [3] حیران [4] اصل خزانہ۔

میرا اول درجے کا اور میرے دو ساتھیوں کا سوم درجے کا کرایہ ریل دیا۔ پھر مولوی ۔۔۔ اور منشی ۔۔۔ دونوں کو روز وصول حیدرآباد سے ڈیڑھ ڈیڑھ سو کا نوکر رکھ لیا اور میری ماتحتی میں مامور فرمایا اور غالب ہے کہ تیس تیس روپیہ اُن کو بھی بھتہ ملے۔ ابھی میں نے کام بہ تسلط نہیں پایا بلکہ بایمائے سرکار عالی دورے پر ہوں اور جب تک موسم اجازت دے دورے میں رہوں گا گرمی تو یہاں ہے مگر نہ وہاں کی سی۔ خیمہ اگرچہ دھوپ میں ہے مگر وہ تپش نہیں کہ آدمی بے چین ہو جائے موسم یہاں معتدل سے رہتے ہیں جاڑے میں لحاف کی ضرورت نہیں۔ گرانی ہے اور بوجہ خشک سالی ان دنوں اور زیادہ ہے لیکن لوگ ایسے خوش حال ہیں کہ کبھی کوئی گرانی کا نام بھی نہیں لیتا جس خدمت پر میں ہوں بڑی معزز ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ[1] عَلٰى نِعْمَائِهٖ وَآلَائِهٖ۔

اگر میں کثرت سے خط نہیں بھیج سکتا تو میں[2] وجہ معذور ہوں۔ دیار اجنبی[3] میں ہوں دن بھر کوئی نہ کوئی نئی بات سیکھتا ہوں۔ یہاں کی زبانیں جو مفصلات میں بولی جاتی ہیں مرہٹی تلنگی۔ کنڑی۔ اُردو ہیں جن کا ایک لفظ میں نہیں سمجھتا۔ لیکن تم مجھ کو بدستور ہفتے میں دو خط لکھا کرو تاکہ مجھ کو جواب دینے پر انگیختہ کرتے رہو۔ جلدی سے انٹرنس پاس کرو۔ ان شاء اللہ اس سرکار میں تمہارے لئے بہت کچھ ہو جائیگا۔ اور اب میں تمہارا دہلی میں زیادہ رہنا پسند نہیں کرتا۔ میں اس دورے میں مدراس جانے والا ہوں فقط

۲۵ ربیع الثانیہ ۱۲۹۴ھ

خط ۶۲

مرد خدا۔ تم ایسے سمجھ دار آدمی ہو کر ایک مہینے کی تعطیل کے متحمل نہیں ہو سکتے

۱؎ خدا کی ستائش، اُسکی نعمتوں اور احسانوں پر ۲؎ کسی قدر ۳؎ ان جان ملک۔

اور گھبراتے ہو اس سے تمہارے شوق کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ تم نے ذہن نشین کر لیا ہے کہ پڑھنا صرف نوکری کے لئے ہے اور نوکری بخت و اتفاق پر منحصر۔ جو آدمی ایسے مقدمات[1] اپنے دل میں رکھتا ہو ضرور یہی نتیجہ نکالے گا جو تم نے نکالا کہ زیادہ ضرور نہیں لیکن دنیا میں ایسے بھی ہیں جو پڑھنے کو تکمیلِ نفس اور حصولِ امتیاز کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور معاش میں جو فائدہ پہنچے وہ ایک منفعت ضمنی ہے۔ وہ لوگ تحصیلِ علوم سے کبھی ملول نہیں ہو سکتے۔ بہر کیف سمجھانا بھی ایک عمر تک ہوتا ہے اور میرے نزدیک تم نے اُس عمر سے تجاوز کیا۔ تم نفع و نقصان میں تفرقہ کرنے پر قادر ہو۔ مگر میں اتنا کہوں گا کہ تم اپنی وحشت کا علاج کرو سوسائٹی میں جا کر اخبار دیکھو۔ پچھلا پڑھا ہوا یاد کر لو۔ یعنی چاہو تو ایسے مشاغل اپنے اوپر لازم کر سکتے ہو کہ وقت بارِ خاطر نہ ہو۔ میں عنقریب بلدہ یعنی حیدرآباد جاؤں گا۔ چند روز کی بات ہے کہ مولوی مہدی علی صاحب نے نواب صاحب کے اشارے سے مجھ کو لکھا کہ سمت یعنی قسمت شرقی کی صدر تعلقہ داری یعنی کمشنری تمہارے لئے تجویز ہوتی ہے اور فوراً تنخواہ بارہ سو کر دی جائے گی بلکہ علاوہ اور اس قسم کا بندوبست بھی تم سے متعلق رہے گا۔ میں نے ابھی اس تجویز کو منظور نہیں کیا۔ اس سلطنت میں باعتبار اختیاراتِ حکومت صدر تعلقہ داری کا عہدہ نہایت عمدہ ہے جو نسبت مدار المہام کو تمام ریاست سے ہے وہی نسبت صدر تعلقہ دار کو اپنی قسمت سے ہوتی ہے یعنی جیسے جامعیت مدار المہام میں ہے ویسی ہی صدر تعلقہ دار میں بھی ہے مگر محدود بہ قسمت۔ بس جتنے صیغے مال، عدالت، تعلیمات، تعمیرات وغیرہ کے ہیں صدر تعلقہ دار کل صیغوں میں حاکم اکبر ہے۔ لیکن وہ مدار المہام اور صدر المہام اور سب کے معتمدین کا ماتحت ہے۔ یوں سمجھو کہ صدر تعلقہ دار بمنزلہ کمشنر ڈویژن کے ہے جو بورڈ اور گورنمنٹ کا تابع ہوتا ہے اور بندوبست کی نگرانی انضمام

---

[1] اجزائے دلیل۔ منطق کی اصطلاح ہے مطلب منصوبے سے یعنی جو شخص ایسے منصوبے گانٹھتا ہو۔

حکومت سمت چلنے والی نہیں۔ اس نظر سے میرا ارادہ ہے کہ صدر تعلقہ داری منظور کرلوں سردست تنخواہ بھی زیادہ ہو جائیگی اور اضافۂ بندوبست بھی باقی ہے لیکن اس کا فیصلہ بہ نیت مراجعۂ بلدہ پر ملتوی رکھا ہے۔ نواب صاحب نے میری ایک رپورٹ کو پسند فرمایا اُس پر یہ تجویز ظاہر ہوئی..... اور مولوی... یہاں آنے پر عجلت نہ کریں میں اُن کی فکر سے غافل نہیں ہوں۔ مگر دیر آید درست آید۔ پھر یہاں شاہی کارخانے ہیں۔ آدمی کو جگہ نہیں ملتی یہ بھی ایک امر من جانب اللہ تھا کہ مجکو بے درخواست طلب فرمایا۔ ورنہ ڈپٹی کلکٹر اور صدر الصدوروں کی عرائض پر یہاں کوئی ملتفت بھی نہیں ہوتا۔ فقط ۷ رجمادی الثانیہ سنہ ۱۲۹۴ھ

مقام نلگنڈہ۔

خط ۶۳

یہ کیا غضب ہے کہ تم میرے خطوط نہ پہونچنے کے شاکی ہو درحالیکہ میں نے ..... کو دو خط لکھے (اور واقعی لکھے) تو تم سمجھ سکتے ہو کہ میں نے تم کو کتنے خط لکھے ہوں گے۔ جہاں تک میرا حافظہ مساعدت کرتا ہے میں نے چھ سات خط سے کم نہیں لکھے۔ تم سے بڑھکر بھی دنیا میں مجھ کو کسی سے تعلق ہے بالخصوص جب دسترخوان پر بیٹھتا ہوں تم سب لوگ ضرور یاد آتے ہو۔ یہ بدانتظامی جو خطوط کے پہونچنے میں واقع ہوئی کچھ تو اس وجہ سے ہے کہ ایک عملداری سے دوسری عملداری میں خط کا جانا ہمیشہ خالی از خطرِ تلف نہیں دوسرے مجھ کو خود کسی مقام پر قرار نہیں۔

میں نہیں جانتا کہ تم کو میرے حالات کہاں تک معلوم ہیں اس واسطے مجھ کو اپنی رام کہانی پھر دہرانی پڑی۔ میں حیدرآباد میں پہنچ کر شاید صرف ایک ہفتہ مقیم رہا۔ اسی اثناء میں دو مرتبہ نواب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا ارشاد ہوا کہ بسروانی کا عرض

اور خود میں بھی ناواقفیت کی وجہ سے گھبراتا تھا۔ غرض حیدرآباد میں جلسہ؎ خطبی کر کے دورے کو نکل کھڑا ہوا۔ گویا سفرِ دہلی کا سلسلہ منقطع نہ ہونے پایا۔ حکم تو یہ تھا کہ ناگر کرنول اور نلگنڈہ دو ضلع ملک تلنگانہ کے دیکھ آؤ۔ لیکن جب میں ضلع ناگر کرنول کے صدر مقام محبوب نگر میں پہونچا تو ایک انگریزی ضلع کرنول قریب تھا بے اختیار جی چاہا کہ جا کر وہاں کا طرزِ انتظام بھی دیکھوں چنانچہ اکیلا کرنول چلا گیا۔ ایک ہفتہ وہاں تھا پھر ناگر کرنول آ گیا اور دورے کی کل چلنی شروع ہوئی یہاں تک کہ آخر نلگنڈہ پہونچا اس دورے میں مجھ کو یہ بھی حکم تھا کہ کُل دفاتر کی تنقیح کرو۔ جو کچھ دیکھتا تھا اُسکی کیفیت سرکار میں بھیجتا۔ خدا کی قدرت ان کیفیتوں نے نواب صاحب کے دل پر بڑا عمدہ اثر کیا اور سرکار نے سمجھا کہ یہ کام کا آدمی ہے یہ صرف خدا کی مہربانی تھی کہ ایک تازہ وارد۔ راہ و رسم ملک سے زبان سے ناآشنا۔ دستور و رواج سے ناواقف۔ آنے کے ساتھ معقول رائے دینے لگے۔ اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ یہاں فارسی دفتر ہے اور میں نے ساری عمر کبھی فارسی نہیں لکھی۔ مجھ کو تو فارسی کی تحریر ایک اجنبی بات معلوم ہوئی لیکن چار و ناچار لکھنی پڑی۔ وہ خدا کے فضل سے کچھ ایسی بن پڑی کہ تمام حیدرآباد میں غُل مچ گیا اور لوگ لوہا مان گئے۔ غرض میں تو دورے میں تھا اور خدا کا فضل میرے واسطے صدر حیدرآباد میں یہ سامان جمع کر رہا تھا۔ دفعتہً حکم پہونچا کہ سرکار کو تم سے کچھ کہنا ہے فوراً چلے آؤ۔ میں تو گھبرا گیا کہ الٰہی کیا ماجرا ہے۔ یہاں آ کر دیکھا تو نواب صاحب کو اپنا کلمہ پڑھتے ہوئے پایا۔ میں نے دورے سے یہ رائے لکھی تھی کہ اس ملک کی حالت بندوبست کے لائق نہیں اوّل تو تلنگانہ ویران بہت ہے۔ لاکھوں بیگہ بنجر پڑا ہے آدمی نہیں کہ اس کو جوتے۔ علاوہ اس کے بندوبست کے لئے وقت اور روپیہ بہت درکار ہے۔ ایک ضلع کھلی

؎ دو خطبوں کے بیچ میں خطبہ خواں ذرا کی ذرا یوں ہی سا بیٹھ جاتا ہے اسی کو جلسہ خطبی کہتے ہیں۔

سات برس کم از کم چاہئیں اور اسی طرح کم سے کم پندرہ لاکھ روپیہ اور سرکار نظام میں اتنی سکت نہیں کہ اتنے بڑے مصارف کی متحمل ہو سکے۔ بس میرے نزدیک سرسری بندوبست نظری ور واردی پیمائش کر کے کاشتکاروں کے ساتھ دہ سالہ قول کر دیا جائے۔ یہ رائے نواب صاحب کے دل میں کھب گئی اور زیادہ اثر کرنے کی وجہ یہ تھی کہ ناظم بندوبست ہو کر میں نے ایسی رائے دی جو میرے مطلب کے خلاف تھی۔ مگر میرا اس میں نقصان کیا تھا؟ مجھ سے معاہدہ ہو چکا ہے کہ بندوبست ہو یا نہ ہو میری تنخواہ مجھ کو ملا کرے گی۔ اور اگر میرا نقصان بھی ہوتا تاہم غلط رائے کا دینا داخل بددیانتی تھا۔ مولوی مہدی علی صاحب کو اس رائے سے اتفاق نہیں لیکن میں نے خوب سمجھ لیا ہے کہ جیسا بندوبست مولوی صاحب کے ذہن میں ہے وہ کبھی چلنے والا نہیں یہاں شخصی حکومت ہے اور جتنا کچھ نظم و نسق ہے نواب صاحب کی عمر بھر تک ہے۔ خدا اُن کو عمر نوح عطا کرے اور مولوی صاحب اس پر نظر نہیں کرتے۔ حاصل کلام یہ کہ نظامت بندوبست سے تو میرا دل دورے میں کھٹا ہوا اور میں حیران تھا کہ یہاں کیسا بندوبست اور کیا اس کا انجام۔ میں نے عہدہ داران اضلاع کی بے ضابطگیاں بہت پکڑیں اور نواب صاحب کو صاف صاف لکھ دیا کہ مفصلات میں سخت خرابی ہے۔ ان سب باتوں کے انضمام سے نواب صاحب کے دل میں میری نسبت صدر تعلقہ دار کر دینے کا خیال پیدا ہوا۔

یہاں کے انتظام کی کیفیت یہ ہے کہ نواب صاحب کو تم بمنزلہ گورنر سمجھو۔ اگرچہ نواب صاحب یقیناً ہم رتبہ گورنر جنرل ہیں اور جب ولایت تشریف لے گئے تھے تو مراتب شاہانہ اُن کے ساتھ برتے گئے اور اسمیں تو ذرا بھی شبہ نہیں کہ من حیث الاختیارات[1]

---

[1] اختیارات کے اعتبار سے۔

بادشاہِ دکن ہیں نواب صاحب مدار المہام ہیں اور اُن کے نیچے چار صدر المہام صدر المہام مال گزاری جیسے تمہارے یہاں بورڈ آف ریونیو اور صدر المہام کوتوالی یعنی انسپکٹر جنرل پولیس اور صدر المہام عدالت یعنی ہائی کورٹ اور صدر المہام متفرقات یعنی تعلیمات طبابت ڈاک تعمیرات صفائی وغیرہ۔

چونکہ میں صیغہ مال کا ملازم ہوں مجھ کو مدار المہام اور صدر المہام سے تعلق ہے ہمارے صدر المہام مال گزاری نواب مکرم الدولہ بہادر ہیں۔ نواب صاحب ادام اللہ دولتہ کے بھانجے اور داماد مولوی مہدی علی صاحب نواب صاحب کے معتمد علاقہ مال گزاری ہیں۔ یعنی ریونیو سیکرٹری۔ اور دستور رتن جی پارسی معتمد صدر المہام مال گزاری یعنی سیکرٹری ٹو دی بورڈ آف ریونیو۔ صدر المہام مال گزاری کے تحت میں پانچ سمتیں یعنی پانچ قسمتیں ہیں۔ شمالی۔ شرقی۔ جنوبی۔ شمالی غربی۔ غربی۔ لیکن صدر المہام مال گزاری صرف مال کے حاکم ہیں۔ اور صدر تعلقہ دار اپنی سمت میں کل محکموں کا حاکم ہے۔

نواب صاحب نے مجھ کو بلا کر فرمایا کہ بندوبست کی نسبت تو تمہاری رائے انتظامِ حال کے خلاف ہے اور میں تمہاری رائے کے ساتھ متفق ہوں پھر سوائے اس کے کہ تم صدر تعلقہ داری کرو اور کوئی عہدہ تمہارے لائق نہیں۔ میں نے عذر کیا کہ بندوبست ایک محدود اور منفرد کام ہے اور اسکی نگرانی چنداں دشوار نہیں لیکن صدر تعلقہ داری میں بڑی جواب دہی اور ذمہ داری ہے۔ اگر میں اس کو اختیار کر لوں تو علاوہ محنت کے چار صدر المہاموں کی ماتحتی ایک عذاب ہے۔ میں اس خدمت سے معاف رکھا جاؤں میں اسی خدمت کو پسند کرتا ہوں لیکن نواب صاحب نے بہت اصرار کیا اور خاص مہربانی سے دو سو کا اضافہ بھی منظور فرمایا۔ اس پر بھی میں نے انکار کیا تو فرمایا کہ بارہ سو سے زیادہ تو ہمارے یہاں

دستور نہیں۔ اگر تم کو زیادہ دوں تو سب تعلقہ دار فریاد کرنے لگیں لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ میں
تمہاری خاطر سے صدر مددگار مال ایک نیا عہدہ چار سو کا منظور کر لوں اُس پر تم اپنے
کسی عزیز کو رکھ لو۔ جب یہاں تک نوبت پہنچی تو میں نے زیادہ اصرار کرنا سوءِ ادب
سمجھ کر قبول کر لیا۔ مگر اس طرح پر کہ میرا اصلی عہدہ نظامتِ بندوبست باقی رہے اور ناظم بندوبست
اور منصرم صدر تعلقہ دار لکھا جاؤں اس میں یہ مصلحت مضمر تھی کہ ناظم بندوبست کا بھتّہ ماہ اللعہ
بھی مجھے ملیگا۔ الغرض وہ وعدہ تکمیلِ تنخواہ جو تین برس میں پورا ہونا چاہیئے تھا۔ خدا کے
فضل و کرم سے اس قدر جلد پورا ہو گیا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔ جب مجھکو مددگار
کی اجازت ملی تو میرا خیال کی طرف دوڑا آخر بدیں نظر کہ دیر کرنے میں قباحتیں ہیں
مولوی ..... کو نامزد کر دیا اور مولوی ..... کی جگہ ..... کو۔

ہمارے نواب صاحب اس طرح کے سخی اور سیر چشم آدمی کہ جو مانگو سو لو مثل اکثر
دوسرے ہندوستانی رئیسوں کے احمق و لا یعقل نہیں ہیں اپنے وقت کا یہ شخص ارسطو
و افلاطون ہے۔ کریم النفس اور مروت اس درجہ کی ہے کہ لا اور نہیں اور نو منہ سے نہیں نکلتا۔

بشیر۔ یہ بڑا عمدہ اصول ہے۔ مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ فَلَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ [۱]۔
تم نواب صاحب کے احسانوں پر نظر کرو روزِ روانگی اعظم گڈھ سے مجھے تنخواہ دی
کرایہ ریل مع ہمراہیان دیا۔ دورے میں فیلخانہ خاص سے ایک ہاتھی سرکاری طور پر
ساتھ کر دیا۔ منشی ..... مولوی نوکر رکھ لیا۔ میری ترقی کر دی۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ
لَا تُحْصُوْھَا [۲]۔

---

[۱] جس نے آدمی کی شکر گزاری نہیں کی اُس نے خدا کی شکر گزاری نہیں کی [۲] اگر خدا کی نعمتوں کو شمار کرو تو اُسکا
ٹھکانا نہ پا سکو۔ آیۂ قرآنی ہے۔

لشیر۔ ایک تمہارے دوست اور تشریف لائے۔ یہ وہ لڑکا ہی جو اعظم گڈھ بھی گیا تھا غالب ہے کہ اُس نے تم سے میرا پتہ پایا اور دہلی میں تمہارے پاس رہا یا ٹھہرا۔ اگر تم ایسے نالائق اور بدوضع لڑکوں سے تعارف اور ملاقات رکھتے ہو تو تم بھلے مانس رہ نہیں سکتے۔ بشیر۔ ذرا احتیاط کرو قرآن میں آیا ہے مِنَ[1] الۡجِنَّةِ وَ النَّاسِ اسی طرح کر آدمیوں پر شیطان کا اطلاق کیا گیا ہے۔

ہر چند تمام دُنیا تقدیر کی قائل ہی اور واقعات دُنیا پر نظر کی جائے تو چار و ناچار تقدیر کو ماننا پڑتا ہی۔ مگر انتظام الٰہی یہ بھی ہی کہ دُنیا عالمِ اسباب ہے اور کل آدمی اسباب مہیا کرنے میں لگے ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ دُنیا میں جو کامیابیاں مجھ کو حاصل ہوئیں یقیناً میری قابلیت سے فزوں تر ہیں اور میری سعی کو اُن میں دخل نہیں۔ جب کوئی چیز بے طلب اور بے جستجو دی جائے تو میں کیوں کر اُسکو اپنی سعی کی طرف منسوب کر سکتا ہوں۔ لیکن خدا جانے خوش آمد یا کسی دوسری وجہ سے لوگ یہی کہتے ہیں کہ مجھکو جو کچھ ہوا اہلیت اور استحقاق سے ہوا نہ بخت و اتفاق سے۔ میں نے جو کچھ ابتدائے عمر میں لکھ پڑھ لیا تھا چاہے اُس نے مجھکو نوکری نہ دلوائی ہو مگر ہر حالہ میں مجھ کو خوشی تو ضرور پہنچائی ہی۔ میں اقران و امثال میں ممتاز رہا ہوں۔ پس ضرور ہی کہ جس چیز کا نفع میں نے حاصل کیا۔ تم کو بھی اُس کے حاصل کرنے پر آمادہ کردوں۔ چنانچہ ہمیشہ تم کو لکھتا رہتا ہوں کہ پڑھو لکھو کمال حاصل کرو۔ مگر تم میرے کہنے کی مطلق پرواہ نہیں کرتے حالانکہ تمہارے کمال کا نفع تمہی کو پہنچے گا نہ مجھ کو۔ برسات یہاں اب کی بار بھی کم رہی۔ مفصلات میں بعض مقامات پر چار سیر گی

---

[1] پوری آیتہ یوں ہے۔ اَلَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ مِنَ الۡجِنَّةِ وَ النَّاسِ۔ یعنی جو وسوسہ ڈالتا ہی لوگوں کے سینوں میں جنوں اور آدمیوں میں سے۔

تو نہ پہنچ ہی گئی۔ اَللّٰھُمَّ لَا تُعَذِّبْنَا بِتَقْلِیْلِ رِزْقِنَا بِجَاہِ نَبِیِّکَ۔ آمین فقط ۲۰ جمادی الثانیہ ۱۲۹۴ھ

خط ۶۴

اب تمہارے مزاج میں ایک کیفیت پیدا ہوتی جاتی ہے کہ تم کو نصیحت بُری لگتی ہے لیکن نصیحت کرنا میرا اختیار لازمی ہے۔ تمہاری دھمکی سے میں اپنا اختیار چھوڑ نہیں سکتا۔ اگر میری نصیحت تم نہیں مانتے نہ مانو، تم جانو، لیکن باب نصیحت کا مفتوح رہنا تمہارے حق میں اچھا ہے۔

تمہارا آج کا خط تو غضب کی خبر لایا۔۔۔ کا مرنا سیّد کے مرنے سے بھی بھاری ہوا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ع این ماتم سخت است کہ گویند جواں مُرد جب۔۔۔ اور۔۔۔ کی حالت پر نظر کرتا ہوں تو جی بے چین ہو جاتا ہے۔ خدا اُن کو کسی طرح صبر دے اور ہم غافلوں کو عبرت۔ فقط ۵ جولائی ۱۸۷۷ء

خط ۶۵

ہمارے یہاں تاریخوں کا بڑا خلط مبحث ہے۔ تنخواہ تو فارسی مہینوں کے حساب سے ملتی ہے اُس میں یہ فائدہ سوچا گیا ہے کہ انگریزی مہینوں کی طرح ہر مہینے کے دن مقرر ہیں اختلاف رویۃ سے شمار ایّام میں اختلاف واقع نہیں ہوتا انگریزی میں ۳۱ دن کا مہینہ بڑا مبارک سمجھتے تھے۔ یہاں خدا کے فضل سے ۳۲ دن کا مہینہ بھی ہے۔ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَی النَّبَّاشِ الْاَوَّلِ دوسرے عربی مہینے کہ مراسلت کے کام میں لائے جاتے ہیں اور صدر سے لیکر مفصل تک

لے خدایا اپنے نبی کے طفیل میں ہم پر تقلیل رزق کا عذاب مت کر۔ ۲ے خدا کی رحمت پہلے کفن چور پر۔ یہ عربی کی کہاوت ہے اسطرح پر کہ ایک شخص کفن کھسوٹ تھا اور لوگ اسکے ہاتھ سے نالاں بالآخر وہ مرا تو لوگ بہت خوش ہوئے لیکن اس کے بعد اُس کا بیٹا وہی کام کرنے لگا لیکن یہ پاجی کفن چرا لینے کے علاوہ مُردے کی بے حرمتی بھی کرتا تھا۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا تو کہا بلاسے پہلا ہی کفن کھسوٹ اچھا تھا۔ خدا اُس پر رحمت کرے۔

کل دفتروں میں عربی مہینے مستعمل ہیں تیسرے تمہارے انگریزی کہ بے اُن کے تم نہیں سمجھتے ہو اور نہ رزیڈنسی کے معاملات چلتے ہیں۔ یہاں کا سکہ بھی تمہاری گورنمنٹ کے روپے سے کم ہی۔ عموماً ۳ رٹہ لگتا ہی مگر بازار کے بھاؤ سے کم و بیش بھی ہونا رہتا ہے جیسے روپے اور پاونڈ شلنگ کا اکسچینج بدلتا رہتا ہی ویسے یہاں حالی اور کمپنی کا نرخ یکساں نہیں رہتا۔ ۷ جولائی ۱۸۷۷ء حیدر آباد۔

خط ۶۶

مجھ کو سرکار سے سمت شمال کی صدر تعلقداری کا چارج لینے کا حکم مل چکا۔ کل پرسوں تک ان شاء اللہ پٹن چیرو جاتا ہوں جو کہ مستقر سمت ہی۔ حیدر آباد سے پٹن چیرو نو کوس ہی اور لنگم پلی سٹیشن سے پانچ میل۔

میں تمہارے خط اس سے زیادہ چاہتا ہوں کہ تم ابھی تک بھیجتے رہے ہو۔ یہاں کی ڈاک پیڈ و بیرنگ دونوں نامنتظم ہیں۔ سبب کیا کہ جو خط تم بھیجو وہ انگریزی ڈاک خانہ سے ہو کر آتا ہی اور دونوں سرکاروں کی نہیں بلکہ کم بخت ڈاک والوں کی ضد سے خط تلف ہوتے ہیں۔ ہمارے یہاں ڈاک کو ٹپہ کہتے ہیں اور یہاں کے ٹکٹ علیحدہ ہیں۔ تم نے چند روز سے اسکو لازم سا کر لیا ہو کہ خط میں لکھنے پڑھنے کا مطلق تذکرہ نہیں ہوتا۔ تمہارے علمی خطوط سے میری طبیعت شگفتہ ہوتی تھی۔ اب تم کیوں دریغ کرتے ہو؟ اگر تم اس ملک میں آنا چاہو تو فارسی منہ کو بڑھاؤ تم کو سبقاً سبقاً شاید پڑھنا ضرور نہ ہوگا۔ مطالعہ کافی ہے اور جس کی طرز مطبوع ہو اُسکی تقلید۔

؎ حیدر آباد کا سکہ رواجی حالی کہلاتا ہے۔ انگریزی سکے کو صورتی یا کلدار کہتے ہیں اور ایک سکہ نام دیج منگوریا چکی ہی حساب میں آتا ہی رواج میں نہیں۔

بیوی صاحب کا خوش رکھنا تمہارے اختیار میں ہی۔ یہ امر تم سے مخفی نہیں ہوگا کہ
اُن کی دُنیاوی امیدیں تم پر منحصر اور مقصود ہیں۔ فقط۔ ۱۱۔ جولائی ۱۸۷۷ء

خط ۶۷

مولوی... صاحب کا حال فی الواقع سخت افسوس کے قابل ہی۔ خدا اُن کو صبر دے
اگرچہ میں طریقۂ مروجۂ ماتم پُرسی کو ناپسند کرتا ہوں مگر تمہارے کہنے سے میں نے خط لکھا
مشکل ہی کہ مولوی صاحب کسی طرح کی تعزیتہ[۱] سے تسلی پا سکیں۔ مگر بہ مرور وقت آدمی خود
بہ خود صبر حاصل کرتا ہے گو ایسا صبر عند الشارع نا محمود ہی۔

یہاں قحط شدید کے سامان ہو رہے ہیں۔ برسات ۵۔ جون سے شروع ہوئی ہی سوا مہینہ
گزر گیا پانی نہیں اور پچھلا برس بالکل خشکی میں گزرا اگر امسال بارش نہیں ہوئی تو ایسی
بڑی آفت ہوگی جس کا کوئی تصور نہیں کر سکتا۔ خلق اللہ سخت پریشان ہی۔ بلھاری میں
دو سیر اور یہاں چار سیر اوسط نرخ۔ اَلعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔

بشیر۔ اب تو ماشاء اللہ تمہاری انگریزی اچھی ہوگئی ہی۔ میرے خط میں جو انگریزی
پرچہ ... کے نام ملفوف تھا وہ ضرور تمہاری عبارۃ ہوگی۔ بالکل غلطی سے پاک بشیر
ذرا ءبی۔ ذرا ءبی۔ نری انگریزی پڑھ کر آدمی مبہوت ہو جاتا ہی۔ خدا جانے یہ کیا وبال ہی
کیوں جی میاں بشیر۔ ان دنوں آپ منقبض کیوں ہیں؟ نہ تم ہم کو کبھی اپنا کوئی سبق لکھتے
ہو نہ کوئی فرمائش کرتے ہو۔ بندہ خدا اس قدر جلد کیوں ملول ہو گئے۔ ہم خود دُنیا سے ملول ہیں

---

[۱] تعزیتہ کا طریقہ مروجہ ہی کہ جو لوگ تعزیتہ کے لئے آتے اول ابدا کر مردے کا ذکر خیر نکالتے اور اُس کی یاد دہانی
کرتے ہیں اگرچہ آخر میں تسلی کی باتیں بھی کرتے ہیں۔ مگر یاد دہانی سے رنج تازہ کرتے ہیں [۲] شارع کے نزدیک
[۳] خدا پناہ میں رکھے۔

یہاں آدم صورت بہت ہیں مگر آدمی نہیں؎

بس کہ دشوار ہی ہر کام کا آساں ہونا آدمی کو بھی میسّر نہیں انساں ہونا

۲۰ ررجب ۱۲۹۴ھ

خط ۶۸

یہ حال ہو دُنیا کی بے ثباتی کا کہ مجھ کو اس ملک میں آئے چوتھا مہینہ ہی اور چار شخصوں کی نعی یعنی خبر مرگ پونہچ چکی ہی۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن؎ کس کس کا رنج کیجئے کس کس کو روئیے... کو خدا جنّۃ نصیب کرے تمہاری والدہ کی اُمِّ رضاعی تھیں چھٹپن میں بیوی صاحب کو بیٹیوں کی طرح پالا اور مجھ کو اُن کی وہ مہربانی جو میرے نکاح کے بعد کی تھی اب تک یاد ہے اَللّٰھُمَّ تَغَمَّدْ ھَا بِغُفْرَانِکَ وَاسْکِنْھَا عَلٰی جِنَانِکَ۔ ... کا مرنا اُن کی بیوی اور بچّوں کے لحاظ سے بڑی حسرت کی بات ہی۔ افسوس ہو کہ میں ایسے مقام پر ہوں کہ نوٹ نہیں مِل سکتے۔ اپنی والدہ سے کہو کہ بقدر مناسب حسبۃً للّٰہ بیوہ اور یتیموں کی دلدہی اور خاطرداری کے طور پر کچھ خبر گیری کریں کہ موجب ثواب ہی۔

تم نے ہماری سلطنت کو اتنا ذلیل کیوں سمجھ لیا ہی؟ وہ جو یہاں ہی وہاں نہیں عزۃ آبرو۔ بیش قرار تنخواہ۔ اور وہ جو وہاں ہی یہاں نہیں۔ قاعدہ قانون۔ اور کامل اطمینان۔ باقی جو وہاں سو یہاں جو یہاں سو وہاں۔ دلّی میں برائے نام ایک بادشاہ تھے جن کو لاکھ روپیہ مہینہ پنشن کے طور پر ملتا تھا تم نے اُن کو بھی نہیں دیکھا۔ میں نے یہاں ایک

؎ حیدرآباد کبھی مردم خیز نہیں رہا اور آب ہوا کے اعتبار سے کوئی وجہ نہیں کہ یہاں کے لوگ فہیم نہ ہوں گویائی اور قوۃ ادائے مطلب سے تو سارے کا سارا ملک بے نصیب ہے۔ یہ پہلی حالت تھی اب زمین آسمان کا فرق ہی وہاں کے لوگوں نے اس قدر ترقی کی ہی کہ اب غیر ملکیوں کی ضرورۃ نہ رہی ؎ دودھ پلائی ماں۔ ؎ خدایا اُن کو اپنی آمرزش سے ڈھانپ لے اور اپنی جنت میں بسا...

سلطنت دیکھی کہ پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ لاکھ سالانہ کے جاگیردار ہیں غرض مسلمانوں کی سلطنت کی ایک یادگار ہے خدا اس کو باقی رکھے۔ آمین۔

خشک سالی کی آفت تو امسال عالمگیری معلوم ہوتی ہے۔ یہاں ابھی تک پانی نہیں برسا تم سمجھ سکتے ہو کہ قحط مکرر کیسا اثر رکھتا ہے۔ لیکن خدا نہ کرے پورا کال پڑے گا تو ایک عذاب ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا۔[1]

میری طرف سے ... کو چلے آنے کی اجازت ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اُن کو یہاں کے ڈیڑھ سو پسند ہیں جب کہ اُن کو کارپیمائش کی نگرانی کرنی ہوگی یا وہاں کے ساٹھ والے کہ راجہ کی مصاحبت اور ہم نشینی ہو۔ ع ہر کسے مصلحتِ خویش نکو میداند۔ اگر آنا ہے تو مجھ پر رائے دینے کا بار مت ڈالو عواقب[2] الامور اور مستقبلات[3] کا علم خدا کو ہے عَسٰی[4] اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّھُوَ شَرٌّ لَّکُمْ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ خلاصہ یہ کہ میری طلب و تقاضے سے نہیں بلکہ اپنے ارادے سے آئیں میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ مجھ کو اپنی جان کی طرح عزیز ہیں۔ اگر آئے تو اُن کے لئے سعی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھوں گا۔ فقط ۱۳ اگست ۱۸۷۷ء

خط ۶۹

تم نے کسی سے سن لیا ہوگا کہ یہاں پانی برسا ہم لوگ تو مینہ کو ترس گئے۔ چار سیر کا نرخ ہی جس کو میں نے فی عمری[5] دیکھنا تو کیسا سنا بھی نہ تھا اور یہ نرخ بھی رو بہ انحطاط[6]

---

[1] ہم خدا سے اپنے دلوں کی بدیوں اور کرتوتوں سے پناہ مانگتے ہیں [2] انجام کار [3] امور آیندہ [4] شاید ایک چیز تم کو بُری لگے اور وہ تمہارے لئے بھلی ہو۔ شاید ایک چیز تم کو بھلی معلوم ہو اور وہ تمہارے حق میں بُری ہو اور تم نہیں جانتے [5] اپنی عمر میں [6] تنزل۔ کمی

غرض برسات کا قوام تو اس مرتبہ دُنیا میں غضب کا بگڑا ہے۔ خدا خیر کرے۔ بلہاری میں دو سیر کا نرخ تھا۔ خدا جانے اب کیا حال ہو۔ پانی اگرچہ نوسنٹرل پراونسز یعنی مضافات چیف کمشنری جبل پور میں۔ اُس سے اُترتا ہوا بمبئی میں لیکن دو چار جگہ پانی ہوا بھی تو کیا ایک عالم کی پیاس کو بجھا سکتا ہے۔

ہمارے یہاں کی نئی خبر یہ ہے کہ۔۔۔ خاں بے طلب از خود بہ طور کلنکِ پیش رو نوکران کور نمک آیا ہے۔ تم کو کمرے کی کیا فکر۔ گوشتِ خر دندان سگ۔ تم اپنی مراسلۃ مولوی۔۔۔ اور۔۔۔ سے کیوں نہیں جاری کرتے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کبھی خط نہیں لکھتے البتہ محبتہ دوا نہیں کہ زبردستی کسی کے حلق میں اُتار دی جائے۔

میں تم سب کو اب تک کبھی کا بلا چکا ہوتا۔ لیکن موسم کی حالت بہت نازک ہے اور یہاں کے کالے ہاں کے سے کال نہیں ہیں عرب سکھ۔ روہیلے۔ راجپوت۔ حبشی سندھی۔ پیادے۔ سوار نہیں معلوم کتنے ہزار ہیں اور سب بے جائے خود خود سر۔ اس کے علاوہ ملک اتنا وسیع کہ میری ہمت کا طول ڈیڑھ سو کوس اور تمام جنگل اور پہاڑ اور ندی اور نالے اور آب و ہوا اکثر مقامات کی ردی۔ دورہ سال میں آٹھ مہینے ان سب باتوں پر نظر کرکے ہمت قصور کرتی ہے۔ ایک کال ٹل جائے تو خیر دوسرے امور چنداں مانع نہیں۔

ہر چند ابھی کوئی گزند محسوس نہیں ہوا لیکن اتنا تو ہے کہ طبیعت خوب چاق اور چست نہیں رہتی اور خدا جانے کیا بلا ہے کہ یہاں کے لوگوں میں نہ قوتِ آخذہ ہے اور نہ انتقالِ ذہنی اور جس بات کو سمجھ بھی جاتے ہیں تو ناطقہ نہیں کہ ادائے مطلب کر سکیں ہندوستانی بھی ایک مدت کے بعد ڈل (سست) ہو جاتے ہیں۔ جب وہ وقت آئے گا تو بشیر تم مجھ کو خوب چھیڑا کرو گے۔

وَمِنکُم مَّن یُّرَدُّ اِلیٰ اَرذَلِ العُمُرِ لِکَیلَا یَعلَمَ بَعدَ عِلمٍ شَیئًا ۔ بیاں بشیر
برائے خدا ہمت کرو اور اپنی دُنیا کو آپ سنبھالو اب میری طبیعت پہلو تہی کرتی اور جان سی
چُرانے لگی ہے۔ کسی کا کیا اچھا شعر ہے ؎ سئمت تکالیف الحیوٰۃ و من یعش ثمانین
حَوَلاً لَا اَبَا لَکَ یسئم ۔ ۱۱ شعبان سنہ ۱۲۹۴ھ

خط ۷۰

آج میں یہ خط بہت ہی افسردہ حالت میں لکھتا ہوں۔ افسردگی کا بڑا باعث قحط ہے اس گھڑی تک ایک بوند پانی نہیں پڑا لونے چار سیر کی نوبت پہنچی اور مصیبت یہ کہ اُس نرخ کو بھی ثبات نہیں فصل خریف جس کو یہاں پوناس اور آبی کہتے ہیں گئی گزری ہوئی اور فصل ربیع کا ہفتے عشیرہ میں فیصلہ ہے۔ یہاں ملک تلنگانہ کی پیداوار تالابوں کی معموری پر منحصر ہے اور غضب ہے کہ تمام تالاب سوکھے پڑے ہیں۔ خزانہ خالی۔ آمد مسدود خرچ آمدنی سے زیادہ۔ اعتبار مفقود۔ حیرت ہے کہ کیا ہوتا ہے۔ آج ایک معتبر بلدہ یعنی حیدرآباد سے خبر لایا ہے کہ نواب صاحب سخت پریشان ہیں ایک لمحہ اُن کو قرار نہیں۔ خدا خیر کرے۔ ایک اندرونی مفسدہ یہ ہے کہ نواب وقار الامرا بہادر شریک مدار المہام ہونے والے ہیں اور نواب مختار الملک اور وقار الامرا میں موافقت نہیں۔ سُنا ہے کہ نواب صاحب دیوانی سے مستعفی ہونے والے ہیں۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہوا تو ہم لوگوں کے حصے کی قیامت آچکی کیوں کہ ہم سب لوگ وابستہ دامان دولت نواب صاحب ہیں۔ غرض یہ ہندوستانی ریاستوں کے جھگڑے ہیں۔ ... کے خط سے معلوم ہوا کہ ... اور ... روانہ ہوئے اور مولوی ... بھی آنے والے ہیں۔ ہر چند ایسے وقت نازک میں کسی کا آنا بھی مصلحت نہیں

؎ میں زندگی کی تکلیفوں سے تنگ آگیا اور اسّی برس جو جیے تنگ آنا ہی چاہیے۔ نہیں خدا نیکی دے۔

مگر خیر اپنے عزیز دعوئے قرابت سے بے پوچھے چلے آئیں تو مضائقہ نہیں زید و عمرو۔ بکر کو میں کہاں تک سنبھال سکتا ہوں۔ یہ تمام بلا کم بخت... خاں کی لائی ہوئی ہے ع

اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست۔

زیادہ تکلیف دہ بات جو تم نے لکھی یہ ہو کہ بگی لینے کے واسطے روپے کی کمی کا عذر کرتے ہو۔ اولاً تو میں نے تم سے نہیں کہا کہ اپنی مقررہ تنخواہ سے بگی اور گھوڑا لو اور پھر اپنی خدمت گزاریوں اور توسیع نفقہ پر تمہاری شکایت سوائے اسکے کہ آب و ہوائے دہلی کا اثر کہوں اور کیا سمجھ سکتا ہوں؟ کچھ تو میری عمر و حالت نے میرے تعلقات کو ضعیف کر دیا ہے اور کچھ تم لوگوں کی ایسی جگر خراش باتیں مجھ کو بیدل کرتی جاتی ہیں بہر اس میں بھی فائدہ ہے۔ میں تو خدا سے چاہتا ہوں کہ دنیا سے ملول و رنجیدہ دل اُٹھ جاؤں۔ تم بگی گھوڑا ٹھہراؤ اور میں روپیہ نہ دوں تب ہی الزام دینا ؎

نوانم آں کہ نیازارم اندروں کسے　　حسود را چہ کنم کو ز خود بہ رنج درست

تم نے مدرسے کے ایک لڑکے کا حال لکھا۔ بڑی عبرت کا مقام ہے۔ تف ہے اُس کم بخت کے اول ہونے پر جس کی حرکتیں یہ ہوں۔ خبردار ایسے لڑکوں سے میل جول مت رکھو ؎

دور شو از اختلاط یار بد　　یار بد بدتر بود از مار بد
مار بد تنہا ہمیں بر جان زند　　یار بد بر جان و بر ایماں زند

صحبت صالح ترا صالح کند　　صحبت طالح ترا طالح کند

خط ۱۷

مجھ کو اس کے سُننے سے بہت خوشی ہوئی کہ تم سب مضامین میں پاس ہوئے لیکن اور بھی زیادہ خوشی ہوتی اگر تم اول یا دوم رہکر پاس ہوتے۔ ابھی تمہارے امتحان بازیچہ طفلاں ہیں۔ اس امتحان کے لئے آمادہ رہو جس کے ساتھ عزت و نام وری وابستہ ہے۔

یعنی یونیورسٹی کی ڈگری۔

ابھی تک میرے سفر و حضر کا ٹھکانا نہیں۔ میں اپنے خرچ سے کوئی اخبار نہیں لیتا لیکن گراں و ارزاں پر کیا نظر کرتے ہو مطالعہ اخبار نہایت نافع چیز ہے میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ کوئی اچھا سا اخبار لینا شروع کرو۔ اس کو تم اور تمہارے استاد مجھ سے بہتر سمجھ سکتے ہیں کہ کون سا اخبار بہتر ہے۔ تم کو زیادہ تر عمدگی عبارت اور مضامین علمی کی خوبی پر نظر رکھنی چاہیئے اور شاید ڈیلی۱؎ مناسب نہیں۔ بائی ویکلی۲؎ یا ویکلی۳؎ لو تا کہ بالاستیعاب اور بالالتزام پڑھ بھی سکو۔ سستے اخبار پر نظر ہے تو ہندو پیٹریٹ سے بہتر نہیں مگر وہ پھر بھی ہندوستانی ہی ایسا اخبار لو جس کا ایڈیٹر ولایت زا ہو۔

میں عنقریب مدراس اور میسور جانے والا ہوں تا کہ وہاں کے طریقہ بندوبست سے آگاہی پیدا کروں نواب صاحب نے رزیڈنٹ سے رکمنڈڈ۴؎ چٹھیاں منگوا دی ہیں۔

تم نے کوئی ہندوستانی سرکار دیکھی نہیں اور تم یہاں کا طرزِ انتظام سمجھ نہیں سکتے یہاں آسمان پر چڑھ جانا اور تحت الثریٰ۵؎ میں گر جانا ایک بات ہے۔ جو لوگ کہ نوکر ہو گئے ہیں ان میں سے کسی کو نوکر نہیں سمجھتا۔ ہر ملک کے سینکڑوں ہزاروں بڑے بڑے لائق برسوں سے پڑے جھک مارتے پھرتے ہیں کوئی پرسانِ حال نہیں اور چونکہ یہ ایک بہت بڑی ریاست ہے خلقِ خدا ہر چہار طرف سے ٹوٹ پڑی ہے۔ پھر یہاں کی کل فرمائے قیامت ہے وعدہ اور حکم کوئی چیز نہیں۔ یہ بھی نواب صاحب کی قدر دانی اور مولوی مہدی علی صاحب کی مہربانی تھی اور فی الاصل مجھ پر احسان کرنا منظور تھا کہ میرے عزیزوں کو عہدوں پر نامزد کر دیا ورنہ یہاں کون پوچھتا تھا۔ فقط ۱۹ اکتوبر ۱۸۷۶ء

۱؎ روزانہ ۲؎ جو ہفتے میں دو بار نکلتا ہو ۳؎ ہفتہ وار ۴؎ تقریبی۔ سفارشی ۵؎ زیرِ زمین۔

خط ۷۲

جناب ... کی خدمت میں آداب کے بعد۔

میاں نے اپنا مزاج ابھی تک مطلق درست نہیں کیا سب سے ہمیشہ لڑتے جھگڑتے اور مجھ کو بدنام کرتے۔ ان نالائق اور کمینہ لڑائیوں کی خبریں تمام مشہور ہوتی ہیں جس کے سُننے سے مجھ کو سخت ایذا ہوتی ہے۔ تنخواہ اُن کی ابھی تک واقعی نہیں ملی اور یہاں نوابی کارخانے ایسے ہی ڈھیلے اور سُست ہیں اور کیسی نوکری اور کس کی تنخواہ۔ نواب صاحب کی بندہ نوازیاں ہیں ورنہ ان لوگوں کو احدیوں[۵] کی طرح پڑے رہنے کے سوائے کچھ کام نہیں میں نے جو کچھ روپیہ بھجوایا میری تنخواہ کا تھا۔ انگریزی تنخواہ اب تک ایک کوڑی وصول نہیں ہوئی۔ ہر کام میں دیر ہر معاملہ میں توقف یہاں کا دستور ہے۔

مولوی ... نے اپنے والد کو بھی کچھ روپیہ بھیجا ہے ع پیرے کہ دم زعشق زند بس غنیمت است۔ بیٹے کی نوکری پر نازاں ہیں اور یہاں یہ حال ہے کہ آج ہے کل نہیں مطلق بے اعتبار و بے ثبات ایسا نہ ہو کہ مولوی ... کی اتنی بڑی نوکری سُن کر والد بزرگوار پاؤں پھیلائیں اُنھوں نے لَیْتَ الشَّبَابُ یَعُودُ کسی کتاب میں دیکھ لیا ہے استغفر اللہ و نعوذ باللہ بحسنہ ۱۸۷ء

خط ۷۳

بیوی صاحب کو سلام کے بعد۔

میں نے رخصت کی درخواست کی تھی۔ بڑی حجت کے بعد منظور ہوئی لیکن پھر جو غور کیا تو جانا کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتا ہر چند رخصت پر جانے میں میرا ذاتی چنداں نقصان نہیں مگر ساتھ والوں کی بڑی خرابی ہے تم ایسے مطمئن ملک میں رہتی ہو کہ تم یہاں کے حالات مشکل سے

---

[۵] بادشاہی وقتوں میں جو لوگ نکمے تھے بڑے تنخواہ پاتے تھے احدی کہلاتے تھے۔ کاش جوانی پھر آتی۔

سمجھوگی۔ ہندوستانی ریاست ہے اور ہم چند جلیل القدر ہندوستانیوں کا یہ حال ہے کہ در و دیوار دشمن ہو رہا ہے اور وجہ عداوت یہ ہے کہ ہم لوگ بڑے عہدوں پر ہیں اور بڑے اختیار رکھتے ہیں۔ ہندوستان میں تو کہیں روٹی کا ٹھکانا نہیں ساری خلقت بہیں ٹوٹ پڑی ہے خاص کر ہمارے ہم وطن ہی ہمارے سخت دشمن ہیں، دیکھ کر جلتے اور بیخ کنی میں لگے رہتے ہیں۔ ایسی حالت میں ایک دم کے لئے بھی نوکری سے جُدا ہونا مصلحت نہیں معلوم ہوتا یہاں ایک دن میں کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے نہ کہ مہینہ۔ البتہ چھوٹے عہدے والے اور کم نام آدمی بڑے مزے میں ہیں قاعدہ ہے کہ آندھی سے اگر خطر ہے تو بڑے بڑے اونچے درختوں کو نہ جھاڑی اور گھاس کو۔ ؎

اَمَا تَرَی الرِّیحَ اِنْ هَبَّتْ عَوَاصِفُهَا ۔ فَلَیْسَ تَعْصِفُ اِلَّا مَا هُوَ الشَّجَرُ

غرض پس و پیش سوچکر رخصت کا ارادہ فسخ کیا۔ اب میرا ارادہ ہے کہ تم سب کو بلواؤں۔ ظاہر اب تمہارے آنے میں کوئی وجہ مانع نہیں۔

وہاں تم کو بڑا ضروری کام بشیر کی شادی ہے اب زیادہ دیر کرنی کسی طرح مناسب نہیں تم یہ بوجھ میرے سر پر ڈال کر فارغ ہو بیٹھیں میں بہت خوشی سے اس بوجھ کو اُٹھاتا اور اس کے سر انجام میں کوشش کرتا لیکن نوکری کے پھندوں میں اس طرح مبتلا ہوں کہ تم کو معلوم ہے۔۔۔ صاحب کو متواتر خط لکھے۔ اُن کا یہ حال ہے کہ کبھی بات صاف نہیں کہتے اور اس قدر خوش آمد آمیز باتیں کرتے اور لکھتے ہیں کہ اُن میں سے جھوٹ اور سچ اور واقعی اور غیر واقعی کا امتیاز نہیں ہوتا۔ مجھ کو خوب یقین ہے کہ ان کو یہ رشتہ منظور ہے اور پسند بھی ہے مگر اُن کی لڑکی چھوٹی ہے اور کچھ امیری چوچلے۔ غرض اُن کو

؎ جڑ کھودنے ؎ کیا ہوا کو نہیں دیکھتے کہ جب سخت جھونکے آتے ہیں تو نہیں اُڑائے جاتے لیکن درخت۔

وہ جلدی نہیں جو مجھ کو ہے اور تم کو نہیں مگر ہونی چاہیئے۔ کبھی میں یہ غور کرتا ہوں کہ وطن تو بجنور اور رہنا دلی ہیں اور نوکری حیدر آباد میں اور سمدھیانہ... یعنی سارے ہندوستان میں پاؤں پھیلانے ہیں... صاحب بیٹی کے بیاہ میں ایسے سامان کریں گے کہ ہماری طرف سے بوجہ مسافرت اُن کی مرضی کے موافق سر انجام ہونا معلوم! اور پھر بیٹی کے بھیجنے بلانے میں ہمیشہ حجت ہوا کریگی۔ ہم کو روپیہ اور جہیز کچھ درکار نہیں! اور نسب بیٹے میرے نزدیک کوئی چیز نہیں اور اگر انگریزی عملداری رہی اور ضرور رہے گی تو نسب رفتہ رفتہ عیب ہو جائیگا پس جو چیز ہم کو درکار ہے کہ لڑکی کی صورت اچھی ہو۔ عجب ہی کہ دلی جیسے شہر میں ایک شرط پوری نہ ہو سکے مگر تم مطلق فکر نہیں کرتیں۔ اب تم کو خدا نے بیٹیوں کی طرف سے اطمینان دیا الحمد للہ علیٰ ذالک۔ بشیر کا حق بھی ادا کرو۔ اول تو بشیر کے لحاظ سے تم کو متوجہ ہونا چاہیئے۔ دوسرے یوں سمجھو کہ میری مدد کرتی ہو۔ اب بشیر کے بیاہ میں دیر کرنا حقیقت میں بشیر پر ظلم کرنا ہی۔ اگر تم کو یہ خیال ہو کہ بشیر کی دلھن کو میں ناپسند کروں گا سو مجھ کو کامل بھروسا ہے کہ تمہارا انتخاب ضرور عمدہ اور پسندیدہ ہوگا۔ اور بات صاف تو یہ ہے کہ خانہ داری کی بنیاد آپس میں محبت اور سازگاری ہی اور یہ امر تقدیری ہے کہ آدمی کی سعی اور تدبیر کو اس میں بہت کم دخل ہی۔ پس متوکلاً علی اللہ کہیں کرو مگر جلد کرو۔ فقط ۱۸۷۷ء

خط ۴۷

میاں بشیر۔

میں ابھی تک حیدر آباد میں ہوں مگر رزیڈنٹ صاحب کی تقریبی چٹھیاں آ گئی ہیں اور مجھ کو بندوبست کا کام دیکھنے کے لئے میسور اور مدراس جانے کا

حکم ہے۔ ان شاء اللہ چار یا پانچ دن میں میسور کا ارادہ ہی جاتے وقت تم کو اطلاع دونگا۔
... کی تعیناتی ضلع نلدرگ کی ہوگئی ہے۔ مجھ کو ان لڑکوں پر اطمینان نہیں اور میں انکا
جُدا ہونا پسند بھی نہیں کرتا۔ مگر میری سمت میں ابھی بندوبست کا کام جاری نہیں
اور بندوبست کے بدون تنخواہ مل نہیں سکتی اس وجہ سے مجبور ہو کر انتظام کیا گیا۔
... کو خطوط دیر میں پہونچیں یا نہ پہونچیں تم رجماً بالغیب بھیجدیا کرو تاکہ سلسلہ منقطع نہ ہو۔
میں نے ... کو ایسا خط لکھدیا ہے جس سے بات کا میری طرف سے انقطاع سا
ہوگیا ہے۔ بشیر کیوں نہیں تم اپنا بیاہ اپنی تجویز سے کرتے۔ تمہارے باپ نے بھی اپنا
بیاہ اپنی ہی تجویز سے کیا تھا۔ تم بھی اسی باپ کے بیٹے ہو۔ خود کرو۔ فرق صرف اتنا
ہے کہ میں نے اپنے باپ کے مرے پیچھے کیا تم میری زندگی میں کرو۔ اور کیا معلوم
ہے کہ جب تم ایسا کرو میں رہوں یا نہ رہوں۔
تم تحصیل علم میں یوماً فیوماً اپنی توجہ زیادہ صرف کرتے جاؤ۔ اب بہت تھوڑا
وقت اس کے لئے باقی رہا ہے۔ فقط۔ ۲۴ اپریل ۱۸۷۶ء

خط ۷۵

میں تم کو بنگلور سے چلتے چلتے خط لکھ رہا ہوں۔ اس سے کہ تم نے انٹرنس کلاس
میں ترقی کی مجھ کو نہایت خوشی ہوئی۔ بشیر۔ نوکری اور رزق تو مقدر ہی مگر لیاقت
عجیب چیز ہی ساری عمر آدمی کو شہرت دینے والی چیز۔ عسر اور یسر دونوں میں لیاقت ہے
میرا استعداد لائقوں میں نہیں اور مجھ کو زمانے نے لیاقت حاصل کرنے کی مہلت نہیں دی اور
جو وقت کسب کمال کا تھا وہ ایسی بے سروسامانی اور مصیبت میں گذرا کہ اتنا لکھ پڑھ لینا بھی تعجب

---

۱۷ ڈاکر لیس جیسے بے دیکھے نشانہ لگاتے ہیں۔

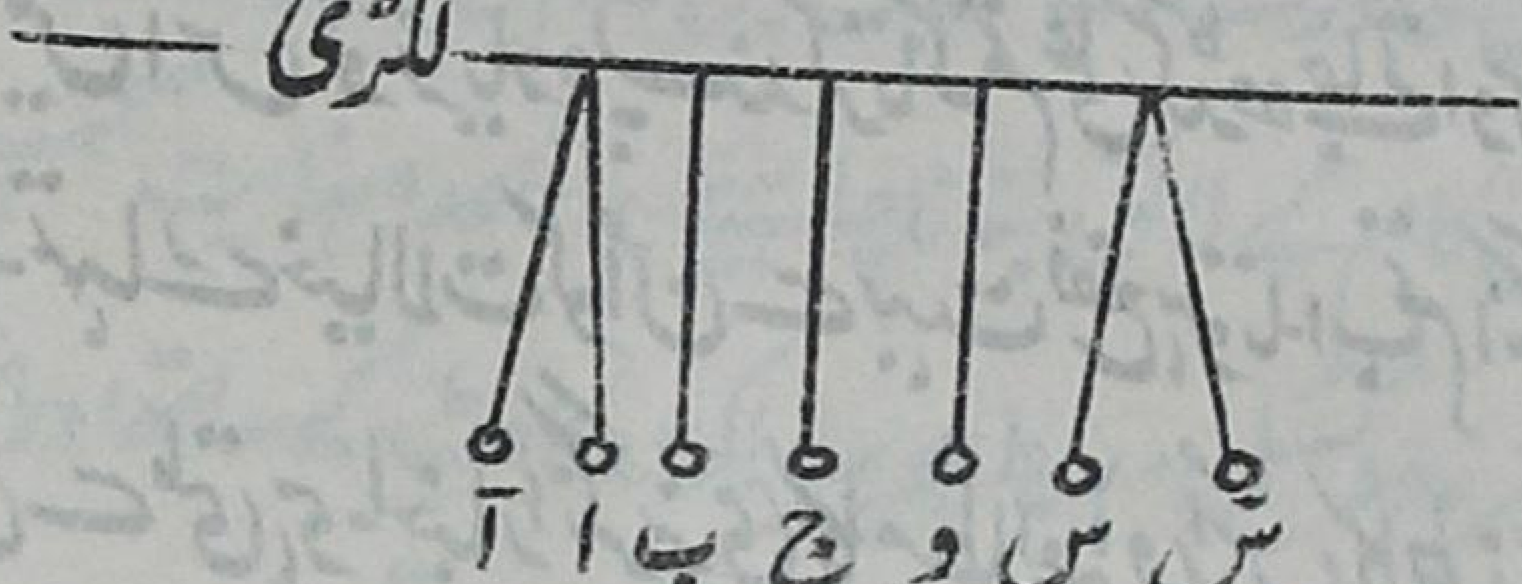
معلوم ہوتا ہے مگر اُس اضطرار میں جو دو چار حروف پڑھ لئے تھے میں نہیں کہتا کہ اُن کی وجہ سے ہو کہ مجھ سے زیادہ لائق جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں او نان شبینہ کو محتاج ہیں او ورنہ میں اس کا معتقد ہوں کہ غدر میں مسز لیسنؔ کی حفاظت بہ وسائط میری نوکری کا سبب ہوئی اس لئے کہ خود لیسن کی حقیقت معلوم ہے۔ مگر اتنا میں ضرور کہوں گا کہ اب تک جہاں گیا اور جس جگہ رہا کسی سے میری آنکھ نیچی نہیں ہوئی اور مجھ کو اس بات کے جاننے سے ضرور خوشی ہوئی کہ لوگ مجھ کو نالائق نہیں جانتے۔ اگر تمہاری طرح مجھ کو ایک امیر باپ ملا ہوتا اور تمہاری طرح آسودگی اور آسائش مجھ کو حاصل ہوئی ہوتی جبکہ میری عمر حاصل کرنے کی تھی تو بشیر یقین جانو کہ آج میں یکتائے روزگار ہوتا، کیونکہ شکر ہے میرے سر میں اچھا بھیجا رکھا گیا ہے۔ لیکن مرد خدا جو مجھ سے نہیں ہو سکا تم کرو ع اگر پدر نتواند پسر تمام کند۔ رہی نوکری تھوڑی بہت جو تقدیر میں ہے سو نوکر ہو ہی گے مگر اقتضائے ہمت یہ ہے کہ آدمی اقران و امثال میں ممتاز ہو۔ جدھر نکل جائے انگلیاں اُٹھیں کہ وہ چلے جس مجمع میں بیٹھے صدر انجمن ہو۔ بیؔ اور اےؔ دو حرف عجب مقبول حرف ہیں کہ جس کو مل جاتے ہیں ساری عمر سرمایہ فخر ہوتے ہیں۔ خیر وہ مرحلہ تو آگے ہے مگر انٹرنس کا پاس کر لینا تو کچھ بڑی بات نہیں۔ ادنیٰ ادنیٰ کوڑھ مغز لونڈے انٹرنس پاس کر لیتے ہیں ابھی سے غور کرو کہ کس چیز میں خامی ہے اور ابھی سے اُسی چیز پر زیادہ توجہ کرو۔ سبب کیا ہے کہ وہ خامی پختگی سے مبدل نہ ہو جائے۔ محنت شرط ہے۔ مسلسل اور اور متصل محنت میں عجب برکت ہے ابھی سے وہ طیاری کرو جو غافل و کاہل لڑکے امتحان کے قریب کرتے ہیں۔ میں شکر کرتا ہوں کہ تم اچھے بیٹے ہو لیکن نام و نمود کے جو فائدے

۵ے غدر میں میاں بشیر کے نانا مولوی عبدالقادر صاحب نے اس میم کی جان بچائی تھی۔

مرتب ہوں گے وہ تمہارے ذاتی فائدے ہیں۔ اُن کا میں متمنی نہیں۔ ۲۴ مئی ۱۸۷۶ء بنگلور

خط ۷۶

۲۵ مئی کی صبح کو مدراس داخل ہوا۔ مجھ کو اُمید نہیں کہ یہاں کے قیام میں اسقدر امتداد ہو کہ تمہارا خط آسکے کل میں سمندر کے کنارے گیا تھا۔ کنارے پر اس قدر تموج رہتا ہے کہ دیکھکر خوف آتا ہے بڑے بڑے جہاز کنارے سے دور ٹھیرتے ہیں اور وہاں تک ڈونگی یا کشتی میں جانا پڑتا ہے مگر سمندر کے اندر تموج کا ایسا زور و شور نہیں اور اُسکی وجہ ظاہر ہے کہ پانی کے اجزا ایک دوسرے کی مدافعۃ اور مقاومت کرتے ہیں اور تموج فنا ہو جاتا ہے۔ مگر کنارے پر مدافع اور مقاوم نہیں اس وجہ سے تموج محسوس ہوتا ہے۔ عاج میں مدافعۃ کی قوۃ زیادہ ہے اگر کئی گولیاں اِس طور پر لٹکائی جائیں ـــــ لکڑی ـــــ



اور پھر آ گولی کو آ مقام پر لیجا کر چھوڑ دیں تو وہ گولی ب کو اور ب ج کو اور ج د کو اور د س کو صدمہ پوہنچائے گی مگر اس سے نتیجہ یہ ہو گا کہ الف ب۔ ج د تو اس طرح ساکن رہیں گی کہ گویا اُن کو صدمہ نہیں پوہنچا۔ صرف اخیر گولی س اس صدمہ سے مقام ش پر اُچیٹ کر جا رہے گی۔ یہ مسئلہ علمِ طبعی کا ہے۔ بعینہ یہی حال سمندر کے پانی کا ہے۔ مدراس شہر کا ہے کو ہی آدمیوں کا جنگل ہی کہتے ہیں اور سچ کہتے ہیں کہ کلکتہ چھوڑ کر ہندوستان کے کل شہروں سے بڑا ہے۔ انگریزی کا اس قدر رواج ہی کہ بی ا

لہ ہاتھی دانت۔

سوداگران کے یہاں دس دس بلکہ اس سے کم پر چٹھی نویسی کرتے ہیں۔ مدراس بنگلور دیکھنے سے مجھ کو یقین ہوا کہ اب سے ستر یا غایتہ درجہ سو برس بعد بہ شرط بقائے عملداری انگریزی ہماری ملکی زبان انگریزی ہو جائیگی۔ ان دو شہروں میں انگریزی کی یہ کثرت ہے اور ضرور یہی حال کلکتے اور بمبئی کا ہوگا کہ بازاری کنجڑے بھٹیارے انگریزی بولتے ہیں چونکہ یہاں کی زبان تلنگی۔ اَروی۔ کنڑی۔ سمجھ میں نہیں آتی۔ انگریزی دان اپنا کام نکال لیتا ہے۔ فقط ۲۷- مئی ۱۸۷۵ء

خط ۷۷

بجنور جانے کا مضائقہ نہیں لیکن کوئی نفع بھی نہیں ؎

وہ مر دوہ مرد را احمق کند　　عقل را بے نور و بے رونق کند

میں اس کو زیادہ پسند کرتا کہ تم علی گڈھ جاتے اور سید احمد خاں صاحب کے پاس رہ کر استفادہ کرتے۔ تمہارے خیالات کو اُن سے بہت نفع ہوتا۔ اب تم انگریزی ایسی لکھتے ہو کہ مجھ کو غلطی مشکل سے ملتی ہے۔ اخبار انگریزی کا مطالعہ اور اُس کا طرز ادائے مطلب خیال میں رکھنا بہت مفید ہوگا۔ عربی جو تمہارا موروثی علم ہے اُس کی طرف تم کو مطلق توجہ نہیں! افسوس!

خط ۷۸

میاں بیوی کا جو تعلق ہے وہ پیار اور ہیبتہ کا تعلق ہے۔ یعنی دونوں ایک دوسرے سے محبتہ رکھیں اور میاں کی وقعۃ اور ہیبتہ دو چیزیں جمع نہیں ہو سکتیں ایسا شیہ بیجا ہے۔ اُستاد اور شاگرد اور حاکم اور رعایا میں بعینہ اسی طرح کا تعلق ہے۔ عورتیں بوجہ نقصان عقل و جہل و نادانی کے ممکن نہیں کہ امور دنیاداری کی تنہا متکفل ہو سکیں۔ یہی سبب ہے کہ مردوں کو اُن پر غلبہ رکھنا ضرور ہے۔ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ۔ جوشِ جوانی میں احمق مرد عورتوں

کو اس قدر بے تکلف اور گستاخ کر لیا کرتے ہیں کہ پھر ساری عمر وہ اُن کو دبا نہیں سکتے اور گھر میں دو عملی رہتی ہی۔ عورت اپنی راہ چلتی ہی اور مرد اپنا راستہ اختیار کرتا ہی۔ مجھ کو اپنے عزیزوں میں ایک شخص کا حال معلوم ہے کہ وہ ابتدا میں بی بی کی خدمت گاری کرتا تھا اور میاں بی بی میں پیار اخلاص کے واسطے دھول دھپا ہوتا تھا ایک دوسرے کے چٹکیاں لیا کرتا تھا اور گفت و گو میں بھی سخت بے تہذیبی جانبین سے ہوتی تھی انجام یہ ہوا کہ دونوں ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے۔ کیسی ہی کوئی عمدہ چیز ہو ضرور ہے کہ آدمی اُس سے ملول و رسیر ہو جائے۔ مثلاً کوئی عمدہ سے عمدہ کھانا اگر روز دو وقت کھانے کو ملے شدہ شدہ روکھی روٹی کی طرح بدمزہ معلوم ہونے لگا پس جو لوگ حسن ظاہر پر فریفتہ ہوتے ہیں اُن کا یہ خیال یقیناً بے ثبات ہی۔ عورتیں صرف شہوت رانی کے واسطے نہیں ہیں بلکہ انگریزی محاورے کے مطابق بٹر ہاف[1] ہیں پس اُن کو امور خانہ داری کے واسطے موضوع سمجھکر اُسی کام کے لائق بنانا چاہیئے۔ یہ قاعدہ نہایت صحیح ہی۔ دیر آمیز دیر گسل، زود آمیز زود گسل۔ ربط جو پیدا کرو رکاوٹ کے ساتھ اور اتحاد کو بڑھاؤ بہ تدریج۔ ایک ہیبتہ جسمانی توانائی کی بھی ہوتی ہے وہ تم اپنی بیوی پر قائم نہیں کر سکتے پس ضعف جسمانی کی تلافی وقر و متانت سے کرو۔ عورتوں کو طمع اور چٹور پن سے روکنا ضرور ہی ورنہ گھر میں خیر و برکت رہ نہیں سکتی۔ تاکید کرو کہ تمھاری بی بی لکھنا سیکھے اور اُس کے پڑھنے کی کتابیں جمع کرو اور اُس کی مدد کامل طور پر کی جائے۔ اگر فرمائشوں کی نوبت آئے تو اُس کو حقارت کے ساتھ روک دینا کہ ہماری تمھاری حالت پر اماں کی نظر ہے اور اس قدر بس کرتا ہے جو اُن کو مناسب معلوم ہو گا خود کریں گی۔ کچھ تھوڑا سا روپیہ دیکر دیکھو کہ کیا کرتی ہے۔ اگر وہ سودے سلف

[1] بٹر ہاف۔ نصف بہتر۔

یا عارضی نمائش کی چیزوں میں اُٹھا ڈالے تو جانو کہ احمق ورنا عاقبتہ اندیش ہی اور اگر زیور یا دوسرے عمدہ مصرف میں لگائے تو البتہ خوشی کی بات ہی۔ تم کو ایک مدت تک بی بی کو تعلیم کرنا پڑے گا۔ اُس کے خصائص مزاجی پر غور سے نظر کرتے جاؤ۔ یہ اُسی کے حق میں مفید ہوگا کہ بیوی صاحب کے اختیار میں اس طرح رکھی جائے جیسے طبیب کے اختیار میں مریض۔ کبھی کچھ پھٹا اُدھڑا سا دو اکر دیکھو کہ اس ہنر میں اُس کی دستگاہ کہاں تک ہے اسی طرح ممکن ہی کہ کسی حیلے سے کھانا پکانے میں بھی اُس کا امتحان لیا جائے اور جس بات میں کوتاہی پائی جائے نرمی اور مہربانی سے اُس کو سمجھا دیا جائے فقط ۱۸۷۹ء

خط ۷۹

تمہارے خط کے آنے سے پیشتر میں نے ایک خط ریڈ صاحب کو اردو میں لکھا جس کی نقل اس کے ساتھ بھیجی جاتی ہے۔

جناب عالی

میں اپنے دوسرے خطوط میں انشاء اللہ آپ پر ثابت کر دوں گا کہ میں نے اپنی انگریزی کو جیسی ٹوٹی پھوٹی اعظم گڈھ میں تھی اب تک بُھلایا نہیں مگر چوں کہ ابتدائے مفارقت سے جس کو چوتھا برس ہے۔ یہ میرا پہلا عریضہ ہے میں چاہتا ہوں کہ اپنے خیالات کو اپنی زبان سے ادا کروں۔

بشیر نے آپ کی چٹھی کی نقل دلّی سے میرے پاس دورے میں بھیجی اور اسکے پڑھنے سے وہ پانچ برس آنکھوں میں پھرنے لگے جو آپ کے سایہ عاطفت میں نہایت خوشی اور اطمینان کے ساتھ اعظم گڈھ میں گزرے۔ اگرچہ مفارقت کو بہت دن ہوئے مگر آپ کی مہربانیاں نہ بھولی ہیں نہ بھولیں گی۔

میرا حال اس مُلک میں اُس شخص کا سا ہی جو کبھی ناؤ پر نہ بیٹھا ہو اور دفعتہً اُس کو طوفان خیز سمندر میں بادبانی جہاز پر بیٹھکر سفر کرنا پڑے بشیر کا یہ کہنا کہ میں نے ایک ملک کا رہنا ٹھان لیا ہے صرف اس قدر صحیح ہی کہ انھوں نے مجھ کو کبھی ایسا کہتے سُنا ہوگا مگر یہاں کے حالات کو خود ثبات و قیام نہیں اور اس حالت میں کوئی رائے جم نہیں سکتی تاہم اِس میں شک نہیں کہ اب میری طبیعت مطلقاً نوکری سے گریز کرتی ہی۔ مجھ کو یہاں صدر تعلقہ داری کی خدمت سپرد ہے جو انگریزی عمل داری کی کمشنری سے بہت ملتی ہوئی ہے۔ تنخواہ وہاں بہت اور اختیارات یہاں۔ مجھ کو تنخواہ بارہ سو ملتے ہیں اور یہ تعلق بندوبست مدامی بھتا ما لعہ یہاں کا روپیہ تین آنے کے قریب انگریزی روپے سے چھوٹا ہی اور چیزوں کا نرخ بھی اکثر گراں۔ اس ملک میں کبھی پارسی متقدر رہے ہیں کبھی مدراسی اور ان دنوں ہندیوں کا دور دورہ ہے۔ مگر اس ملک کے لوگ صرف حسد کی وجہ سے ہم لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں۔

انتظام کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ ذاتِ نظام کو اِس ملک میں حضور یا بندگان عالی سے تعبیر کرتے ہیں اور لفظ حضور جو وہاں تعظیماً بولا جاتا ہے اس کا مرادف یہاں لفظ تقصیر ہے۔ حضور کا سن شریف پندرہ برس کا ہے اور اُس وقت تک کہ حضور زمام سلطنت اپنے دست مبارک میں لیں نواب مختار الملک سر سالار جنگ بہادر اور نواب شمس الامرا امیر کبیر بہادر ریجنٹ[1] ہیں۔ ان دونوں میں جو باہمی اختلاف ہے وہ آپ اخبار میں پڑھتے ہونگے۔ انتظام سلطنت نواب مختار الملک کرتے ہیں بجز ان امور عظیمہ جن میں مشارکۃ امیر کبیر ضرور ہے۔ ملک بہت وسیع ہی مگر اُس کا ایک بڑا حصہ

---

[1] ولی۔ رئیس کی صغیر سنی کی حالت میں جو نیابتہ کا کام چلائے۔

جاگیر۔ خود حضور نے جس قدر ملک اپنے واسطے الگ کر لیا ہی وہ صرفِ خاص کہلاتا ہی۔ جاگیرداروں میں سب سے بڑے جاگیردار امیر کبیر ہیں جن کے خاندان میں حضور کی صاحب زادیاں بیاہی جاتی ہیں۔ ان کی جاگیر کو لوگ ساٹھ لاکھ روپیہ سال کی بیان کرتے ہیں ان سے اُتر کر اکثر مسلمان اور بعض ہندو اور بہت جاگیردار ہیں۔ صرفِ خاص اور جاگیرات نکل کر جو ملک بچا وہ دیوانی کہلاتا ہی یعنی متعلق بہ دیوان وزیر فقط۔

خط ۸۰

اگر ... نے مجھ کو کیمیاگر یا عامل دستِ غیب فرض کر لیا ہی تو میرے پاس اس کا کچھ جواب نہیں۔ لیکن اگر فی الواقع میں ایسا ہوتا تو چار مہینے کے عوض چار برس کی مہلت دیتا بلکہ شاید مدۃ العمر[1] مطالبہ نہ کرتا۔ مگر میرا حال واقعی یہ ہی کہ نوٹ بنک میں رکھکر قرض سے کارروائی کرتا ہوں۔ اس حقیقۃِ نفس الامری جاننے کے بعد اُن کو اختیار ہی چار مہینے میں دیں چار برس میں دیں نہ دیں یا خدا توفیق دے تو ڈیو[2] بردیں۔ فقط۔

خط ۸۱

طالب یعنی امیدوار خدمت کو چاہیئے کہ بہ منزلہ کنکوے[3] کے ہو جس میں پرواز کا مادہ مہیا اور صرف ایک دریائی[4] کا محتاج ہے، اسی طرح امیدوار میں مادہ لیاقت کا ہونا ضرور ہے کہ سفارش کی ایک دریائی ملی اور اُونچا ہوا ... صرف دریائی نہیں چاہتے بلکہ چاہتے ہیں کہ دُم[5] چھلے کی طرح میں اُن کے ساتھ لٹکا رہوں۔

ہم ارکین ثلثہ مجلسِ مال گزاری نے کام کو آپس میں بانٹ رکھا ہی نصب خدمات

---

[1] عمر بھر [2] دفینہ معہودہ [3] کنکوے کو اُچک دی جاتی ہی اُس کو اصطلاح میں دریائی کہتے ہیں [4] کنکوے کی دُم میں جو لمبی دھجی اُس کا مرکز ثقل ٹھیک کرنے کو باندھ دیتے ہیں اُس کو دُم چھلّا کہتے ہیں۔

مولوی دلیل الدین صاحب کی طرف ہی اس لئے کہ تازہ وارد ناشناسا اور اجنبی ہیں میں نے اور اکرام اللہ خاں صاحب نے اس بوجھ کے اُٹھانے سے پہلو تہی کی اِتَّقُوْا مِنْ مَوَاقِعِ التُّھَمِ - تاہم ولالۃ علی الخیر کے طور پر... کی سفارش میں مولوی دلیل الدین صاحب کے نام رقعہ لکھ دیا ہے جس کی عبارت قریب قریب یہ ہی ہے۔

یہ صاحب جو اس رقعے سے حاضر خدمت ہوتے ہیں۔ مولوی ہیں مجھ سے بہتر آپ سے کمتر، حافظ ہیں آپ سے بہتر میرے برابر، حاجی ہیں مجھ سے اور آپ سے دونوں سے بہتر مدۃ سے اُمیدوار خدمت تحصیلداری ہیں مجھ سے اور آپ سے دونوں سے کمتر ۵

یوں پھریں اہلِ کمال آشفتہ حال افسوس ہے   اے کمال افسوس ہے تجھ پر کمال افسوس ہے

خط ۸۲

مبدءِ فیاض نے جو قوتیں انسان کو عطا کی ہیں علم اُن کو چست چالاک نمایاں اور بہ کار آمد کر دیتا ہے جیسے لوہا کہ جوہر اُس کی ذات میں مضمر ہے صیقل کرنے سے اصلی جوہر اُبھر آتے ہیں نہ یہ کہ جوہر اُس میں پیدا کئے جاتے ہیں۔ علم کے معنی ہیں جاننا اور جو کچھ جاننا ہو سکتا ہے تمام موجودات اور تمام واقعاتِ ماضیہ و حالیہ و مستقبلہ عالم سے پس تم خیال کر سکتے ہو کہ دائرہ علم کتنا وسیع ہے۔ علم کی فردِ اکمل علمِ الٰہی ہے۔ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ

---

۱ بچو تہمتوں کی جگہ ہوئے ۲ بھلی صلاح دے کر کسی کے ساتھ سلوک کرا دینا ۳ اُس سے ذرہ بھر پوشیدہ نہیں خواہ آسمان میں ہو یا زمین میں اور کیا اُس سے چھوٹا اور کیا بڑا۔ سب کھلی ہوئی کتاب میں ہے اور اُس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ جن کو وہی جانتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ خشکی

وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ؎۔

تم نے وہ حکایت سُنی کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم ہوا تھا کہ خضر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حاصل کرو۔ اُستاد اور شاگرد دونوں کشتی میں سوار چلے جاتے تھے ایک چھوٹا سا پرند نظر پڑا کہ دریا کے کنارے بیٹھا پانی پی رہا ہے اُس کو دیکھ کر خضرؑ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اے موسیٰؑ علم الاولین ؎ والآخرین کو علمِ الٰہی سے ساتھ وہی نسبت ہے جو اس جانور کے ایک آشام ؎ کو اس دریا کے تمام پانی کیساتھ۔ پس جو کچھ ساری دُنیا کی کتابوں میں مدوّن ؎ ہے۔ اگر تمام تر انسان کو مستحضر ہو (اور محال ہے کہ ایسا انسان کبھی ہوا ہو یا آیندہ ہو) تاہم اُسکا علم جامع اتنا ہو گا کہ گویا سمندر سے ایک رشحہ یا اُس سے بھی کم۔ بڑی غلطی یہ ہے کہ دس یا بیس یا پچاس یا سو کتابوں پر نظر کر لینے سے آدمی اپنے کو عالم سمجھنے لگے مثل اُس چوہے کے جو ہلدی کی ایک گرہ پا جانے سے اپنے تئیں پنساری خیال کرنے لگا تھا۔

؎ اور تری میں ہے اور کوئی پتہ گرے اُسکو جانتا ہے اور نہ زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ ہے اور نہ کوئی تر و خشک لیکن کھلی ہوئی کتاب میں ہے۔ جانتا ہے آنکھوں کی چوریوں کو اور جو کچھ سینوں میں پوشیدہ ہے حق یہ ہے کہ خدا کے پاس اُس گھڑی (قیامت) کا علم ہے اور جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے اور کوئی بھی (شخص) نہیں جانتا کہ وہ کس سرزمین میں مرے گا۔ حق یہ ہے کہ خدا علم والا اور خبر والا ہے ؎ ہمارے نبی اور اُن پر رحمت اور سلامتی ؎ اگلوں پچھلوں کے علم ؎ ایک گھونٹ ؎ جمع کی یادداشت چھینٹ۔

پڑھنے کی میرے نزدیک بڑی غرض اور غایت یہ ہو کہ تفتیش و تلاش اور ہر چیز کی کنہ[1] اور ہر بات کے اطراف و جوانب اور ماله[2] و ما علیہ اور ہر واقعے کے سبب اور ہر سبب کے نتائج کے دریافت کرنے کے شوق کو مشتعل کیا جائے۔

خط ۸۳

انسان کو جتنی قوتیں دیگئی ہیں جسمانی اور دماغی سب کا خاصہ ہو کہ جتنا جس قوت سے کام لوگے اُسی قدر وہ قوت چست اور بکار آمد ہوتی جائیگی۔ مثلاً تم میری طرح شارٹ سائٹیڈ (نزدیک بیں) ہو اور میری طرح دوربیں عینک بھی استعمال کرتے ہو۔ یعنی ہم دونوں عینک لگانے سے نقصان نظر کی تلافی کرتے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر میں پتنگ لڑایا کروں یا شکار کے تعاقب میں سرگرداں پڑا پھروں یعنی آنکھ کے لئے دوربینی کے مواقع مہیا کرتا رہوں تو ضرور میری نظر خود بخود دور تک پھیلنے لگے گی۔ یہی حال ہو ضعف حافظہ کا۔ اگر کسی کو ضعف حافظہ کی شکایت ہو تو جو بیمار ہو وہی اپنے مرض کا طبیب ہے۔ اُسکو چاہیئے کہ اوچٹتی ہوئی نگاہ سے چیزوں کو نہ دیکھا کرے سرسری طور پر باتوں کو نہ سُنے۔ طبیعت پر زور ڈالے۔ جن چیزوں کو یاد رکھنا چاہتا ہو گاہ بیگاہ اُن کا دھیان کرتا رہے۔ جو چیزیں اُسکے ذہن میں حاضر ہیں اور جن چیزوں کو حاضر فی الذہن کرنے کی کوشش کرتا ہو دونوں میں ادعائی[3] تعلق پیدا کرے جیسا کہ منٹل فلاسفی[4] کی کتابوں میں لکھا ہے۔

خط ۸۴

جس شخص کے اصولِ زندگی یہ رہے ہوں کہ اپنی آمد سے خرچ کو بڑھنے نہ دے۔

---

[1] حقیقت۔ [2] جو اسکی موافقت میں ہے۔ جو اس کے خلاف میں ہے [3] … [4] فلسفہ عقلی۔

یعنی ہمیشہ تھوڑا بہت پس انداز کرتا رہے اور روپے کو پتھر بنا کر رکھ چھوڑنے کو جنون سمجھے ؏ برائے نہادن چہ سنگ و چہ زر۔ اور اعوان[1] و انصار کو ترستا ہو ایسا آدمی اپنے اندوختے کو بر امیسری نوٹوں کے پیرائے میں نہ رکھے تو کیا کرے۔

صرف نوکری کے ذریعہ سے آدمی مال دار نہیں ہو سکتا اور ... کو جو تم دیکھتے ہو ظاہر میں ایک نوکری ہی مگر در پردہ لوٹ، خیانت اور رشوت امثالہا[2] چند در چند ابواب اس میں شامل ہیں ہاں نوکری کے ذریعہ سے جو لوگ مال دار ہوئے اس تدبیر سے ہوئے کہ ایک خدا نے برکت دی اور دوسرے عزیز اسکی کمائی کو زمین داری یا تجارت سے ترقی دیتے رہے رفتہ رفتہ سرمایۂ معتدبہ[3] فراہم ہو گیا۔

ہمارے عزیز قریب دو طرح کے ہیں الّا ماشاء اللہ۔ یا تو مطلقاً عقل معاش سے بے نصیب جیسے ... یا جن کو عقل ہی تو عقل فساد جیسے ... پہلی قسم کے لوگ وجود بے سود اور دوسری قسم کے غیروں سے بدتر۔ اگر ... میرے سرمائے کو محفوظ رکھیں اور اُس سے کسی طرح متمتع ہو کر اپنی حیثیت درست کرلیں تو اس میں دریغ کرنا پرلے درجہ کی خِسّت ہی۔ مگر ان لوگوں کا تو یہ حال ہی کہ میرے خون سے اپنی پیاس کو بجھانا چاہتے ہیں۔ دول تو اپنی گرہ سے یعنی اپنا راس المال سب میں تقسیم کردوں پس میرا عمل درآمد اس آیۃ پر ہی۔ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا[4]۔

مجھ سے سوائے نوکری کے دوسرا کام ہو نہیں سکتا اور سچ تو یہ ہی کہ برسوں سے پابندی خدمت بھی

---

[1] مددگار [2] وغیرہ از اہلِ قبیل [3] اعتبار کے قابل [4] اور اپنا مال جس کو خدا نے تمہارا سہارا ٹھیرایا ہی۔ بے وقوفوں کو مت دو اور اُس میں سے اُنکو کھلاؤ پہناؤ اوڑھاؤ اور اُن سے اچھی بات کہو۔

طبیعت پر شاق ہے۔ سید احمد خاں صاحب نے پرامیسری نوٹوں کے جواز کے دلائل جو جمع کئے ہیں اور ربوٰا[1] کی حقیقت جو کچھ انھوں نے اپنی تفسیر میں لکھی ہے اور مولوی شاہ عبد العزیز اور مجتہد اثنا عشر[2] میں کے فتاوے سب مجھ کو معلوم ہیں مگر باایں ہمہ اگر مجھ کو اندوختے کے لئے کوئی دوسرا محفوظ و مطمئن پیرایہ ملے تو میں آج پرامیسری نوٹوں کو الگ کر دوں۔

تجارۃ کا حال یہ ہے کہ بجائے خود بڑا مبسوط علم ہے۔ تجارۃ علی البصیرۃ[3] کام ہے اُس شخص کا جسکو تمام روئے زمین کا جغرافیہ اس تفصیل کے ساتھ معلوم و مستحفظ ہو جیسا کہ ہم کو اپنے رہنے کے گھر کا۔ وہ بر و بحر کے چپے چپے کے حالات سے واقف ہو، مردم شماری، آب و ہوا موسم اوسطِ ولادت و وفات، اوسطِ بارش، پیداوار، صناعۃ، لوگوں کے مراسم و عادات اور اُن کی ضروریات و حاجات، ملکوں کے انتظامات و واقعات، اُن کے باہمی تعلقات و امثالہا۔ اور یہ معلومات اَپ ٹو ڈیٹ[4] ہونی چاہیئے پھر ضرور ہے کہ تمام دنیا کے اخبار پر اُس کی نظر محیط ہو۔ تاریخ، ہندسہ، ریاضی، پولیٹیکل اکانمی[5]، سیاستہ مدن، سب کو تجارۃ میں مدخل عظیم ہے اور سب سے بڑھکر طبیعت کی مناسبت کہ ہر کام ہر شغلے ہر پیشے کے لئے شرط ضروری ہے۔ آدمی اتنا ہووے تو تجارۃ کا نام لے۔ ہمارے مُلک میں جتنی تجارۃ ہے سب داخلِ قمار ہے۔ رجماً بالغیب۔

اندھے کی لاٹھی لگی تو تیر نہیں تو تکّا۔

رہ گئی زمیں داری۔ مجھ کو تحصیل داری اور بندوبست کی ڈپٹی کلکٹری کے ذریعے سے ان مصیبت مندوں کے تفصیلی حالات معلوم ہیں۔ رعایائے انگریزی میں سب سے زیادہ بدنصیب ہے

---

[1] بیاج۔ سود [2] اثنا عشر کے معنی ہیں بارہ۔ شیعہ اثنا عشر کہلاتے ہیں کیونکہ بارہ اماموں کو مانتے ہیں [3] واقفیت کی تجارۃ [4] تاریخ امروزہ تک [5] وہ فن جس میں اصولِ کفایتہ شعاری سے بلحاظ انتظام ملک بحث کی جاتی ہے اور اس کو فنِ اقتصادِ سیاسی کہتے ہیں۔

سب سے زیادہ تباہ سب سے زیادہ مظلوم، گروہ زمین داراں ہے۔ ان کے ہم محاصل بلکہ اُن سے اضعافاً مضاعفہ زیادہ محاصل کے تاجر اور پیشہ ور ہیں اور اُن کے حال سے کوئی متعرض نہیں اور زمین دار ہیں کہ ہر روز مال اور پولیس اور فوجداری کی کچہریوں میں کھنچے کھنچے پھرتے ہیں صرف اس وجہ سے کہ جرمِ زمین داری کے مرتکب ہیں۔ پیچ کیا آن کر پڑا ہے کہ سرکار اور زمین دار میں مشارکہ محاصل اراضی کی وجہ سے کش مکش ہے۔ پس زمین دار کے مقابلے میں سرکار خود مدعی اور خود جج ہے۔ پھر بندوبست کے میعادی ہونے نے زمین داروں کو بالکل بے دل اور پست حوصلہ کر رکھا ہے ضوابط تحصیل زرِ مال گزاری سخت اور جابرانہ ہیں علیٰ رغم الف زمین داران گروہ کاشتکاران بہت زور پکڑ گیا ہے سرکار اپنا مطالبہ فی اَغْلَبِ الْاَحْوَالِ فِی جُلِّ الْاَوْقَاتِ بلا لحاظ کمی پیداوار و سقامتہ فصل و ناساعدۂ موسم فی الوقت وصول کر لیتی ہے اور روپیہ زمین دار کو کاشتکار سے ملنا ہے اُسکے لئے زمین دار مجبور کیا گیا ہے کہ کاشتکار پر نالش کرے۔ نالش کا انجام اکثر یہ ہوتا ہے کہ مہینوں کی دوا دوش کے بعد اگر زمین دار کو ظفر ہوئی (وَدُوْنَہٗ خَرْطُ الْقَتَادِ) تو تمام مطالبہ مصارف ناجائز میں گاؤ خورد۔

خلاصہ یہ کہ سیونگ میں نے کیا ہے اور کرتا ہوں اور کرتا رہونگا۔ روپے کو معطل ڈال رکھنا میرا قاعدہ نہیں۔ اعوان و انصار میرے پاس نہ تھے نہ ہیں اور نہ ہونے کی اُمید تجارت لا علی البصیرۃ کو عقل جائز نہیں رکھتی اور علی البصیرۃ کی مجھکو قابلیت نہیں زمین داری کی زحمت اور بے حرمتی مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتی۔ ان سب مقدمات کو جمع کر کے تمہی نتیجہ نکالو۔

۱؎ برخلاف ۲؎ اکثر احوال میں بلکہ کل اوقات میں ۳؎ عین وقت پر ۴؎ اور اس سے پہلے ایک خاردار درخت یہ ہاتھ پھیرنا ہے۔ یعنی سخت تکلیف اور زحمت ہے ۵؎ لیس انداز۔

تعینِ البرامیسری نوٹ۔[1]

خط ۸۵

امن و آسائش و آزادی یعنی نتائج حسن انتظام کے اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو انگریزی عمل داری ایک رحمتِ الٰہی معلوم ہوتی ہے۔ اگر ہندوستان اسی نسبت سے سوشلی[2] ور پولیٹکلی[3] ترقی کرتا رہا تو آج سے سو برس کے اندر اندر اس کو جنت نشان کہنا نفس الامری ہوگا نہ مبالغۂ شاعرانہ[4] غرض یہی عمل داری ہے اور گورنمنٹ اپنی سلامتی کا بیمہ بیچنا چاہے تو سب سے پہلا خریدار میں ہوں تو دنیا کی طرف سے پورا پورا اطمینان ہے۔ مگر سخت افسوس ہے کہ گورنمنٹ کی نیوٹرالٹی[5] نے دنیا کو بنایا اور دین کو بگاڑا۔ دنیا کو بسایا اور دین کو اجاڑا۔ دین کے بننے بگڑنے کا معیار تعلیم یافتہ لوگوں کے معتقدات ہیں۔ سو ان دنوں کے تعلیم یافتہ عموماً الا ماشاء اللہ[6] و قلیل ما ہم بے دین ہیں تعمیل احکام شریعت میں مداہنت کرنا بے دینی نہیں ہے سہ

ورنہ سزاوار خداوندیش کس نتواند کہ بجا آورد

بلکہ بے دینی سے مراد یہ ہے کہ مطلق دین و مذہب کو لغو اور خیال احمقانہ جانتے ہیں وھٰذا ھو اللّٰد ھو یۃ[7] اعاذنی اللہ و ایاک منھا۔

تم کسی ایک مذہب کو متعین کرو جو تمہارے نزدیک سخت بیہودہ ہو۔ میں تمہارے لئے اس مذہب کا مقلد ہونا زیادہ پسند کرتا ہوں من ان اراک دھریا[8]۔ کیوں کہ میری رائے یہ ہے کہ دنیا میں جتنے دین و مذہب ہیں سب انسان کی اصلاح کی غرض سے جاری ہوئے ہیں

---

[1] یعنی پرامیسری نوٹ کی شق متعین ہوئی [2] من حیث التمدن معاشرت [3] من حیث السیاسۃ باعتبار نظام ملک و سلطنت [4] سکوت عدم مداخلت [5] باستثناء اُن کے جن کی نسبت مشیت ایزدی و خدا ہے ہو گئی [6] اور وہ بہت کم ہیں [7] اور یہ بے دینی ہی جس سے خدا مجھ کو اور تم کو بچائے [8] اس سے کہ میں تمہیں بے دین دیکھوں یعنی محفوظ رہیں۔

اور خصائص وقتی اور ملکی کے لحاظ سے سب میں نیکی کے اصول کی رعایت کی گئی ہے۔

یہ بڑی خرابی کی بات ہے کہ دنیا میں ادیانِ مختلفہ کی بہت کثرت ہو گئی ہے اور ہر دین والے دوسرے تمام ادیان کی تکفیر کرتے ہیں۔ اُن میں فیصلے کرنا عقلاً نہیں تو عادۃً ضرور محال ہے اسلم طریقہ تم جیسے نوجوان آدمی کے لئے یہ ہے کہ جس دین میں پیدا ہوا ہے آنکھ بند کر کے اس کی پیروی کرتا جائے جب تک اُس کو مدلل رائے قائم کرنے کا موقع ملے۔

میں نے برسوں کے غور کے بعد اپنے نزدیک اسلام کو ایسا بدیہی سمجھا ہے جیسا دو اور دو چار اور مدت سے میرا ارادہ ہے کہ اپنے خیالاتِ مذہبی کو مقید بالکتابت کروں مگر اس وقت تم سے مجھ کو اسی قدر کہنا منظور تھا کہ مذہب کی بابت بڑی بابت کوئی رائے قائم کرنے میں ہرگز جلدی مت کرو۔

خط ۸۶

اکونٹنٹ[۱] جنرل کے دفتر میں پنشن کا ایک صیغہ خاص ہے۔ وہاں یہ بات مستنبط کی گئی ہے کہ پنشن خواروں کی عمروں کا اوسط عامۂ اعمار کے اوسط سے ایک ثلث کے قریب گھٹا ہوا ہے سوچنے سے معلوم ہوا کہ لوگ زمانۂ اشتغال میں لوازم خدمت کو شرطِ زندگی بنا لیتے ہیں۔ خدمت سے علیحدہ ہوئے پیچھے زندگی حال و بر ہو جاتی ہے اور جلد مر جاتے ہیں۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ۔

خط ۸۷

مولوی... اپنی بی بی سے بہت مانوس تھے۔ جیسا کہ سچ سچ اور کئی مولوی ہوا کرتے ہیں۔ بی بی مریں تو مولوی صاحب دنیا سے ایسے دل برداشتہ ہوئے کہ کسی چیز کی

---

[۱] قلم بند [۲] صدر محاسب [۳] پس عبرت پکڑو اے آنکھ والو [۴] مگر مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم اس کلیے سے مستثنیٰ رہے یعنی پچیس برس جو یہ جائے خود سر دس کی مدۃ ہے پنشن پائی جسکی وجہ یہ تھی کہ نوکری کی طرح ان کو تصنیف تالیف میں مدۃ العمر...

نظر میں وقعت باقی نہ رہی یہاں تک نوکری کی اور اپنے بچّوں کی۔ مولوی صاحب کو ایک بزرگ سے تھی ارادہ اُن کو اس کیفیت سے آگاہی دی۔ اُن بزرگ نے فرمایا کہ یہ سبب عدمِ نفس ہے اس کو تبتّل[1] اور انابۃ[2] الی اللہ مت سمجھو۔ مولوی صاحب نے اپنے وجدان[3] کے مقابلہ میں اس کو تسلیم نہ کیا۔ شیخ[4] نے اُن کا اصرار دیکھ مراقبہ اور کچھ وظیفے بتا دیئے۔ مولوی صاحب چند سے کرتے رہے۔ مگر کوئی جدید کیفیت پیدا نہ ہوئی آخر ملول ہو کر کنایۃً شکایۃً کی یہاں تک حکایت ہی۔ جو بات مجھ کو کہنی تھی یہ ہے کہ شیخ نے شکایۃ سن کر فرمایا کہ جس دن سے تم نے ہوش سنبھالا طلب دنیا میں نہمک رہے۔ اِس طلب میں تم کو اتنی ہی کامیابی ہوئی کہ ایک نوکری مل گئی جو نہ سلطنۃ ہے نہ وزارت نہ کامل حکومۃ نہ کافی امارۃ۔ طلبِ دین میں تم نے اپنی عمر کا کون سا حصّہ صرف کیا۔ شاید ہزاروں درجے کی ایک کسر اعشاری اور ابھی سے مناصب غوث و ابدال کے اُمیدوار ہو ع این خیال است و محال است و جنوں حکیم سنائی کا کیا اچھا قطعہ ہے ؎

قرن ہا باید کہ تا یک کودکے از لطفِ طبع
عاقلے کامل شود یا فاضلے صاحب سخن

سالہا باید کہ تا یک سنگِ اصلی زآفتاب
لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن

ماہ ہا باید کہ تا یک مشت پشم از پشت میش
صوفئے را خرقہ گردد یا حمارے را رسن

ہفتہ ہا باید کہ تا یک پنبہ از آب و گل
شاہدے را حلہ گردد یا شہیدے را کفن

روز ہا باید کشیدن انتظارِ بے شمار
تا کہ در جوفِ صدف باراں شود دُرِّ عدن

خط ۸۸

انگریزی جاننا بھی فی الحقیقت ہم لوگوں کے حق میں ایک مصیبت ہے۔

۱؎ ٹوٹ کر خدا سے لو لگانا ۲؎ خدا کی طرف رجوع کرنا۔ توجہ ۳؎ ذہنی معلومات ۴؎ شیخ سے مراد وہی بزرگ ہیں جن کے ... سا ۵؎ مولوی صاحب کا ارادہ تھا۔

میں نے بڑے بھائی صاحب کا بنوایا ہوا مکان دیکھا اور انگریزی خیالات کے مطابق ناپسند کیا، مکان خوش قطع ہے، محکم ہے اور تھوڑی سی جگہ میں گنجائش بھی خاصی ہے ضرورۃ کی کل چیزیں ہیں یہاں تک کہ دو چور خانے بھی ہیں۔ مگر دنٹی لیشن[1] کا نام نہیں۔ ہوا جو کوٹھریوں کو پلٹتے وقت بند کیگئی ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بدون پمپ[2] کے کیونکر بدلی جاسکتی ہے۔ اس مکان کی زمین اسقدر مرتفع تھی کہ اگر مکان روشن اور ہوادار ہوتا تو بالاخانے کی کچھ ضرورۃ نہ تھی مگر ہوادار نہ ہونے سے گرمی کی رات اور موسم برسات کے قابل نہیں ناچار بالاخانہ بنوانا پڑا۔

خط ۸۹

آج ایک تقریب سے تمہاری بچپن کی دو باتیں یاد آکر دل کو بڑی ہی خوشی ہوئی اور تاکہ تم کو بھی خوشی ہو یاد دلاتا ہوں۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد میری عادۃ تھی کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ٥

برنمی آید ز من احصائے منتہائے تو — شکر نعمتہائے تو چنداں کہ نعمتہائے تو

پڑھا کرتا تھا ایک دن تم نے پوچھا کہ ابا کھانے کے بعد یہ کیا پڑھا کرتے ہو میں نے کہا خدا نے روزی دی اُس کا شکر کرتا ہوں۔ تم نے کہا مجھ کو بھی سکھا دو۔ میں نے کہا تم عربی فارسی زبانیں نہیں جانتے اس وجہ سے میں نے تم کو حسب دستور ہی پہلے قرآن شروع نہیں کرایا کہ تم اُسکو سمجھ نہیں سکتے۔ اور بے سمجھے بڑبڑانا لغو اور لاحاصل ہے۔ تم اپنی بولی میں ادائے شکر کر لیا کرو۔ تم کچھ ملول ہوئے تو میں نے تھوڑی دیر تامل کر کے

---

[1] ہوا داری [2] نل [3] ستائش اُس خدا کیلئے جس نے ہم کو کھلایا پلایا اور مسلمان بنایا اور ستائش اس خدا کیلئے ہے۔ جو پروردگار کل جہان کا ہے۔

یہ شعر موزوں کر دیا ؎

یہ رزق طبیب بلا مشقت، خدا کی قدرت کا دیکھو جلوا ÷ گنہگاروں کو منّ و سلویٰ کیا عنایت گدھوں کو حلوا

چونکہ یہ اچھی تھی تم نے بہت پسند کیا اور چند بار دہرانے سے یاد ہو گیا مگر بجائے

گدھوں کو حلوے کے۔ گدھوں کا حلوا تمہاری زبان پر چڑھ گیا۔ تم دونوں وقت

کھانے کے بعد بالالتزام یہ شعر پڑھتے اور ہم سب لوگ ہنستے ہنستے لوٹ لوٹ جاتے

مدتوں کے بعد تم کو غلطی پر تنبہ ہوا ہنسی تو گئی گزری ہوئی۔ تری شکر گزاری رہ گئی۔

اوڑئی میں تمہارا زیادہ وقت خدمتگاروں اور چپراسیوں میں بسر ہوتا تھا چونکہ

یہ لوگ تم کو کھلاتے بہلاتے تھے، ایک دن میں نے تم سے کہا "میاں شبیر! تم نوکروں میں رہ کر

اگر گالیاں بکنی یا قسم کھانی یا جھوٹ بولنا سیکھو گے تو بھئی تمہارا منہ سڑ جائے گا اور میں

تم کو اپنے ساتھ نہیں سلاؤں گا" بچے معصوم تم کو میرے کہے کا یقین ہو گیا۔ ایک دن

تمہاری زبان سے بے ساختہ کوئی بیہودہ بات نکلی اور فوراً تم کو میرا مقولہ یاد آیا تو بھاگے

ہوئے اپنی والدہ کے پاس گئے کہ اماں بی ذرا میرا منہ سونگھنا اُن کو میری نصیحت کا حال

معلوم تھا سمجھ گئیں اور بولیں سونگھ کر کیا کروں گی۔ گالیوں کی بساند چلی آ رہی ہے یہ

سُنکر تم بہت گھبرائے آخر کار اُنھوں نے استغفار پڑھوا کر الائچی کے دانے چبوا دیئے تب تم کو

تسلی ہوئی مگر بہت دنوں تک اس بدبو کے ڈر سے احتیاط کرتے رہے اور شکر ہے کہ تمہاری

زبان گالی سے آشنا نہیں ہوئی۔

خط ۹۰

میں مدراس میں اسمٰعیل سیٹھ کی کوٹھی کے بالاخانے پر ٹھیرا تھا۔ رفتہ رفتہ سیٹھ صاحب

؎ ممالک متحدہ کا ایک ضلع ہے جو پہلے ضلع جالون مشہور تھا۔ کالپی کے پاس ہے۔

کے ساتھ تعارف زیادہ ہوتا گیا آخر اُنھوں نے دعوت کا پیام دیا مجھکو سدا سے دعوت کی چڑ ہے۔ ٹالنے کے پیرائے میں انکار کیا جب چل چلاؤ قریب آیا تو سیٹھ صاحب نے اس قدر اصرار کیا کہ انکار کرتے نہ بن پڑا۔ دسترخوان پر سیٹھ اور اُن کے اعزہ و اقارب و ملازم حتی کہ خدمتگار سب بلا امتیاز شریک ہوئے اور اُنھوں نے میرے خدمتگاروں کو بھی ساتھ بٹھانا چاہا۔ اُن کو بے تمیز ہم برابر بیٹھنے اور ساتھ کھانے کا اتفاق ہوا نہ تھا بہت بھچکے بہت رُکے اور سیٹھ صاحب ہیں کہ ایک ایک کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹے لئے چلے آتے ہیں تو چاروناچار مجھ کو کہنا پڑا اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ لوگ پیٹ بھر کر کھائیں تو ان کو الگ کھانے کو دیجئے ایسا ہی ہوا مگر سیٹھوں نے بڑا ہی تعجب کیا کہ یہ کیسے مسلمان ہیں آقا اور نوکر کا تفرقہ کرتے ہیں؟ اگرچہ میں اسی رسم کو اپنے یہاں جاری نہ کر سکا تاہم اس واقعے کو استحسان کیساتھ اکثر یاد کرتا ہوں۔

خط ۹۱

تم کو معلوم ہے کہ ہمارے خاندان میں لکنت متوارث ہے۔ ہر نسل میں ایک نہ ایک آدمی ضرور ہکلا ہوتا آیا ہے۔ پس یہ لکنت جو تم میں ہے تمھارے شرافتِ خاندانی ہے۔ تمہاری لکنت خلقی نہیں ہے۔ گورکھپور میں تم کو اپنی[1] دور مغلی[2] دکھ ہوا۔ جب تک ڈاکٹر... صاحب پونہچیں پونہچیں عورتوں نے اضطرار میں پیاز کے عرق کی جگہ مُنہ میں پانی ٹپکا دیا۔ اسی وقت سے عصبات[3] لسان مسترخی[4] یا تشنج[5] ہوگئے۔ بیماری سے اُٹھے تو ہکلانے اُٹھے۔ بچوں کی

---

۱ اپنی عمر میں ۲ کنولشنز یعنی ہاتھ پاؤں ٹیڑھے پڑ جانا ۳ پٹھے ۴ زبان ۵ ڈھیلے ۶ اکڑے ہوئے ۷ بجنسہ یہی حال مولوی بشیر الدین کے بڑے لڑکے مندر احمد کا ہوا اُسکو بھی اسی طرح چار برس کی عمر میں تپ شدید کے بعد لکنت شروع ہوئی مگر خدا کا شکر ہے کہ والد کی طرح اُسکی لکنت بہت ہی کم اور برائے نام ہے مگر ہے ضرور۔ مولوی نذیر احمد صاحب کے بھائی مولوی علی احمد صاحب مرحوم کو بھی لکنت تھی اور اُن کے بڑے لڑکے مقصود احمد کو بھی ہے غرض تین پشتوں سے یہ سلسلہ جاری ہے۔۔

سبھی حرکتیں دلکش ہوتی ہیں۔ مجھے ابھی تک یاد ہے کہ تمہارا اُن دنوں کا ہکلانا سب کو بھلا معلوم ہوتا تھا۔ مگر میں اسوقت بھی ٹوکتا تھا۔

لکنت ایک نقصانِ جسمانی ہے (باڈیلی ڈفیکٹ) اور اگر گویائی اور لسانی ہنر ہے تو بلاشبہ لکنت عیب۔ وعظ اور وکالۃ اور سررشتہ داری وامثالہا میں جس جگہ زبان سے کام لینا ہے تم عاجز ہو کہتے ہیں کہ لکنت دلیل ذہانت ہے اور ایسا ہو تو عجب نہیں کیونکہ ذہین اکثر مستعجل ہوتے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ جھٹ سے اپنا مطلب ادا کر دیں اور زبانِ خاطر خواہ اُن کے ارادے کی مطاوع نہیں۔ بس ان کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو ایک اڑیل ٹٹو پر سوار ہے کہ ڈانٹنے ٹھکرانے سے ٹٹو نکل جانے کا قصد کرتا ہے مگر عادۃً مانع ہوتی ہے اور دو مخالف محرکوں میں کبھی پیچھے ہٹتا ہے اور کبھی الف ہوتا ہے تمہاری لکنت خدا کے فضل سے ایسی شدید نہیں ہے کہ اُس پر عیّ و حصر کا اطلاق ہو سکے پھر بھی جتنی ہے عدا و عیب میں ہے۔ چونکہ فنون داخل ذہن میں ہے ذرا اس بات کا دریافت کرنا مشکل سا ہے کہ لکنت استرخائے عصبات سے ہے یا تشنج سے۔ کیونکہ استرخا اور تشنج دو حالتیں ہیں متضاد اور دونوں کے علاج بھی لامحالہ متضاد ہوں گے۔ اگر لکنت ہو استرخا سے اور علاج ہو تشنج کا بالعکس تو لکنت کو اُلٹی ترقی ہوگی۔ یہ مسئلہ متعلق تشریح ہے اور اطبائے یونانی کلہم اجمعین اس کوچے سے نابلد رہ گئے ڈاکٹرس جو میرے متعارفین میں کوئی اس مرض کا اکسپرٹ یعنی حاذق نہیں ہے میں سمجھتا ہوں کہ ڈنٹسٹ ڈاکٹروں کو اس میں زیادہ ملکہ ہوگا۔ میں نام بھولتا ہوں ایک فلسفی الکن منہ میں کنکر بھر کر گفتگو کیا کرتا تھا یہاں تک کہ اسکی زبان لکنت سے صاف ہو گئی۔

ہکلے کی نہیں بلکہ ایک توتلے آدمی کی حکایت ہمارے ادبِ عربی کی کتابوں میں ہے

---

۱ جس میں فتور یعنی ضعف ہے ۲ موافقت کرنے والی ۳ بند ہو جاتا ہے ۴ شمار شدہ ۵ سب کے سب ۶ دانت بنانیوالے ۱۲

کہ کوئی وزیر الثغ یعنی توتلا تھا حرف رے کے ادا کرنے سے قاصر۔ بادشاہ کو منظور ہوا کہ فی اعین الناس اُس کو سبک کرے ایک مجمع میں وزیر کو حکم تحریری حوالے کیا کہ لوگوں کو پڑھکر سنادو اُس میں مرقوم تھا اَمَرَ الْاَمِیْرُ اَنْ یُّحْفَرَ الْبِئْرُ فِی الطَّرِیْقِ لِیَرِدَ مِنْہُ الْوَارِدُ وَالصَّادِرُ۔ وزیر دیکھتے ہی سمجھا۔ اُس کو زبان عربی پر اس طرح کی قدرت تھی کہ اُس نے بے فکر اور فی البدیہہ بہ تبدیل الفاظ فوراً پڑھ دیا حَکَمَ الْحَاکِمُ اَنْ تُقْلَبَ الْقَلِیْبُ فِی السَّبِیْلِ لِیَسْقِیَ مِنْہُ النَّازِلُ وَالْقَافِلُ۔ اَوْ مَا شَابَہَ ذَالِکَ۔

اسی طرح ہکلا پن بھی اکثر خاص حروف میں ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ اُن حروف سے احتراز کیا جائے۔ مگر اس کے لئے ضرور ہے کہ آدمی مرادفات الفاظ سے بخوبی آگاہ ہو جو لوگ تمہاری طرح کم ہکلاتے ہیں غصے کی حالت میں زیادہ ہکلانے لگتے ہیں۔ اور اُسکی وجہ ظاہر ہے کہ عنان تمالک ڈھیلی پڑجاتی ہے بس اس ہکلے پن کا علاج ہے کظم غیظ وَاِنْ کَانَتْ لَکَبِیْرَۃً اِلَّا عَلَی الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ۔

خط ۹۲

تاکہ انگریزی کی سراسر مفید تعلیم کے مقابلے میں عربی فارسی کی پرانی گلی سڑی بسی تعلیم کا بے کار محض ہونا میری طرح تمہارے ذہن میں بہ خوبی بیٹھ جائے۔ کالج کے کتاب خانہ کو جاکر دیکھو عربی فارسی کی الماریوں میں پاؤگے کتابیں متقدمین کی۔ کتاب زمانہ تصنیف

لوگوں کے سامنے ۔ حاکم کا حکم ہے کہ رستے میں کنواں کھودا جائے تاکہ اُس سے آنے جانے والے سیراب ہوں ۔ بلا غور ۔ یا جو اس سے مشابہ ہو یعنی از این قبیل ۔ ضبط کی باگ ۔ غصہ کا ضبط ۔ اگرچہ سوا اُن کے جن کو خدا نے ہدایت کی ہو اوروں پر دشوار ہے۔

وتالیف کے اعتبار سے جس قدر پُرانی اُسی قدر ہم لوگوں میں معتبر اور مستند۔ برخلاف انگریزی کے کہ سو برس کی کتاب مثلِ تقویم پارینہ سلسلۂ درس سے خارج[۱] مشتاق[۲] بنتھا۔ اسی سے ظاہر کہ کسی علم میں ہم نے ترقی نہیں کی۔ کی ہوتی تو علمائے[۳] سلف کو کیوں پڑے چھوڑتے۔

خط ۹۳

انگریزی خوانوں میں بڑا۔ بہت بڑا۔ بہت ہی بڑا نقصان یہ دیکھنے میں آیا کہ ان لوگوں میں مطالعے کا دستور نہیں اور چونکہ طبیعت پر غور و خوض کا بوجھ نہیں ڈالتے ہیں نے جہاں تک دیکھا استنباطِ مطلب میں اکثر خطا کرتے ہیں۔ آج کل کے بی۔ اے ایم۔ اے بات صاف تو یہ ہے کہ ہم لوگوں کی نظروں میں مطلق نہیں جنچتے۔ محاّل[۴] الفاظ اور تعلقات[۵] سابق ولاحق اور عبارۃ کے اطراف و جوانب اور مضمون کے مالۂ و ماعلیہ پر کبھی ان کی نظر کو حاوی کرتے نہ دیکھا۔ پس ان کی مثال اُس غوطہ زن کی سی ہے جس میں قعرِ دریا تک پہنچنے کا دم نہیں۔ ڈبکیاں لگاتا ہے اور دُرِ مطلب کو نہیں پاتا ہے۔

مطالعے کی برکت تم کو اس سے ظاہر ہو جائے گی کہ مجھ کو ڈبلڈ صاحب[۶] نے تعزیراتِ ہند کے ترجمے میں شریک کیا تو میری استعداد اس قدر ناقص تھی کہ میں پنیل کوڈ کی ایک سطر بھی بے مدد ڈکشنری نہیں سمجھ سکتا تھا اور ڈکشنری کیا ویبسٹر کی نہیں بلکہ رومن سکرپٹ ڈکشنری

---

[۱] دیکھو دونوں میں کتنا فرق ہے [۲] بوسیدہ ہڈیاں [۳] لفظوں کے استعمال کے واقع [۴] اگلی پچھلی عبارۃ کے ساتھ جو لگاؤ ہے [۵] متعلقات [۶] مولوی بشیر الدین احمد کو یوں کہتے سُنا اور وہ کہتے تو انھوں نے اپنے والد سے سُنا ہوگا کیونکہ یہ واقعہ مولوی بشیر الدین کی ولادت سے پہلے کا ہے کہ سر جارج ایڈملسٹن لفٹنٹ گورنر ممالک شمالی و مغربی نے پنیل کوڈ ترجمے کو امر مہتم بالشان سمجھ کر اپنے اہتمام خاص میں رکھا اور چونکہ صاحب ممدوح کو مدتوں طہران میں بتقریب سفارۃ رہنے کا اتفاق ہوا تھا ان کو زبان فارسی میں ایسی اچھی استعداد تھی کہ فارسی میں بے تکلف بلا ذکاء ضاقت گفتگو کرتے تھے اور غالباً یہی وجہ واقع ہوئی کہ انھوں نے اس ترجمے کو اپنی ذات خاص سے متعلق رکھا کیونکہ اُس وقت کوئی یورپین اُن سے بہتر (بقیہ بر صفحہ ۱۷۵)

مگر بات کیا تھی کہ طالب علمی کے مطالعہ نے فکر کو ایسا غائر بنا دیا تھا کہ الفاظ کی جامعیت و مانعیت پر نظر خوب دوڑتی تھی۔ ریڈ صاحب لپنے پندار میں اس کو استعداد انگریزی کی عمدگی پر محمول کرتے تھے حال آنکہ جو کچھ تھا مطالعہ عربی کا طفیل تھا۔

خطبہ ۹

..... ڈپٹی کلکٹر کی استعداد انگریزی کچھ ایسی اچھی نہ تھی مگر انگریزی فیصلے خوب لکھتے تھے بعض لوگ شبہ کرتے تھے کہ کسی سے لکھوا لاتے ہیں پیتے اس کی ٹوہ لگائی تو معلوم ہوا

(بقیہ صفحہ گذشتہ) فارسی داں نہ تھا سر جارج ایڈمنسٹن نے ہنری اسٹوارٹ ریڈ ڈائرکٹر تعلیم کو اس کار سترگ میں اپنے ساتھ لیا۔ اور ریڈ صاحب نے منشی محمد عظمت اللہ صاحب کو جو اُن دنوں بریلی کالج میں انگریزی کے مدرس تھے تو قاعدہ یہ تھا کہ منشی محمد عظمت اللہ صاحب ترجمہ کرتے اور ریڈ صاحب کے میر منشی مولوی کریم بخش صاحب اس کو بہ نظر اصلاح دیکھتے۔ کیوں کہ انگریزی منشی عظمت اللہ کی اچھی تھی اور عربی فارسی مولوی کریم بخش صاحب کی اس کے بعد خود ریڈ صاحب کو سنایا جاتا اور یوں منشی عظمت اللہ صاحب مولوی محمد کریم بخش صاحب ریڈ صاحب سر جارج ایڈمنسٹن صاحب چار شخصوں کی رائے سے ترجمہ قرار پایا۔ دورہ کرتے کرتے سر جارج ایڈمنسٹن الہ آباد آئے جہاں مولوی نذیر احمد صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔ سر جارج ایڈمنسٹن تو منشی عظمت اللہ اور مولوی کریم بخش کو لے کر بنارس چلے گئے۔ ریڈ صاحب کسی ضرورت سے الہ آباد ٹھیرے رہے مگر ترجمے کے چند اجزا ریڈ صاحب کے ساتھ تھے۔ ریڈ صاحب نے مولوی نذیر احمد صاحب سے کہا کہ یہ ترجمہ تھوڑا تھوڑا روز مجھ کو سنا جایا کرو۔ البتہ سنانے میں مولوی نذیر احمد صاحب بھی دخل دیتے ہوں گے۔ یوں پہلے پہل ریڈ صاحب کو مولوی نذیر احمد صاحب کی انگریزی دانی معلوم ہوئی۔ مولوی بشیر الدین احمد کہتے تھے کہ والد صاحب ہر روز دس بجے سے پہلے جاتے تھے اور چار بجے بعد واپس آتے تھے اور تمام وقت کچہری میں بہ مشکل چھ سات دفعات کا تصفیہ ہوتا۔ مولوی نذیر احمد صاحب نے چار پانچ دن میں ترجمہ کا اندازہ معلوم کر کے چند اوراق آگے سے آپ ترجمہ کرنا شروع کیا۔ اور جب ریڈ صاحب یہاں تک پہنچے تو منشی عظمت اللہ کا ترجمہ الگ رکھ کر اپنا ترجمہ سنایا۔ پہلے ہی دن ۱۷ دفعہ کا تصفیہ ہوا۔ برخاست کرنے وقت ریڈ صاحب ورق الٹ کر ضرور دیکھا کرتے تھے کہ آج کس قدر ہوا۔ اس روز ایک دم سے ۱۷ دفعہ دیکھ کر انکو بہت حیرت ہوئی۔ آخر مولوی نذیر احمد نے عرض کیا کہ یہ ترجمہ میرا کیا ہوا ہے۔ ریڈ صاحب نے اسی وقت لارڈ صاحب کے نام چٹھی دیکر مولوی نذیر احمد صاحب کو بھی بنارس روانہ کیا اور آپ بھی دوسرے تیسرے دن کیمپ میں جا ملے پھر تو مولوی نذیر احمد صاحب ترجمے میں ایسے پیش پیش ہوئے کہ انھوں نے لکھنؤ میں رہ کر پہلا اڈیشن بہ حکم گورنمنٹ منشی نول کشور کے یہاں چھپوایا۔

نظائر[1] ہائی کورٹ کے چند (غالباً سو سوا سو) فیصلے ہیں کہ اوقات فرصت میں اُن کو بالالتزام نقل کیا کرتے ہیں. نقل کرتے کرتے کورٹ لینگویج دھیان پر چڑھ گئی اور کثرۃ کتابۃ سواد خط میں بھی پختگی کے نشان پیدا ہوگئے ہیں۔

خط ۹۵

ایک دوست نے مجھ کو انگریزی میں ترقی کرنے کی یہ تدبیر بتائی تھی کہ اخبار سے چھوٹے چھوٹے مضامین کو مثلاً آٹھ آٹھ دس دس سطر پڑھ لئے، اور پھر انہیں مضامین کو آپ انگریزی میں لکھ کر اخبار سے مقابلہ کیا، اور جہاں اختلاف ہوا اُسکو غور سے دیکھ بھال لیا، اور بہ تدریج مشق کو بڑھاتے گئے۔ مجھ کو اس تدبیر کے تجربہ کرنیکی تو فرصت نہیں ملی مگر عقل چاہتی ہی کہ بیشک مفید ہوگی تم سے ہوسکے تو کر کے دیکھو۔

خط ۹۶

جو لوگ گفت و شنود سے نہیں بلکہ کتاب بینی کے ذریعہ سے انگریزی میں استعداد حاصل کرنا چاہتے ہیں (یاد رکھو کہ اخبار کا پڑھنا بھی داخل کتاب بینی ہی) اکثر اُن سے ایک بڑی غلطی ہوتی ہی۔ وہ یہ طرز عبارۃ سے قطع نظر کرکے محو مضامین ہوجاتے ہیں اور اُن کی محنت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مثلاً کئی گھنٹوں میں اُنھوں نے ایک اخبار پورا کیا فارغ ہوئے تو اُن کو واقعات مستحفظ ہیں، در پیرایہ عبارت کسی ایک مضمون کا بھی یاد نہیں ان کی مثال ڈفالیوں کی سی ہی کہ ساری عمر گاتے بجاتے رہے اور تال اور سُر نہ جانا۔

خط ۹۷

ع زبان سے ملائمت چاہئے

میں جب کسی میاں بیوی کو آپس میں لڑتے سنتا ہوں گو وہ میرے ہی بیٹی داماد

---

[1] ہائی کورٹ کے فیصلے نظائر کہلاتے ہیں اسلئے کہ دوسرے حکام ماتحت انکو نظیر یعنی مثال اور مقیس علیہ گردانتے ہیں...

کیوں نہ ہوں نو یہ دن اس کے کہ دونوں کا دکھڑا سنوں میں عورت ہی کو ملزم ٹھیراتا ہوں کیوں کہ ہماری سوسائٹی میں مرد کے مقابلے میں عورت اس قدر مجبور ہے کہ گویا اس کی کوئی ہستی ہی نہیں پس جب بدنصیب عورت کو شوہر کی طرف سے کوئی امر خلاف مزاج پیش آئے چار و ناچار اُس کو صبر کرنا چاہیے۔ ورنہ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ[۱] (عبارت کو بہ تبدیل صیغ و ضمیر عورت سے متعلق کرلو)

خط ۹۸

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو حکم ہوا تھا کہ خضر سے جا کر سیکھو وہ قصّہ قرآن مجید کے پندرہویں پارے کے آخیر اور سولھویں کے شروع میں ہے۔ فَوَجَدَا[۲] (موسیٰ وفتاہ) عَبْدًا (خضر) مِنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا قَالَ لَهُ مُوسَى هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَى مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا قَالَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ

---

[۱] آسمان تک ایک رسی تانے اور پھر اُس کو کاٹ دے (یعنی لٹک کر مر رہے) اور دیکھے کہ آیا اس سے اسکی ضد پوری ہوئی

[۲] پس دونوں (موسیٰ اور اسکا خادم) ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ یعنی (خضر) کو پایا جسکو ہم نے اپنی خاص) مہربانی سے (ایک حصّہ) دیا اور (اپنی طرف سے اُس کو ایک (خاص) علم سکھایا تھا موسیٰ نے خضر سے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپکے ساتھ رہوں۔ بشرطیکہ جو علم (لدنی منجانب اللہ) آپ کو سکھایا گیا ہے اُس میں سے کچھ آپ مجھ کو بھی سکھا دیں۔ (خضر نے) کہا تم سے میرے ساتھ ہرگز صبر نہ ہو سکیگا۔ اور جو چیز تمہاری آگہی کے احاطے سے باہر ہے اُس پر تم کیسے صبر کر سکتے ہو (موسیٰ نے) کہا ان شاء اللہ آپ مجھکو ضابط (آدمی) پائیں گے اور میں آپکے کسی حکم کی خلاف

(بقیہ ترجمہ صفحہ ۱۷۵)

عَنۡ شَيۡءٍ حَتّٰٓى اُحۡدِثَ لَكَ مِنۡهُ ذِكۡرًا فَانۡطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِى السَّفِيۡنَةِ خَرَقَهَا قَالَ اَخَرَقۡتَهَا لِتُغۡرِقَ اَهۡلَهَا لَقَدۡ جِئۡتَ شَيۡئًا اِمۡرًا قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِىَ صَبۡرًا قَالَ لَا تُؤَاخِذۡنِىۡ بِمَا نَسِيۡتُ وَلَا تُرۡهِقۡنِىۡ مِنۡ اَمۡرِىۡ عُسۡرًا فَانۡطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ قَالَ اَقَتَلۡتَ نَفۡسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيۡرِ نَفۡسٍ لَقَدۡ جِئۡتَ شَيۡئًا نُّكۡرًا قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكَ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِىَ صَبۡرًا۔ الغرض خضر نے موسیٰ سے شرط کرلی تھی کہ تم میری کسی بات میں دخل نہ دینا۔ موسیٰ سے صبر نہ ہوسکا اور لگے بات بات پر اُلجھنے۔ پہلی دفعہ خضر نے ان کو متنبہ کیا بایں عبارت اَلَمۡ اَقُلۡ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِىَ صَبۡرًا پھر دوبارہ اُس عبارت میں لَکَ زیادہ کرکے گویا شکنجۂ ملامت کا ایک پیچ اور کس دیا۔ اِس پر ایک ظریف بے ساختہ بول اُٹھے کہ موسیٰ تو چلبلے تھے ہی خضر بھی کچھ کم غصیلے نہ تھے

(خضر نے) کہا اگر تم کو میرے ساتھ رہنا ہی (منظور) ہے تو جب تک (میں از خود) تم سے کسی بات کا تذکرہ نہ کروں تم مجھ سے اُسکی بابت کچھ پوچھنا ہی نہیں پھر (موسیٰ و خضر) دونوں (ملکر آگے) چلے یہاں تک کہ (راہ میں ایک دریا پڑا) جب دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو خضر نے (ایک تختہ توڑ کر کشتی کو پھاڑ دیا (موسیٰ نے) کہا کیا آپ نے کشتی کو اس غرض سے پھاڑا ہے کہ کشتی کے) لوگوں کو (دریا میں) ڈبو دو (یہ تو) آپ نے بڑی ہی (خطرناک) بات کی (خضر نے کہا) کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم سے میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں ہوسکے گا موسیٰ نے کہا کہ آپ مجھ سے میری بھول چوک پر گرفت نہ کیجئے اور میرے (اس) معاملے میں میرے ساتھ (اتنی) سخت گیری (بھی) نہ کیجئے (بات رفت گذشت ہوئی) پھر دونوں (اور) آگے بڑھے یہاں تک کہ (رستے میں) ایک لڑکے سے ملے تو (خضر نے) اُسکو (پکڑ کر) مار ڈالا۔ (موسیٰ نے) کہا کہ کیا آپ نے ایک معصوم شخص کو مار ڈالا (اور وہ بھی) کسی کے (خون کے) بدلے میں نہیں (یہ تو) آپ نے بڑی ہی بیجا حرکت کی (خضر نے) کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم سے میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں ہوسکے گا۔

کہ دوسری ہی خط میں لام کاف پر اتر پڑے۔

خط ۹۹

سید احمد خاں صاحب کی شان ایسی اَرفَعُ وَ اَعلیٰ ہے کہ مادشما کو اسکی نسبتہ کسی رائے کا ظاہر کرنا داخلِ شوخ چشمی ہے۔ جس طرح کا برتاؤ میں نے سید احمد خاں صاحب کے ساتھ رکھا ہے تم کو اُس سے میری رائے کا مستنبط کرلینا کچھ مشکل نہ تھا۔ میں نے مدرسۃ العلوم علیگڈھ میں بورڈنگ ہوس بنوایا۔ دو کوئے ہیں دونوں میں چندہ دیا اپنے سارے خاندان کے نام کی جالیاں احاطۂ مدرسہ میں نصب کرائیں۔ یعنی مدرسۃ العلوم کو مسلمانوں کے لئے مفید اور اُس کی تائید کو داخلِ مثوبات سمجھا۔ اس وقت تک سید احمد خاں صاحب کے اخبار یا لکچر یا مواعظ یا تحریرات کا ایک پرچہ کبھی مول نہیں لیا۔ یعنی مجھ کو اُن کے معتقدات یا سر ہا تسلیم نہیں۔ سید احمد خانصاحب کی تفسیر ایک دوست کے پاس دیکھنے کا اتفاق ہوا میرے نزدیک وہ تفسیر دیوانِ حافظ کی اُن شروح سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی جن کے مصنفین نے جوتڑوں سے کان گانٹھ کر سارے دیوان کو کتاب تصوف بنانا چاہا۔ جو معانی سید احمد خاں صاحب نے منطوقِ آیات قرآنی سے اپنے پندار میں استنباط کئے (اور میرے نزدیک زبردستی مڑھے اور چپکائے) قرآن کے منزل من اللہ ہونے سے انکار کرنا سہل ہے۔ اور ان معانی کو ماننا مشکل۔ مجھ کو مکرنا پڑا۔ ہاں ہاں میں نے کہا تھا کہ یہ معنی ہیں جن کی طرف نہ خدا کا ذہن منتقل ہوا، نہ جبرئیل حامی وحی کا، نہ رسولِ خدا کا، نہ قرآن کے کاتب و مدوّن کا، نہ اصحاب کا، نہ تابعین کا، نہ تبع تابعین کا، نہ جمہور مسلمین کا۔ مگر میں نے تم کو بار بار منع کیا کہ مذہب کے گورکھ دھندے کو

لہ لام کاف اردو میں تو تڑاق سخت کلامی ٹہ سراپا پورے طور پر ٹہ خدا کے ہاں سے اترا ہوا۔

کو سلجھانے کا ابھی تمہارا وقت نہیں۔ محکماتؔ کیا کم ہیں کہ آدمی متشابہات کی تاویل میں لاحاصل بھٹکتا پھرے۔

خط ۱۰۰

دنیا عبارت ہی روپے سے ہے میں نہیں سمجھتا کہ افلاس کے ساتھ دنیا میں کوئی چیز بھی انسان کو راحت پہنچا سکتی ہے بے وقعتی مفلسی کا نتیجہ عاجل ہے دولت کا کم ہونا مشکل، حاجت کے پیش آنے سے جو تکلیف محسوس ہوتی ہے اُس سے بچنے کی دو ہی تدبیریں ہیں اوّل نفس کُشی جس کا مرادف شاید انگریزی میں سلف ڈنائل ہے۔ دوسری ما یحتاج الیہ کا بہم پہنچانا۔ پہلی تدبیر اختیاری ہے۔ انسان غور کرنے سے تدریج اپنے خیالات پر غالب آسکتا ہے یہاں تک کہ جس طرح جسم کے سُن پڑ جانے سے قوتِ لامسہ کا احساس باطل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مجاہدے سے نفس کو احساسِ حاجت باقی نہیں رہتا۔ اور ما یحتاج الیہ کا مہیا ہو جانا ظاہر ہے کہ ہمیشہ اختیاری نہیں ہو سکتا۔ دنیا میں سلف ڈنائل کے بدون زندگی نہیں ہو سکتی۔ تھوڑا بہت سلف ڈنائل سبھی کو کرنا پڑتا ہے فرق صرف اس قدر ہے کہ بعض کو خواہش کے مطابق سامان میسّر آسکتا ہے مگر نفس پر قادر ہیں اور بہ طوع خاطر سلف ڈنائل کرتے ہیں وہ محمود اور بعض بہ مجبوری ع عصمتِ بی بی است از بے چادری۔

ہم لوگوں میں تربیت اولاد کا ایسا بُرا دستور ہے۔ ہم خود اپنے بچّوں کو سوتے

ؔ محکمات وہ باتیں جن میں کسی طرح کے شک و شبہ کا دخل نہیں اور متشابہات وہ جو تاویل طلب ہیں۔ جیسے بَلْ یَدَاہُ مَبْسُوْطَتَانِ۔ خدا کے دونوں ہاتھ فراخ ہیں یعنی اُسکی داد و دہش ایسی وافر ہے کہ دونوں ہاتھوں سے لٹا رہا ہے اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ جدھر کو منہ کرو اُدھر کو اللہ کا بھی رخ ہے حالانکہ خدا ہاتھ اور منہ سے منزہ ہے ایسے مواقع میں ہم کو حکم ہے ظاہر عبارت پر ایمان لاؤ اور تاویل سے سکوت کرو کہ جلد مرتب ہونیوالا ہے

سلفہ کی چاٹ لگا کر چٹورپن سکھلاتے ہیں۔ لاجرم ہمارے لڑکے بڑے ہو کر اکثر مسرف[1] ہوتے ہیں۔ ہمارے شہر کے مسلمانوں میں پنجابی جن کا پیشہ تجارت ہی اچھا مقدور رکھتے ہیں اور خوش حال ہیں۔ میں ایک مدت تک غور کرتا رہا کہ یہ لوگ مالدار بھی ہیں اور خدا نے اس قوم کو روپے پیسے کے علاوہ حسن کی دولت بھی دی ہے۔ اور ان لوگوں میں پڑھنے لکھنے کا رواج بہت کم ہے۔ کیا سبب ہے کہ ان کے نوجوان لڑکے ہم ہندوستانیوں کے لڑکوں کی طرح آوارہ نہیں ہوتے۔ آخر یہ بات معلوم ہوئی کہ ان کے لڑکے شروع سے بڑوں کو دیکھتے ہیں کہ دولت کے بڑھانے کے پیچھے پڑے ہیں اس طرح کے ابتلا کا پیشہ ہے کہ مال کی نکاسی اور اُگاہی اور تقاضے اور فرمائش اور حساب کتاب کی فکر سے کسی وقت نجات نہیں۔ یہ اشغال اور انہماک ان کے لڑکوں کو نہیں بگڑنے دیتا۔

خط ۱۰۱

لوگ ایسا خیال کرتے تھے کہ انگریزی تعلیم رفتہ رفتہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک کر دیگی لیکن علیٰ رغم التوقع[2] چند سال سے دیکھتے ہیں کہ دونوں قوموں میں اُلٹی ایک طرح کی مخاصمت سی پیدا ہوتی جاتی ہے۔ اگر یہ مخاصمت صرف طرفین کے عوام میں ہو تو کچھ پروا کی بات نہیں مگر افسوس ہے کہ تعلیم یافتہ اور انلائٹنڈ[3] لوگوں کے دلوں میں تکدر آگیا ہے۔ یہ باہمی نفاق اگر جڑ پکڑ گیا ممکن نہیں کہ ملک کو پنپنے دے۔ اس فتنۂ خوابیدہ کو بیدار کیا ہے تاریخوں نے جو سرکاری مدارس کے کورس[4] میں داخل ہیں۔ اس سے انکار نہیں ہو سکتا ہے کہ بعض مسلمان بادشاہوں نے ہندوؤں کے ساتھ ظالمانہ مدارات کی لیکن کس قوم کی شخصی سلطنت میں اور سلطنت بھی بزور شمشیر حاصل کی ہوئی ایسی مثالیں نہیں ہیں؟ اور اگر بعض مسلمان بادشاہوں نے

---

[1] فضول خرچ [2] بہ خلاف امید [3] روشن خیال [4] نصاب۔

ہندوؤں پر ظلم کیا ہے تو بعض نے (اور یہ بعض اُن بعض ظالموں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہیں) ہندوؤں کے ساتھ سلوک بھی ایسے ایسے کئے ہیں کہ کسی گورنمنٹ نے غیر مذہب کی رعایا کے ساتھ نہ کئے ہوں گے مسلمانوں کی سلطنت میں ظلم متواتر ہوتا تو آج ہندو دوا کو بھی ڈھونڈے نہ ملتے۔ مجھ سے اور سررشتۂ تعلیم کے کسی افسر سے اگر کبھی ملاقات کا اتفاق ہوا تو میں ضرور اُس سے کہہ کر رہونگا کہ ایسی تاریخیں بناؤ یا بہ فرمائش بنواؤ اور مدارس میں پھیلاؤ کہ یہ دونوں قومیں پچھلی ناانفاقیوں کو بھلا کر آیندہ صلح کاری سے زندگی بسر کریں۔ مگر میری کون سُنے گا۔ خدا کرے گورنمنٹ کو خود ہی سوجھ پڑے۔

خط ۱۰۲

یہ خیال کرنا بڑی بے انصافی اور ہٹ دھرمی کی بات ہو کہ دوسری قوموں کے رسم و رواج عموماً لغو اور بے ہودہ ہیں اور اس سے بڑھ کر بے انصافی اور ہٹ دھرمی کی بات یہ ہو کہ کسی دوسری قوم کے آدمی سے نفرت کی جائے یا اُس کو نظر حقارت سے دیکھا جائے صرف اس وجہ سے کہ وہ دوسری قوم کا ہو۔ ہم کو ہندوؤں کے ساتھ بڑا قوی تعلق ہے۔ جس کی لوگ کیسی عمدہ تشبیہ دیتے ہیں کہ ہمارا ان کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ہمارا ان کا ایک جگہ رہنا سہنا ملنا جلنا پشت ہا پشت اور سینکڑوں برس کا ہو۔ ہم آپس میں لڑیں یا جھگڑیں روٹھیں یا بگڑیں مگر کہلائیں گے ہندوستانی۔ انڈین[۱] نیٹو، کالا لوگ۔ ہم دونوں کے اغراض ایسے مشترک[۲] اور وابستہ یک دگر ہیں کہ ہم کسیطرح ایک دوسرے سے چھوٹ نہیں سکتے۔ پس ہم دونوں کا مفاد اسی میں ہی کہ جہانتک ہوسکے ایک دوسرے کی طرف سے دل صاف رکھیں۔

---

[۱] ہندوستانی۔ [۲] ملے ہوئے۔

ہاں تو میں ہندوؤں کے چند رواج بیان کرنا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلے گائے۔ بیل کی بزرگ داشت سے چلو اُن منفعتوں پر نظر کرو جو بنی نوعِ انسان کو اس جانور سے پونہچتی ہیں تو دنیا کا کوئی جانور اتنا بہ کار آمد نہیں، سب پر مقدم کاشت کاری کہ اسمیں جتنے کام شقہ کے ہیں بہ تمامہا اسی جانور سے لیے جاتے ہیں۔ سواری۔ بار برداری، دودھ، گھی یہانتک کہ مرے پیچھے بھی ہڈی، چمڑا، سینگ کوئی چیز بے مصرف نہیں میں سمجھتا ہوں کہ جس شخص نے ہندوستان میں اس جانور کی بزرگ داشت کا قاعدہ جاری کیا بڑا ہی دانشمند اور عاقبت اندیش ہو گزرا ہے اُس نے ملکی ضرورت پر نظر کی اور یہ بھی سمجھا کہ تا وقتیکہ داخلِ احکامِ مذہبی نہ کی جائے پوری پوری بزرگ داشت ممکن نہیں۔

اسی طرح گنگا جمنا کی تعظیم بھی بے اصل نہیں۔ میں اپنے نفس پر قیاس کرتا ہوں کہ مجھ کو بجنور کے تعلق سے گنگا کے ساتھ ایک انس خاص ہے۔ جب کبھی جانے کا اتفاق ہوتا ہے پیاس نہ بھی ہو تو بھی بے اختیار اُس ہاضم اور شفاف اور سرد پانی کو جی چاہنے لگتا ہے۔ کئی بار ایسا بھی ہوا کہ نماز کا وقت نہیں ہے اور میں ٹھیرا رہا ہوں کہ دریا کے پانی گنگا جل سے (اشنان نہیں) وضو کر کے دو رکعت پڑھ لوں تو چلوں۔ ہندوستان کی کروڑوں بیگہ زمین گنگا اور جمنا سے سیراب ہوتی ہے معلوم ہے کہ پانی محاسنِ قدرۃ میں سے ہے اور لوگ مصنوعی نالابوں اور نہروں سے جی خوش کر لیتے ہیں تو کیا گنگا جمنا ان سے بھی گئی گذری ہوئیں؟

ملک کی گرمی اور آب ہوا کے لحاظ سے ہندوؤں میں ہر روز کے غسل (اشنان) کا قاعدہ بھی پسند کرنے کے قابل ہے۔

ا؎ خدمت گذاری۔ خبر گیری ۲؎ سبب کے سبب۔

یورپ میں ڈاکٹروں کا اگر اجماع نہیں تو غلبۂ رائے اس طرف ضرور ہے کہ انسان کو خدا نے گوشت کھانے کے لئے نہیں بنایا کیونکہ اس کام کے لئے نہ تو اس کے دانت مناسب ہیں نہ معدہ۔ کیونکہ گوشت خوار جانوروں کے معدے میں ایک قسم کے تیزاب کی تولید ہوتی رہتی ہے جو گوشت کو خوب ہضم کرتا ہے۔ انسان کے معدے میں اُس تیزاب کے پیدا کرنے کی بھی صلاحیت نہیں یہ ہے ماخذ وجی ٹیرین[1] لوگوں کا جو ہمارے ملک کے ہندوؤں کی طرح گوشت نہیں کھاتے اور یورپ میں یوماً فیوماً زیادہ ہوتے جاتے ہیں۔ ایک بار اخبار میں نظر سے گزرا کہ امریکہ کے ڈاکٹروں نے بدلائل ثابت کیا ہے کہ آدمی کا جھوٹا آدمی کو طبّاً مضر ہے۔

غرض کسی قوم کسی ملک کا مبتذل سے مبتذل رواج بھی مصلحت سے خالی نہیں۔ ہاں ممکن ہے کہ لوگ اس میں کچھ مبالغہ کرنے لگے ہوں یا لوگوں کی حالت بدل جانے سے اُس میں ترمیم کی ضرورت ہو۔ اِن وقتوں کے انگریزی خوانوں کا عام رجحانِ طبع ہے کہ اپنے ملک کی ہر چیز کو حقارت سے دیکھتے ہیں یہ انہی کے بے جا تعصب اور نادانی کی دلیل ہے۔ مُدت کی بات ہے۔ گورکھپور میں کچھ دنوں شہر کی صفائی کا چارج میرے پاس رہا۔ ولایت سے صفائی کے متعلق ایک کتاب نئی آئی تھی صاحب کلکٹر نے مجھ کو دی کہ دیکھو اسمیں سے شاید کوئی بات اخذ کرنے کی ہو۔ میں نے اُسکو پڑھا تو معلوم ہوا کہ ایک کمیشن بیٹھی تھی اس بات کے دریافت کے لئے کہ سلب عفونت کی آسان تدبیر کیا ہے۔ اہلِ کمیشن نے فرانس۔ قسطنطنیہ۔ عرب۔ مصر۔ ہندوستان۔ غرض تمام اطراف واکناف میں برسوں تحقیقات کی آخر کار ثابت ہوا کہ مٹی بالخاصہ دافع عفونت ہے،

---

[1] نباتات خور [2] انجمن۔

وہ کتاب جو صاحب نے مجھ کو دی تھی اس کمیشن کی رپورٹ تھی اُس کے پڑھنے سے مجھ کو دو خیال پیدا ہوئے۔ اول تو انگریزوں کی تلاش کہ ایک ذرا سی بات کے لئے اسقدر زحمت دوسرے جو بات اس قدر تحقیقات کے بعد دریافت ہوئی اب سے تیرہ سو برس پہلے ہمارے پیغمبر صاحب کو عَلَيْهِ مِنَ الصَّلٰوةِ اَكْمَلُهَا وَاَتَمُّهَا[1] معلوم تھی اور انھوں نے مٹی کو طاہر[2] طہور فرمایا

خط ۱۰۳

متبنیٰ کی فی شرعنا[3] کچھ اصل نہیں وَمَا[4] جَعَلَ اَدْعِيَاءَكُمْ اَبْنَاءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ اُدْعُوهُمْ لِاٰبَائِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوا اٰبَاءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيكُمْ ایک آدمی جو متبنیٰ لیتا ہے اور ایک مرغی جو اپنے انڈے سینے کو نہیں پاتی اور کنکر پتھر لیکر بیٹھتی ہے دونوں ایک ہی طرح کا ضعف طبیعۃ ظاہر کرتے ہیں۔ اکثر ضرورۃ اکثر دولتمندوں کو پیش آتی ہی جو دولت کے لئے کوئی مصرف نہیں پاتے لیکن اس سے کہ ایک شخص خاص بلا استحقاق متمتع ہو (اور جب بے زحمت پائیگا تو بے دریغ اڑائیگا بھی ضرور) تعمیم منفعۃ[5] بہ مدارج بہتر ہی وَاَنْحَاءُهَا[6] كَثِيْرَةٌ وَمِنْهَا اِعَانَةُ طَلَبَةِ الْعُلُوْمِ وَالْعُمْيَانِ وَالصُّمِّ وَالْبُكْمِ وَالْمَرْضٰى وَغَيْرِهِمْ۔

---

[1] اُن پر کامل تر اور تمام تر رحمت [2] پاک اور پاک کرنیوالی [3] ہماری شرع میں [4] اور جن کو بیٹا کہہ کر پکارتے ہو (یعنی تمہارے لے پالک) اُن کو خدا نے تمہارا بیٹا نہیں کیا یہ تو تمہارے منہ کی بنائی ہوئی بات ہی اور خدا سچی کہتا ہی اور وہی راہ دکھلاتا ہی اُن کو اُن کے باپوں کا کہ کر پکارو یہ خدا کے نزدیک زیادہ قرین راستی ہی۔ پس اگر اُن کے باپوں کو نہ جانتے ہو تو تمہارے دینی بھائی اور یار و مددگار ہیں [5] نفع کو عام کرنا [6] اور اُس کے طریقے بہت ہیں اور منجملہ اس کے طالب علموں اور اندھوں اور بہروں اور گونگوں اور بیماروں اور دوسروں کی اعانت ہے

خط ۱۰۴

اُس شخص کو جس نے یونانی انگریزی کسی قسم کی طب نہ پڑھی ہو اور خدا کے فضل سے بیمار بھی کمتر ہوا ہو بلکہ بےحساب نہ ہوا ہو، دونوں طریقوں میں محاکمہ کرنا مشکل ہے۔ مگر میں بیمار رہتا ہوں تو بیمار دار رہا۔ اس سے میرا ذاتی خیال تو یہ ہے کہ انگریزی دوائیں لطیف، قلیل المقدار، سریع العمل قوی الاثر، آلات عمدہ، معلومات متعلقہ کی تشریح کامل، الغرض طب انگریزی کی طرف موجبات ترجیح بکثرت ہیں اور ہونے چاہئیں، مگر ایک بڑا بھاری عیب بھی ہے کہ تشخیص کی غلطی (اور چونکہ علم طب ظنی ہے اُس میں غلطی کا ہونا کچھ بعید نہیں بلکہ کثیر الوقوع ہے) بیمار کا جلد کام تمام کر دیتی ہے۔ مرض کی وجہ سے طبیعۃ ہوتی ہے ضعیف۔ علاجِ غلط کی مقاومت[1] پر قادر نہیں ہو سکتی اور یہی سبب ہے کہ ڈاکٹروں کے بیماروں کو مہینوں برسوں گھلتے ہوئے نہیں دیکھتے جھٹ پٹ یا ادھر یا اُدھر۔ ان کے علاج کی مثال ایسی ہے جیسے ریل کہ اگر انجن ڈرائیور[2] ٹرین کو سناٹے[3] کے ساتھ فل سپیڈ میں لے جا رہا ہے انجن کی غلطی پر ایسے وقت متنبہ ہوا کہ ٹرین ٹوٹ پھوٹ کر برباد ہو چکی ہو۔ یا ٹرین کا بچانا اُسکے اختیار سے خارج ہو گیا ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ حقیقت میں مدبر بدن ہے طبیعۃ۔ وہی مریض ہے، وہی طبیعۃ وہی دوا اور انگریزی یونانی کسی قسم کی طب کیوں نہ ہو۔ حتی کہ گنڈے تعویز۔ ٹونے۔ ٹوٹکے۔ جھاڑ پھونک۔ سارے ڈھکوسلے ہیں طبیعۃ کو قوت دینے کے جس کو جس کا اعتقاد وہی اُسکی شفا اسی میں اسکا مفاد۔ مفرد امراض کے لئے میرے نزدیک انگریزی علاج بہتر ہے مگر امراض مزمنہ[4] میں میں یونانی علاج کو پسند کرتا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ یہ میرا ذاتی خیال ہے۔

خط ۱۰۵

چونکہ اسلام میں رہبانیۃ[5] نہیں اور یہ سب سے قوی دلیل اسکی اصلی صداقت کی ہے تو جو خوشی

[1] مقابلہ [2] انجن کا چلانیوالا [3] پوری تیزی [4] کہنہ پُرانا [5] جیسا ہندوؤں میں جوگ سنیاس ویسی ہی عیسائیوں میں رہبانیہ۔

انسان کانوں کی راہ حاصل کر سکتا ہو کلیتہً ممنوع نہیں ہونی چاہیئے۔ اور ممنوع ہی بھی نہیں مگر موسیقی کو بہ اقسامہا[1] ایسے نالائق پاجی لوگوں نے اپنا پیشہ ٹھیرا رکھا ہے کہ کوئی شریف انکی صحبت میں بیٹھ کر (اگرچہ کبھی کبھی اور تھوڑی دیر کے لئے کیوں نہ ہو) باوقار اور وضع دار لوگوں کی نظر میں شریف رہ نہیں سکتا۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ انسان موسیقی کا مذاق رکھے اور اہل فن سے نہ ملے۔ پس تقاضائے سوسائٹی یہ ہو کہ اس مذاق کو طبیعت میں پیدا نہ ہونے دیا جائے۔ مذاق کا پیدا نہ ہونے دینا کچھ بھی مشکل نہیں۔ مگر پیدا ہوئے پیچھے طبیعت کا ضبط کرنا مشکل نہیں بلکہ محال ہی۔

خط ۱۰۶

تم مجھ سے انگریزی تعلیم کی بہت مدح سنتے رہے ہو اسلئے کہ تمہیں انگریزی پڑھوانی منظور تھی اب کہ تم نے اتنی انگریزی پڑھ لی جتنی کوئین امپرس[2] وکٹوریا کی رعایا میں سے ہر بھلے آدمی کو ضرور ہی تو لو اب اُسکی بُرائیاں بھی سُنو۔ کیونکہ ہر چیز میں حُسن و قبح دونوں کے محتمل[3] ہوتے ہیں۔ ع نفع مے جملہ بگفتی ضررش نیز بگو۔

یہ میری اکیلے کی رائے نہیں ہی بلکہ عام لوگوں کی اور خود انگریز بھی اسکے شاکی ہیں کہ ہندوستانی انگریزی پڑھ کر مغرور اور گستاخ اور خود پسند ہو جاتے ہیں۔ بات یہ ہی کہ جب ایک قوم کو خدا سلطنت دیتا ہی کہ وہ دنیا کی بہشت ہی تو اس قوم کی سب چیزوں میں شان حکومت آجاتی ہی اور زبان بھی اس عموم سے مستثنیٰ نہیں۔ انگریزی کی وسعت کا تو یہ حال کہ اگر علم فلاحت یا کیمیا یا طب۔ یا تشریح یا نیچرل فلاسفی[4] غرض سائنس کی کسی کتاب کو ترجمہ کے ارادہ سے لیکر بیٹھو تو سطر پیچھے دو چار لفظ ضرور ایسے ہونگے کہ اردو بے چاری کی تو کیا بساط ہی کی آمد ہی

---

[1] اسکی تمام قسموں کے ساتھ [2] ملکہ قیصرہ وکٹوریہ فرمانروائے انگلستان و ہندوستان [3] پہلو بہ پہلو [4] طبیعات یا فلسفہ طبیعی

کے پیرشدی عربی میں جو ہماری کلاسکل لینگویج[1] ہی ان کے مرادف نہیں ملتے۔ پس بہ مجبوری یا تو نئے الفاظ گھڑو یا بعینہا انگریزی کے الفاظ رہنے دو اور دونوں پیرائے بھونڈے اور انہیں دقتوں کی وجہ سے ہم علوم جدیدہ سے محروم۔ مصر اور قسطنطنیہ کے عربی اور فارسی کے اخبارات دیکھو تو تم کو اسکی تصدیق ہو۔ جو شخص فرنچ اور انگریزی کے مصطلحات نہیں جانتا ان اخباروں کا ایک آرٹیکل بھی نہیں سمجھ سکتا۔ شاہِ ایران کے روزنامچہ سفر ولایت[2] کا بھی یہی حال ہے اور خود ہماری زبان میں بھی الفاظ انگریزی برابر داخل ہوتے چلے جاتے ہیں اور یہ ضروری نتیجہ ہی انگریزوں کے غلبۂ قومی یعنی سلطنت کا کہ اُن کی زبان دوسری زبانوں پر غالب آتی چلی جاتی ہی۔ پس وہ جو میں نے کہا تھا کہ جب خدا کسی قوم کو سلطنت دیتا ہے تو اُس کی سب چیزوں میں شانِ حکومت آجاتی ہی۔ زبان انگریزی کی یہ ایک شانِ حکومت ہی۔ دوسری بات یہ ہی کہ انگریزی میں ابتذال اور خوشامد اور مبالغہ اور جھوٹ نہیں ہمارے یہاں بیسوں انشائیں صرف القاب آداب معمولی خیر و عافیت رسمی شوق و انتظار کے لئے پڑھنی پڑتی ہیں پھر اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی؟ طرزِ مراسلت ایسا بگڑا ہی کہ بچپن سے عادتیں پڑی ہوئی ہیں اس سے احساس نہیں ہوتا ورنہ آدھا جھوٹ اور باقی آدھے میں اپنی تذلیل بے سبب، مخاطب کی مدح بلا استحقاق۔ لوگوں کو تعصب اور ہٹ دھرمی سے کفرانِ نعمۃ کرنے دو۔ اپنا تو مقولہ یہ ہی کہ فارسی لٹریچر نے ہماری تہذیب کو بالکل برباد کر دیا تھا اب اُردو پر انگریزی رنگ آتا چلا ہی۔ زبان مبالغے اور ابتذال کے عیوب سے بہت پاک ہو گئی ہی اور ہوتی جاتی ہی سیدھی اور صاف باتیں لوگوں کو مزہ ملنے لگا ہی۔ کچہری کا ایک ادنیٰ محرر بھی خاص کر مسلمان اپنے تئیں۔ خانہ زاد اور نمک پروردہ اور فدوی اور خاکسار اور حاکم کو خداوند خدایگان۔

---

[1] طبقۂ اعلیٰ کی زبان [2] فرانس۔

پیر و مرشد قبلۂ عالم نہیں کہنا چاہتا۔ غرض انگریزی نے ہر ایک کے کان میں پھونک دیا ہی کہ وہ بھی آدمی ہی جان و مال اور عزۃ رکھتا ہی۔۔۔۔ اُسکے سب حقوق محفوظ ہیں کوئین امپرس وکٹوریہ کی رعیّت اور ایک حدتک حاکم وقت کا محکوم ہی۔ مگر کسی کا زرخرید غلام نہیں اسپر اپنے افسر کا ادب لازم ہی نہ پرستش۔ وہ خوشی سے سلام کرتا ہی نہ سجدہ۔ مودب لفاظ میں بات کا جواب دیتا ہی مگر گڑ گڑا کر اور ہاتھ جوڑ کر نہیں۔ اگر وہ قصور وار ہی ضابطے کی سزا کو خوش دلی سے انگیز[۱] کرتا ہی مگر ڈیم فول[۲] سُننے کی اُسکو مطلق برداشت نہیں۔

اگر انگریزی خوانوں کے غرور کی شکایت انگریزوں ہی سے سُنی گئی ہوتی تو ہم سمجھتے کہ بعض نوجوان تازہ ولایتہ تیز مزاج انگریز یا جی خدمتگاروں میں رہ کر بدزبانی کرنے لگتے ہیں عجب نہیں کسی غیور سے پالا پڑ گیا ہو اور اُس نے بات کا بتنگڑ بنا کر کھڑا کیا ہو، مگر انگریزی خوانوں کے غرور کے بہت سے شواہد ہیں اور تم خود محتسبانہ ان کے حالات کی تفتیش کروگے تو مان لوگے کہ انگریزی خواں کُل نہیں تو اکثر اپنی ہی سوسائٹی کو نظرِ حقارۃ سے دیکھنے لگتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہماری سوسائٹی میں کوئی عیب نہیں، بے عیب ذات خدا کی، مگر ہم کو اپنے ملک کے انگریزی خوانوں سے دو طرح کی گفت و گو ہے۔ اوّل تو ہم کو اسی میں کلام ہی کہ جسکو انگریزی خواں عیب سمجھتے ہیں فی نفسہ عیب بھی ہی یا نہیں۔ انگریزی پڑھنے سے آدمی ضرور کسی نہ کسی قدر بیچوڈسٹڈ ہو جاتا ہے۔ یعنی اُسکے ذہن میں انگریزی کی خوبی قدرِ واجب سے زیادہ بیٹھ جاتی ہے یوں تو حکومۃ کی وجہ سے انگریزوں کی تمام ادائیں تھوڑی بہت سبھی کی نظر میں بھلی معلوم ہوتی ہیں اور آج نہیں تو کل ورنہیں تو پرسوں معلوم ہونگی پر ہونگی اَلنَّاسُ عَلٰے دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ۔ دیگر انگریزی خواں تو گویا انگریزوں کے بھاٹ ہیں۔ ہماری سوسائٹی

ا برداشت [۲] یاجی گدھا۔ [۳] غیر تمند اسکا مرجع انگیز ہی [۴] بے تحقیق کے ٹے ہوئے پہلے ایک خیال جما لینے والا۔
[۵] لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں۔

کے عیوب بیچارے انگریزی خواں ہم سے زیادہ کیا جان سکتے ہیں۔ ہم آپ ہی گنوادیں ہم میں لاکھ عیبوں کا ایک عیب تو یہ ہی مفلسی اور مفلسی بھی لازم کہ اب شاید دس نسلوں تک دفع ہوتی نظر نہیں آتی۔ اس پر مزید تعصب۔ جہالت۔ بے ہنری۔ بے حمیتی۔ کاہلی۔ ناعاقبت اندیشی۔ خود غرضی۔ باہمی نا اتفاقی۔ یعنی تمام لوازم بداقبالی۔ مگر بڑا رونا تو اسی کا ہی کہ ہمارے انگریزی داں بھائی جو ہمارے ملک کے گُل سر[1] سبد سمجھے جاتے ہیں اِن وجوہ سے ہم کو ذلیل نہیں سمجھتے اور کس مُنہ سے سمجھیں کہ یہ عیوب بتمامہا[2] مع شیٔ زائد خود اُن میں موجود ہیں۔ ہماری آنکھ میں ناخنہ ہی تو اُنکی میں ٹینٹ۔ ہم کانڑے ہیں تو وہ اندھے، ہم ہکلے ہیں تو وہ گونگے۔ انگریزی خوانوں میں اگر بلند نظری ہوتی تو بھلے ہی دن نہ ہوتے۔ ان کو تو ہم میں ایک ہی عیب سوجھتا ہی کہ ہم انگریز فرنگی طرح کا طرز تمدن کیوں نہیں اختیار کرتے۔ اُنہی کے سے مکان میں رہیں اُنہی کے سے کپڑے پہنیں اُنہی کی طرح کھائیں پیئیں اُنہی کی طرح عورتوں کو آزاد کر دیں کہ ٹرِ دنگیاں باہر بڑی پھریں۔ گویا اِن دانشمندوں کے نزدیک انگریزوں کا دنیاوی عروج اُن کے طرز تمدن کی وجہ سے ہی ع فکر ہر کس بہ قدر ہمت اوست۔ ارے عقل کے دشمنوں انگریزوں کی وہ صفتیں ہی دوسری ہیں جو ان کی ترقی کا سبب واقع ہوئی ہیں محنت۔ جفاکشی تفتیش و تلاش۔ ضبط اوقات۔ علوم جدید میں توغل قومی اتفاق۔

مجھ کو تمام عمر انگریزی سوسائٹی میں رہنے کا اتفاق نہیں ہوا اور نہ کبھی اسکی تمنا کی پس مجھ کو انگریزی سوسائٹی کا بہت ہی تھوڑا حال معلوم ہی۔ لیکن جتنا معلوم ہی اسکی نسبت تو میرا خیال اچھا نہیں۔ بھلا ایسے لوگوں کی سوسائٹی میں داخل ہونے کی کیا کسی غیر قوم کے دو آدمی کو رغبت ہو گی جن کے مزاجوں میں اسقدر اجنبیت ہو کہ ایک ہی قوم کے دو آدمی مدتوں

---

[1] ڈالی کے سرے پر کے پھول [2] کل بلکہ کسیقدر زیادہ ہی۔

ایک ہوٹل یا جہاز میں رہیں۔ دونوں وقت ایک میز پر کھانا کھائیں اور ایک دوسرے سے معرفت پیدا نہ کر سکیں۔ معلوم ہو کہ انگریزوں میں عورتوں کے پردے کا دستور نہیں اس سے بڑھکر یہ کہ مرد ہو یا عورت علیٰ رؤس الاشہاد ناچنے کا عیب نہیں ورنہ چنانچہ ہمارے ملک کا سا نہیں بلکہ مرد اور عورت ایک وضع خاص سے بغلگیر ہو کر ناچتے ہیں۔ خیر یہ تو ہر ملک و ہر سے مجھ کو اس مقام پر ایک اور ہی بات کہنی منظور ہے کہ اگر ناچنے میں جمیس اور میری کا جوڑا لگ جائے تو یہ اختلاط داخل ملاقات نہیں پھر وہ دونوں ایک دوسرے سے اجنبی کے اجنبی۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو یہ لوگ پڑھنے کے لئے ولایت بھیج ہی دیتے ہیں۔ تم نے بھی خیال کیا ہوگا کہ یہ لوگ چاہے اکیلے ہوں مگر اکثر رہیں گے الگ کوٹھی میں۔ ان باتوں سے ایسا مستنبط ہوتا ہے کہ انگریزوں کی طبیعتیں انس پذیر کم ہیں۔ آدھے وحشی تو ہم اب سمجھے جاتے ہیں اگر کہیں ایسے روکھے مزاج ہمارے ہوتے تو پورے وحشی نہیں بلکہ ڈیوڑھے یوں دونے وحشی ہونے میں کیا کسر تھی۔ رہ گیا طرز تمدن۔ اس میں عورتوں کو بڑا دخل ہے۔ اور کیوں نہ ہو آخر وہ بھی تو سوسائٹی میں داخل ہیں ہم میں اور انگریزوں میں بڑا اختلاف ان عورتوں کی وجہ سے ہے۔ اب اسکا محاکمہ کون کرے کہ عورتوں کے ساتھ کون سی سوسائٹی کی مدارات مناسب ہے۔ اس مقام پر مجھے ایک نقل یاد آئی۔ میرے ایک معزز دوست کہتے تھے کہ ہمارا سارا خاندان کا خاندان شیعہ ہے میں نے بڑے ہو کر سُنی شیعوں کے اختلافات کی تحقیقات کی اور آخر کار میری رائے اس پر قرار پائی کہ سُنی برسر حق ہیں چنانچہ میں سُنی ہو گیا۔ خاندان کے لوگوں کے ساتھ ہمیشہ مباحثا رہتے تھے اور ہر ایک کو سُنّی ہو جانے کی ترغیب دیا کرتا تھا۔ ایک بی بی میری بزرگ تھیں اُن سے بھی میں ہمیشہ کہتا رہتا تھا کہ سُنّی ہو جاؤ۔ وہ بی بی میری باتوں کا جواب تو کیا دیتیں

۱؎ لوگوں کے سامنے کھُلے خزانے۔

سُن کر چُپ ہو رہا کرتیں تھیں۔ ایک دن میں نے اُن بی بی سے کہا آخر کچھ بیان تو کرو تم کو سُنتی ہو جانے میں تامل کیوں ہے تو اُن بی بی نے فرمایا کہ بیٹا بات یہ ہے کہ مجھ کو ان ہو دن[1] اصحاب ثلاثہ) کے نام ہی بُرے معلوم ہوتے ہیں۔ سچ ہے انسان ایسا ہی ضعیف مخلوق ہے کہ اُسکی رائے پر سوسائٹی کا تھوڑا بہت اثر ضرور ہوتا ہے یہ انگریزی خواتوں کے صرف منہ سے کہنی کی باتیں ہیں ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ[2] کہ ہمارا طرز تمدن انگریزی ہوجائے دوسرے اختلاط تو در کنار مجمع میں کوئی اُنکی جورو کا مزاج شریف پوچھ بیٹھے گا یا اُنکے روبرو اُسکی خوب صورتی کی تعریف کریگا تو ممکن نہیں کہ سر سے پاؤں تک میاں کے تن بدن میں پتنگے نہ لگ جائیں۔

ہماری تمام اخلاقی عمارت عورتوں کی پردہ داری پر مبنی ہے جس دن عورتوں کی پردہ داری میں ذرا بھی خلل پڑیگا ساری عمارت متزلزل ہو جائیگی۔ اگرچہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ اس معاملے میں کسی ہندوستانی یا کسی انگریز کی رائے بر سر صواب نہیں ہو سکتی کیونکہ ہر شخص بہ تصنع نہیں بلکہ بالطبع اپنی ہی سوسائٹی کی جانب داری کریگا مگر میں حتی الوسع انصاف کے ساتھ تم پر اتنی بات ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے طرز تمدن کی جسقدر برائی کی جاتی ہے اسقدر برائی کا وہ سزاوار نہیں۔ کہتے ہیں کہ ہندوستانیوں کی عورتیں دائم الحبس ہیں۔ شوہر وں کے انتخاب میں انکا اختیار واجب زبردستی سلب کرلیا گیا ہے۔ اُن کو ظلماً گھروں کی چار دیواری میں قید رکھکر جائز تمتعات سے محروم کیا گیا ہے۔ یہ اور اس قسم کے اور اعتراضات جو ہندوستانیوں کے نہیں بلکہ مسلمانوں کے پردے کے رواج پر وارد کئے جاتے ہیں انگلش[3] پوائنٹ آف ویو

---

[1] نقل کفر کفر نباشد [2] وہ اُن کے مُنہ کی (بنائی ہوئی) باتیں ہیں۔ [3] اسمیں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عورتوں کا پردہ مسلمانوں سے چلا ورنہ ہندوؤں میں پردہ نہ تھا اور اب جو ہے مسلمانوں کی دیکھا دیکھی ہے [4] انگریزوں کے نقطہ نظر سے۔

یعنی انگریزوں کی آنکھ سے دیکھا جائے تو ہمارے وحشی اور بے رحم اور سنگدل ہونے کی بڑی قوی دلیل معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن جو عورتیں رواجاً پردہ نہیں کرتیں (اور ہندوستان میں خاصکر دیہات میں ایسی قومیں بہ کثرت ہیں) اور خود انگریزوں کی عورتیں بھی اپنے پندار میں سب مردوں کے اختلاط سے گریزاں پاتا ہوں یعنی پردہ تمام جہان کی نسواں کا تقاضائے طبیعۃ معلوم ہوتا ہی اور اگر میرا یہ خیال غلط بھی ہوتا ہم انگریز تو خیر غیر مذہب۔۔۔ اور غیر ممالک کے ہیں۔ یہ تو پردہ دار خاندانوں کا حال کیا جان سکتے ہیں مگر ہم ہی میں کے بگڑے ہوئے مسلمان جن پر انگریزوں کی سنوار ہے اور جو انگریزوں سے بڑھکر پردہ کی برائیوں کا ڈھنڈورہ پیٹ رہے ہیں ایک تو ہمارے منہ پر کہہ دے کہ اُس نے کبھی کسی پردہ دار عورت کو پردے کی سختی کا شاکی پایا ہی۔ اسکو بھی جانے دو اس کلیے سے انکار نہیں ہو سکتا اَلْعَادَۃُ[1] طَبِیْعَۃٌ ثَانِیَۃٌ[2] یا انگریزی خوانوں کے یقین دلانے کیلئے اُسی بولی میں کیوں نہ کہو جس کی وقعت انکے ذہنوں میں بیٹھی ہوئی ہی ہیبٹ از دی سکنڈ نیچر[2] تو اگر پردہ داری عام صنف نسواں کا تقاضائے طبیعت نہ بھی ہوتا ہم رواج مستمر نے اُسکو طبیعۃ بنا دیا ہی پرنس آف ویلز ہندوستان میں تشریف لائے تو کچھ قیدی رہا کئے گئے۔ ان میں ایک دائم الحبس آغاز جوانی میں قید ہوا تھا رہا کیا گیا تو بوڑھا ہو گیا تھا۔ چند روز کے بعد اُس نے عرضی دی کہ مجھے جیلخانے کے باہر اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ چالیس پچاس برس کی قید اُس شخص کو جیلخانہ سے مانوس کر دے اور صدہا برس کی اُمّاً عَنْ جَدٍّ[3] پردہ نشینی کے بعد عورتوں کا دیدہ ہوائی رہے کسکی عقل اسکو قبول کریگی؟ غرض عورتوں کی طرف سے کا لّٰہ جو پردہ داری کی شکایت کی جاتی سی محض لغو اور بے اصل ہی۔ مجھ کو حقیقۃً بہنسی آتی ہو کہ پردے کی

---

[1] عادۃ دوسری طبیعۃ ہے۔ عادۃ دوسری فطرۃ ہو۔ [3] نانا نانی سے چلی آنیوالی یعنی پشت ہا پشت سے۔

وجہ سے مسلمانوں پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ عورتوں کی کچھ قدر نہیں کرتے۔ اور میں کہتا ہوں کہ پردہ ہی اس بات کا ثبوت ہی کہ جیسا اپنی عورتوں کو ہم عزیز رکھتے ہیں کوئی قوم نہیں رکھتی ؎ غیرت از چشم برم روی تو دیدن نہ دہم

گوش را نیز حدیث تو شنیدن نہ دہم

جتنے اعتراض عورتوں کے پردہ پر وارد کئے جاتے ہیں سب میں یہ اعتراض کسیقدر جان دار ہی کہ شوہروں کے انتخاب میں پردہ دار عورتوں کو آزادی نہیں لیکن ساری دنیا اور خاصکر ہندوستان میں یہ مشکل مقدمہ عورتوں کو ایسی ابتدائی عمر میں پیش آتا ہی جبکہ ناتجربہ کاری اور نقصان عقل کی وجہ سے اُن کو اُس کے قابل اطمینان فیصلے کی قابلیت نہیں ہوتی اور زن و شو کی حالتوں میں آخیر عمر تک معمولی غیر معمولی ایسے ایسے عظیم تبدلات واقع ہوتے ہیں کہ بڑے سے بڑے دانشمند پختہ کار کی عقل بھی اُن پر احاطہ نہیں کر سکتی۔ اس صورۃ میں ایسے سنگ معاملہ کا تصفیہ طرفین کے بزرگوں کی تجویز سے ہونا قرین مصلحت ہے۔ اور عورتوں کی کیا تخصیص ہی ہم تو اپنے یہاں کے مردوں کو بھی اس معاملے میں قریب قریب ایسا ہی بے اختیار پاتے ہیں ہیں اس کو مانتا ہوں کہ انگریزوں کی عورتیں ہماری عورتوں سے بہ مدارج بہتر ہیں اور مجھ کو یہ بھی معلوم ہی کہ انگریزوں میں بعض صاحب تصانیف ہیں۔ بعض نے مردوں کے ساتھ کمپیٹ کر کے بی۔ اے اور ایم۔ اے کے خطاب اور ڈبلومے پائے ہیں۔ غرض اِن عورتوں نے بہ خوبی ثابت کر دیا ہے کہ جسمانی توانائی کو چھوڑ کر کہ وہ ایک قدرتی بات ہی باقی دنیا کے سارے کام جو مرد کر سکتے ہیں عورتیں بھی کر سکتی ہیں۔ مگر خوب سمجھے رہو کہ مجھکو ذرا بھی اس میں کلام نہیں کہ ہندوستان کی عورتوں کو

ے مقابلہ بالمسابقہ ۲ے استعداد۔

انکی حالت کے مناسب تعلیم کرنا نہایت ضرور ہی۔ مگر ساتھ ہی رواج پردہ کی موقوفی کا میں سخت مخالف ہوں۔ اوّل تو میں انگریزوں کا کوئی کارنمایاں ایسا نہیں دیکھتا جسکو میں سمجھوں کہ پردہ اسمیں حارج ہو سکتا ہی۔ اور اگر ہو بھی تو بے پردگی کے خراب نتیجے اخباروں میں پڑہتے پڑہتے کلیجہ پک گیا۔ ایسے فائدوں کو (اگر ہوں) سلام ہی جو سوسائٹی کو گندہ کریں۔ ہماری بیبیاں بلا سے پھوہڑ ہوں۔ بے ہنر ہوں۔ بے سلیقہ ہوں۔ بے علم ہوں۔ کہ بچوں کا ہاتھ مُنہ دُھلانے پھٹا اُدھڑا سینے۔ روٹی دال پکا لینے کے سوائے اور کچھ نہ جانتی ہوں۔ ساری دُنیا میں کوئین امپرس وکٹوریہ کی جوبلی کا غل ہو اور ان کو خاک خبر نہ ہو۔ سوڈان اور بلغاریہ ور برہما کے نام تک انکو معلوم نہ ہوں روس کے جھگڑے اور فرانس کے ٹنٹے ان کے کانوں تک نہ پہونچے ہوں غرض ہماری بیبیاں جانور ہوں پتھر ہوں۔ بلکہ ان سے بھی بدتر ہوں ہم کو قبول۔ خدا نے سر چارلس ڈائیک اور مدراس والے راس اور ایک ڈائیک اور ایک راس ایسے ایسے پچاس کی فضیحتہ اور رسوائی سے تو بچایا ہے۔

اب رہا انگریزی لباس اِسمیں سے عورتوں کی فل[1] ڈریس اگر بہتر ہی تو بلا مبالغہ اس شعر کا مصداق ہے ؎

تن کی عریانی سے بہتر نہیں دُنیا میں لباس ✤ یہ وہ جامہ ہی کہ جسکا نہیں سیدھا اُلٹا

اور فل ڈریس کی بھی ایک ہی کہی ع برعکس نہند نام زنگی کافور۔ غرض فل ڈریس اور اُسکے نام سے انگریزوں کا مذاق لباسی معلوم ہوا۔ نہ زیادہ صراحت کی کیا ضرورت ہی۔ کیا خوب کہا ہے ؎ ہر یکے ناصح برائے دیگراں ✤ ناصح خود یافتم کم در جہاں دوسروں کو کیسا مُنہ بھر بھر کے جانور اور وحشی اور نا مہذب کہہ بیٹھتے ہیں اور اپنا یہ حال کہ سچ پوچھو تو

---

[1] پچاسویں سالگرہ کی تقریب سے پورا لباس۔

ہمارے مردانہ لباس میں انضمام حکومۃ سے البتہ تن بدن ڈھانکنے تک کا سلیقہ نہیں۔ ان لوگوں کے مردانہ لباس میں انضمام حکومت سے البتہ ایک شان وقعت پیدا ہوگئی ہے ورنہ فی حد ذاتہ مڑھے ہوئے کپڑوں پر ایک چھچھور پن برستا ہے اور خود انگریزوں کو دیکھا ہے کہ گرمی کے موسم میں لوکھلا لوکھلا اٹھتے ہیں اپنے قومی لباس کے متحمل نہیں ہو سکتے اور گھروں پر اوقات خاص میں ہماری طرح کے ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہنے رہتے ہیں۔ ہم تو ان کو پابندی رسم و رواج سے آزاد نہیں مانتے ایک وضع کو موجب راحت سمجھا تھا تو پھر اُسکے اختیار کرنے میں جھینپنا کیا معنی۔

میں سمجھتا ہوں کہ انگریزی لباس ہی نے انگریزوں کو اسبات پر مجبور کر رکھا ہے کہ دن رات کرسی کوچ پر لدے رہتے ہیں ورنہ اگر ہٹ دھرمی نہ کی جائے تو جو آسائش فرش پر بیٹھنے میں ہے اُسکا عشر عشیر بھی کرسی کوچ میں نہیں۔ کرسی پر ایک ہی وضع سے آدمی کو بیٹھنا پڑتا ہے۔ بہت کیا تو ذرا پیٹھ لگالی یا اکیلے ہوئے تو بہتیرا ٹانگیں سیدھی کرلیں مگر یہ ڈولی ڈنڈے کا طریق قابلِ دید ہوتا ہے۔ اور ہاں ایک وضع اور بھی ہے۔ پیروں پر زور دیکر کرسی سمیت پیچھے کو تن گئے۔ مرکز ثقل سے بے جگہ ہو ٹانگیں اوپر اور سر نیچے۔ پتلون کی قینچی چڑھی ہوئی ہے اور بڑے جیالے ہیں کہ آدمی آئے تو اُٹھا کر کھڑا کرے۔ فرش پر آدمی اتنی اوضاع کثیرہ سے بیٹھ سکتا ہے کہ اُن کا شمار نہیں ہو سکتا اور از روئے اصول طب فرش پر بیٹھنا تندرستی کے لئے نہایت مفید ہے۔ مگر حکومت کے آگے آسائش اور طب پر کون نظر کرتا ہے۔ ایک عالم اس خبط میں مبتلا ہے کہ بیجا ہو یا بیجا جہاں تک ہو سکے انگریزوں کی تقلید کیجیے اور نہیں سمجھتے کہ ہر ملک کے لوگ خصائص ملکی کے لحاظ سے ایک خاص طرح پر زندگی بسر کرنے کے خوگر ہیں یعنی اُن کے لئے آسائش کی وہی ایک خاص طرح ہے۔ اس کو بے داعیۂ قوی بدلنا ضرور تکلیف دہ ہوگا۔ جو

لوگ وضع انگریزی کے گرویدہ ہیں کیونکر ہو سکتا ہے کہ لباس انگریزی ہو نشست برخاست انگریزی ہو۔ اور کھانا انگریزی نہ ہو۔ انگریزی کھانے کے ایک تو یہ معنی کہ میز کرسی کانٹا چھری ہو یعنی دیسی کھانا انگریزی طور پر کھایا جائے۔ دوسرے یہ کھانا بھی انگریزی ہو۔ ہم میں کے ایک نئے رفامرؔ صاحب کتے کی طرح منہ سے یا کوّے کی طرح پاؤں سے کھاتے تھے بلکہ چھری کانٹے سے ہندوستانیوں کو کیسا کیسا لتاڑا ہے کہ تو بہ ہی بھلی مگر اُنکی ساری بکواس کا ماحصل اتنا ہی تھا کہ ہاتھ سے کھانا غچلاپن ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہاتھ سے کھانے میں ہاتھ خواہ مخواہ تھوڑا بہت بھرتا ہے مگر پھر ہم کہتے ہیں کہ رغبۃ اور نفرۃ عام نہیں بلکہ عادت پر موقوف ہے۔ سارڈینؔ وغیرہ انگریزوں کی بہت چیزیں ہیں کہ ہم کو اُن سے گھن آتی ہے۔ کھانے کے بعد کلی نہ کریں تو طبیعت مالش کرنے لگتی ہے اور بعض کو نوبے تبدیل ذائقہ چین نہیں پڑتا۔ غرض صفائی اور طہارت کا قومی بلکہ شخصی اسٹینڈرڈؔ مختلف ہے اور کسیکو کسی پر جرح وطعن کا منصب نہیں۔ ایک بار ایک دکان پر ایک خاص طرح کی چائے کی پیالیاں دیکھنے میں آئیں۔ پیالی کے کنارے پر اندر کی طرف ایک چھجا سا نکلا ہوا تھا۔ معلوم ہوا کہ مونچھوں کے بچاؤ کے لئے یہ تجویز سوچی گئی ہے۔ اُسی وقت مجھ کو قُصُّوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰی یاد آیا اور خیال ہوا کہ شارع نے کس قدر ہمارے مصالح کا حفظ کیا ہے۔ پھر اس طرف ذہن منتقل ہوا کہ پابندی رواج بھی کیا بُری چیز ہے یہ تکلفات کرتے ہیں اور اتنا نہیں ہوتا کہ لبیں لو اڑالیں۔ ہاتھ سے کھانا انگریزوں کو مکروہ معلوم

لہ مصلح قوم ؎ ایک قسم کی مچھلی جو ولایت سے پک کر آتی جو نہایت بساندی اور متعفن ہوتی ہے ؎ معیار۔
؎ مونچھیں گھٹاؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔

ہوتا ہوگا مگر اس میں ایک تو مفاد صریح یہ ہے کہ جس خوبی کے ساتھ ہاتھ لقمہ کو گرفت کر سکتا ہے ممکن نہیں کہ چھری کانٹا ہاتھ کا کام دے سکے۔ دوسرے اب ہی کے ڈاکٹر قائل ہو چلے ہیں کہ ہاتھ میں ایک قوت مقناطیسی ہے اور وہ ہاتھ سے کھانے میں داخل لقمہ ہو کر ممّد ہضم ہوتی ہے انگریزی کھانوں میں اول تو مزا ہی کیا خاک دھرا ہے۔ سالنوں میں اُبلا ہوا بسا ہندا ادھ کچرا گوشت۔ مٹر کی گھنگنیاں۔ اُبلے ہوئے آلو۔ پسا ہوا خشکہ چپاتی، پراٹھوں کی جگہ نان پاؤ۔ ایک پیالی میں نمک دوسری میں سیاہ مرچیں۔ وہ نقل شاید تم نے سُنی ہو کہ ایک شہری کُتّے نے ایک دیہاتی کُتّے کو مہمان بلا کر ایک کبابی کی دوکان کے پاس بٹھا دیا۔ جب کبابی دوکان بڑھا کر چلا گیا دیہاتی کُتّا لگا ہر طرف سونگھنے کہیں مرچوں کا دونا پڑا رہ گیا تھا۔ جوں ہی اُس میں مُنہ ڈالا مرچیں مغز کو چڑھ گئیں کھانستے کھانستے اور چھینکتے چھینکتے باؤلا ہو گیا۔ شہری دوست سے شکایت کی تو اُس نے کہا یار انہی چٹخاروں کے لئے تو ہم شہر میں پڑے ہیں غرض ہم لوگوں کے منہ کو تو چٹخارے لگے ہیں۔ انگریزی کھانوں میں کیا مزہ آئے۔ ایک حکایت اور اینڈ دی[1] انگلش ڈنر از اوور۔ غدر سے پہلے امرائے شاہی میں سے کسی امیر نے دہلی کالج کے پرنسپل[2] کی دعوۃ کی کھانے کی بہنگیاں بھجوا دیں۔ انگریزی قاعدے سے کھانا میز پر چُنا جا چکا تو آدمی نے صاحب کو اطلاع دی۔ ہر قسم کا کھانا میٹھا سلونا۔ شاہی رکابداروں نے پکایا تھا اور دعوۃ تھی تو بلا شبہ اہتمام بھی ضرور ہوا ہوگا۔ سبحان اللہ اُسکے ذائقہ کا کیا پوچھنا ہے۔ جسوقت کھانا آیا ساری کوٹھی مہک اُٹھی تھی۔ مگر پیچھے سُنا کہ جوں ہی صاحب نے کھانے کے کمرے کے اندر پاؤں رکھا اور مشک اور زعفران اور کیوڑے کی بھبک آئی اُلٹے پاؤں

[1] اور انگریزی کھانا تمام ہے۔ [2] مدرسے کا افسر اعلیٰ۔

باہر نکل آئے اور کھانا کیسا اُنھوں نے آنکھ بھر کر کھانے کی طرف دیکھا ہی تو نہیں۔

پس جو لوگ انگریزی تمدّن پکار رہے ہیں اس نکتہ کو نہیں پونہچتے کہ مذاقوں کے اختلاف قدرتی باتیں ہیں۔ یہ کسی کے میٹھے مٹیں نہیں۔ اپنا تو یہ مقولہ ہے کہ جس کا جو طرز ہے وہ اُسی کو پسند کرتا ہے۔ اُسی میں اُسکو راحت ملتی ہے اور آخر تک اُسکو اسی طرز پر چلا جانا چاہیئے۔ ہم جانتے ہیں کہ انگریز اپنی تمام حالتوں میں نمایاں ترقی کر رہے ہیں اور اپنے طرز تمدن کی اصلاح سے بھی غافل نہیں۔ با اینہمہ یہ فرض کر لینا کہ انکا تمدن اعلیٰ درجے کی شائستگی کو پونہچ گیا ہے فرضِ غلط ہے۔ کھانے کپڑے کی تو چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں ہم کو تو ان کی سوسائٹی میں بہت سی بڑی بڑی باتیں کھٹکتی ہیں۔ عورتوں کی بے پردگی کا تذکرہ تو ضمناً اوپر ہو چکا۔ اور لو بادہ خواری۔ اس میں کسی کو کلام کرنے کی گنجایش ہی نہیں کہ جسطرح کھانسی ام الامراض[1] ہے من حیث الاخلاق[2] شراب ام الخبائث اور تمام جہان کے ڈاکٹروں کا اجماع ہے کہ یہ ملعون عرق تندرستی کو بھی سخت مضر ہے۔ باوجود اتنی برائیوں کے جس کثرت سے اس کا رواج انگریزوں میں ہے شاید روئے زمین پر کسی قوم میں ہو۔ پس اس خیال نے غضب ڈھا رکھا ہے کہ اعتدال کے ساتھ اسکے استعمال میں کوئی قباحت نہیں۔ مگر شراب اور اعتدال فکرِ باطل و خیالِ محال۔

انگریزوں کے طرزِ تمدن میں ایک عیب اور ہے جس کا نقصان انگریزوں کو شاید کم محسوس ہوتا ہو یا نہ بھی ہوتا ہو لیکن اگر ہم لوگ انکی وضع پر رہنا چاہیں تو یقیناً بربادی کا موجب ہے۔ وہ کیا ہے۔ ہائی لائف۔ یعنی اونچی شاندار زندگی جو بڑے مصارف کے بدون ایک دن نہیں نبھ سکتی۔ ظاہر میں دیکھو تو سیدھے سادے موٹے دھوٹ کپڑے

---

[1] بیماریوں کی جڑ [2] اخلاق کے اعتبار سے۔

اکیلے کوسوں پیادہ پا چلے جائیں۔ کسی بات کی عار نہیں۔ کسی طرح کی مشقت نہیں۔ مگر سواری اور مکان اور سامان آرائش اور شاگرد پیشہ کے خرچ دیکھو تو عقل دنگ ہو کر رہ جائے اور اگر کہیں میم صاحب کی بلا بھی سر پر مسلط ہوئی تو پھر کچھ ٹھکانا نہیں۔ دو دو تین تین درزی ہیں کہ صبح سے شام تک سوئی ہاتھ سے نہیں چھوٹتی۔ اور ہیڈ ہم ہیل[۱] کی نہائی تنخواہ کی قسط علاوہ۔ غرض اس ارزانی کے ملک میں بی بی بچے والا انگریز میرے حساب سے ہزار روپیہ ماہوار سے کم میں جنٹلمین یعنی شریفانہ فارغ البالی اور آسائش سے نہیں رہ سکتا۔

ہم تو ہندوستانیوں کو ہی ملامت کرتے تھے کہ ان کو دولت کی نگہداشت کا سلیقہ نہیں اور ان کا بہت روپیہ نمود و نمائش میں ضائع ہوتا ہے۔ انگریزوں کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ ہندوستانیوں پر بھی سبقت لے گئے ہیں۔ ہندوستانی تو پھر بھی زیوروں اور باسنوں کے پیرایہ میں اپنی دولت کا ایک معقول حصہ پس انداز کرتے ہیں۔ ان کے یہاں کاٹھ اور کانچ اور گلنٹ کے سوائے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ قلعی تو اسوقت کھلتی ہے کہ جب کسی کی بدلی ہوتی ہے اور اسباب نیلام کیا جاتا ہے۔ کسی خوش آمدی نے اونے پونے خرید لیں تو وہ بات ہی دوسری ہے اور حقیقت میں ایک قسم کی رشوت ہے ورنہ نیلام میں روپے کے آٹھ آنے تو بندھے ہوئے ہیں۔ خیر شاید انگریز تو اس شان میں رہ بھی سکتا ہے اسکو روپیہ کمانے کے بہت سے ڈھب یاد ہیں۔ اسکی ہمت بلند اور اس کا حوصلہ وسیع ہے۔ اسکو تمام روئے زمین خشکی اور تری جنگل اور پہاڑ۔ آبادی اور اجاڑ۔ اپنا بیگانہ سب یکساں ہے۔ نوکری تو اسکی جوتیوں سے لگی پڑی ہے مگر وہ اس کا پابند نہیں۔ ایک ذرا سی بات خلاف مزاج پیش آئی اور فوراً اسکو لات مار کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اسکی قوم کا ماٹو[۲] ہے ملک خدا تنگ نیست پائے گدا لنگ نیست۔

---

[۱] ایک مشہور انگریزی پارچہ فروش ہے جو سِلے سِلائے کپڑے دیتا ہے [۲] اصول

وہ چل پھر کر کہیں نہ کہیں اپنا ٹھکانا کرکے رہیگا۔ شاید وہ کوئی سکول کھول بیٹھے۔ وکالت کرنے لگے۔ کسی قسم کا کارخانہ جاری کرے۔ سوداگر بن جائے۔ کہیں کسی چیز کی کان ڈھونڈھ کر نکالے یا کوئی اور موقع مناسب دیکھ کر کالونی[۵۲] بسانے کا ڈول ڈالے غرض یہ کہ وہ کسی جگہ اور کسی پیشہ پر بند نہیں۔ ایسے آدمی کو معاش کی کیا کمی۔ پھر اس کی سوسائٹی کا یہ دستور کہ کمانے والا ایک اور کھانے والے میں۔ کیا مرد کیا عورت سب اپنی اپنی جگہ خوش دلی کے ساتھ محنت کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ محنت ہی کے لئے ہم پیدا کئے گئے ہیں اور محنت ہمارا فرض ہو۔ بھلا ہندوستانی کاہل۔ بے ہنر۔ قاصر الہمت سے کیا اُن کی ریس ہوسکتی ہے اور کریگا تو مفلس جیئے گا اور قرض دار مریگا۔

انگریزی سوسائٹی کا آخری نقصان دی[۵۳] لاسٹ وونا ٹ دی لیسٹ لامذہبی ہے جہاں تک مجھ کو ان لوگوں کے حالات سے آگہی ہو وہ اگرچہ تھوڑی ہو (مگر نمونے ہمیشہ تھوڑے ہی ہوا کرتے ہیں) میں تو یہی کہتا ہوں کہ ان لوگوں میں اکثر کی تمام ہمت اصلاح دُنیا کی طرف مصروف ہو اور یہ انہماک اس وجہ سے زیادہ تر قابل اعتراض ہو کہ اس کا منشا فطری غفلت نہیں ہو جس سے کوئی فرد بشر بری نہیں۔ بلکہ مذہب کا استخفاف مذہب کی بے وقعتی کہ میری نظر میں یہ مکروہ ترین پیرایہ ہو الحاد کا۔ اور در حالیکہ صرف انگریزی تعلیم سے (وہ بھی ادھوری) ہمارے ملک کے انگریزی خواں۔ ایزآ[۵۴] باڈی لامذہب ہوتے چلے جاتے ہیں ضرور لامذہبی کا رنگ انگریزی سوسائٹی میں بہت گہرا ہونا چاہیئے اور افسوس کہ ہو بھی۔

انسان کے تمام افعال معلل بالاغراض ہوتے ہیں اس اصول کے مطابق انگریزی

---

۵۲ نو آبادی ۵۳ گو آخیر سہی مگر (کسی طرح) کم نہیں۔ ۵۴ من حیث المجموع۔

طرز تمدّن کے اختیار کرنے میں بھی کوئی مفاد معنوی ہونا چاہیئے اور اب تک جس قدر
میں نے لکھا ہی اِس سے تم پر ظاہر ہو جائیگا کہ انگریزی تمدّن جس جس چیز سے عبارۃ ہے
اُن میں بعض چیزیں تو بے مفاد محض نہیں بلکہ ہمارے حق میں بے مفاد ہیں لیکن لوگ ایک
اور ہی مفاد کی طمع سے انگریزی تمدن کی طرف دوڑتے ہیں۔ اُن کو یہ توقع ہی کہ انگریزی
تمدّن کے اختیار کرنے سے انگریز ہم کو اپنی سوسائٹی میں لے لیں گے۔ کہیں لے لیں
جب تک انگریزوں اور ہم میں حاکم و محکوم فاتح و مفتوح۔ غالب و مغلوب کے تفرقے
باقی ہیں۔ ہماری اُنکی مثال تیل پانی کی ہے۔ نہ ملے ہیں نہ ملیں گے۔
میری یہ تحریر بہت لمبی ہو گئی مگر تم دیکھتے ہو کہ مطلب بھی مہتم بالشان تھا جسطرح
بعض جسمانی امراض بعض اوقات کثرت سے شائع ہو جاتے ہیں میں خیال کرتا ہوں کہ
یہ زمانہ لامذہبی کے شیوع کا ہی۔ بہت تھوڑے سر انگریزی تقلید کے مالخولیا سے خالی
ہیں۔ میں نے تم کو اپنی سمجھ کے مطابق آگاہ کر دیا ہے۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔ فقط

عادۃ

عادۃ کا ماخذ ہی عود جس کے معنی ہیں لَوٹنا۔ پھرنا۔ یہیں سے تم عادۃ کی وجہ تسمیہ مستنبط
کر سکتے ہو، کیونکہ جب آدمی بار بار لَوٹ لَوٹ کر کسی فعل کا مرتکب ہوتا ہی تو اُس فعل پر عادۃ
کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اگرچہ لغتہ عام ہی مگر عرف میں عادۃ کا استعمال صرف افعالِ ارادی
و اختیاری میں ہی، اضطراری مثلاً تنفس میں نہیں۔ افعالِ ارادی میں جسمانی ہوں
یا دماغی سب میں تھوڑا بہت جہد کرنا ہوتا ہی جسکو تم انگریزی میں اگزرشن کہتے ہو۔

لہ پوشیدہ۔ مضمر ۵ہ اور ہمارا کام پوہنچا دینا ہے۔

عادۃ کا ضروری نتیجہ ہی تخفیفِ مشقتِ جہد۔ یہاں تک کہ جب عادۃ راسخ ہو جاتی ہی تو فعل عادی افعالِ اضطراری کی طرح بلا قصد و ارادہ اور بے اعمالِ فکر و رویّہ سرزد ہونے لگتا ہی اور یہی درجہ ہی جس پر پہنچکر کہا جاتا ہی۔ اَلْعَادَۃُ کَالطَّبِیْعَۃِ الثَّانِیَۃِ۔ تشبیہ کا قاعدہ ہے کہ مشبہ بہ اکمل و افضل ہوتا ہے تو العادۃ کالطبیعۃ الثانیہ سے شاید تم سمجھو کہ طبیعۃ میں بالنسبۃ الی العادۃ غلبہ و استعداد اور تقاضا قوی تر ہی ع اُو بحال منقلب و ۲ اُمر معکوس۔ امور طبیعی و اضطراری ہیں اُنکی تنفس کو لو جس کا ذکر آچکا ہے۔ فقرا کی ریاضات و مجاہدات میں سے ایک حبسِ نفس ہی اور یہ انکی تعلیم کی شاید ابجد ہے۔ لوگ تو امتداد حبسِ نفس میں بہت مبالغہ کرتے ہیں مگر خیر حسن اور ہفتہ اور مہینے نہ سہی یہ تو میں نے دیکھا ہی کہ پاس انفاس کا ایک عامل ایک سانس میں ننانوے مرتبہ لا الٰہ الا اللہ بہ مراعات ضروب باسانی تمام کر لیتا تھا۔ آسانی کو میں نے اس سے جانا کہ برابر کئی کئی گھنٹے تک وہ اسی شغل میں رہتا۔ الغرض اگر انسان تقاضائے طبیعۃ کے معدوم کرنے پر قادر نہ بھی ہوتا ہم وہ اُسکی شورش کو مجاہدہ و ممارستہ یعنی عادۃ کی مدد سے بہت کچھ فرو کر سکتا ہی۔ یعنی عادۃ حاکم ہی اور طبیعۃ محکوم۔ ایک شخص نے حکیم امام الدین خاں مرحوم کی حذاقۃ کی ایک حکایت نقل کی کہ کوئی مولوی صاحب (راوی نے اُن کا نام بھی لیا تھا مجھکو یاد نہیں رہا) بیمار پڑے۔ حکیم صاحب نے جلاب تجویز کیا۔ باوجودیکہ معدہ مجیب تھا اور مؤیدات بھی دیئے گئے۔ مگر دست نہ آئے۔ حکیم صاحب کو خبر ہوئی۔ استفسار حالات کے بعد بیمار داروں سے فرمایا کہ جلد جاؤ اور مولوی صاحب سے کہو بدستور کتاب دیکھیں۔ راوی کہتا تھا کہ آدھا گھنٹہ نہیں گزرنے پایا تھا کہ جلاب کا عمل ظاہر ہوا۔ لوگوں کو حیرۃ ہوئی تو حکیم صاحب نے فرمایا کہ طبیعۃ تھی کتاب بینی کی خوگر۔ اُسکو خلاف عادۃ شغل مانوس سے

ہوئی مفارقت انقباض پیدا ہوا۔ یہ حکایۃ اگر سچ ہی (اور کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ سچ کیوں نہ ہو) تو اس سے ہم عادۃ کی قوۃ کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

جن لوگوں نے علم اخلاق پر کتابیں لکھی ہیں میں نہیں جانتا اُن میں سے کسی نے اس خیال کو ظاہر کیا ہی یا نہیں (مگر میری نظر سے نہیں گزرا) کہ عادۃ ام الاخلاق ہی۔ باوجودے کہ عادۃ کو اخلاق پیدا کرنے بنانے اور بگاڑنے میں مدخل عظیم ہی مگر افسوس ہے کہ عادۃ کی نگرانی میں پرلے درجہ کی غفلت کیجاتی ہی۔ لوگوں کو عادۃ کا شعور ہوتا بھی ہی تو اکثر کہیں ایسے آخر وقت میں جاکر کہ طبیعۃ مغلوب عادۃ ہو چکتی ہی۔ تم نے شاید خیال کیا ہو کہ اطبائے یونانی کا کوئی نسخہ شربت یا نبات یا خمیرہ سے خالی نہیں ہوتا۔ کچھ اسکی لِمْ بھی سمجھے؟ وہ لِمْ یہ ہے کہ شیرینی بالطبع ہی مرغوب، فلہذا ہر دوا میں کسی قسم کی شیرینی شامل کر دی جاتی ہے تا کہ طبیعۃ شیرینی کو بالاصالۃ اور دوا کو بالطبع قبول کرلے۔ بعینہٖ یہی حال ہے انسان کی طبیعۃ اور اخلاق کا۔ طبیعۃ کو معدے کی جگہ سمجھو، اخلاق کو دوا۔ اور عادۃ کو شیرینی۔ کوئی کام کیسا ہی ناموافق طبع ہو عادت کی مٹھائی سے مل کر ضرور اچھی اور اعلیٰ ہو جاتا ہی اگرچہ آدمی بُری لت بھی لپنے پیچھے لگا سکتا ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عادۃ فِی نَفْسِهَا مِنْ حَيْثُ أَنَّهَا قُوَّةٌ مِنَ الْقُوَى الْإِنْسَانِيَّةِ بُری چیز ہے انسان کی تمام قوتوں کا یہی حال ہی کہ بھلائی اور بُرائی دونوں کے محامل اُن میں ودیعۃ رکھے گئے ہیں۔ اب یہ انسان کی اپنی تجویز ہی کہ ان قوتوں کو کس سانچے میں ڈھالے قطعہ۔

آدمی زادہ طرفہ معجونے است ؛ از ملائک سرشتہ و ز حیوان
گر کند میل ایں شود کم ازیں ؛ ور رود سوے آں شود بہ ازاں

علماۃ میں یہ کتنی بڑی خوبی ہی کہ مشکلات پر غالب آنے کے لئے اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں عادۃ کے متعلق میں نے جو کچھ لکھا وہ اس بات کی تمہید ہی کہ تم کتاب بینی کی عادۃ ڈالو۔ ممکن ہی کہ شروع شروع میں طبیعۃ گریز کرے اور بادلِ ناخواستہ کتاب کا دیکھنا بارِ خاطر ہو لیکن اس وقت میرے کہنے سے اتنی بات کا تیقن کرلو کہ یہ ہرب اور نفرۃ عارضی اور چند روزہ ہے ع ہمچو یخ درآفتاب نیم روز۔ ایک وقت مجھ پر گزرا ہے اور وقت سے میری مراد گھنٹہ دو گھنٹہ دن دو دن مہینے دو مہینے نہیں بلکہ بیس پچیس برس کہ نوم مطمئن کے لئے پلنگ پر سرہانے کتاب کا ہونا ایسا ہی ضروری تھا جیسے تکیے کا۔ اب وہ کیفیۃ نہیں ہی تاہم تم نے کمتر اوقات مجھ کو کتاب سے بے تعلق دیکھا ہوگا۔ بلکہ میں تو خیال کرتا ہوں کہ نہیں دیکھا ہوگا۔ کیا تم کو ٹین چرو کی بات یاد نہیں کہ تم نے بڑی محنۃ سے ایک چمن درست کرکے چاہا کہ میں کسی وقت ایک نظر اُس کو دیکھوں۔ میں نے یہی جواب دیا کہ کبھی تقریب سے بلدہ جانا ہو تو اپنے کمرے سے باہر نکلوں۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں اپنے کمرے میں ملول اور دلِ گرفتہ بیٹھا رہتا تھا جیسے قفس میں جانور؟ نہیں نہیں ویسا ہی خوش دل جیسے تم اپنے چمن میں یا واجد علی شاہ لکھنؤ کے قیصر باغ یا اب مرتیوں کو کلکتے کے مٹیا برج میں یا دلّی کے سیلانی جیوڑے دو گھڑی دن رہے سے چاندنی چوک میں یا اِن دنوں کے آزاد مزاج انگریزی خواں سمجھیں یا نہ سمجھیں تھیٹر میں۔ میں نے انگریزی خواں کے ساتھ آزاد مزاج کی قید کیوں لگائی ہوگی۔ میرا اور ماشاء اللہ تمہارے سوائے ایسا بھی کوئی انگریزی خواں ہی جو آزاد مزاج نہ ہو۔ اِلّا[۱] اَن یّشاء اللہ وَقَلِیلٌ مَّا ھُم۔

---

۱ مگر ہاں یہ کہ خدا چاہے اور ایسے لوگ بہت ہی تھوڑے ہیں۔

خلاصہ مقصد یہ ہے کہ میں تم کو کتاب بینی کا شوق دلانا چاہتا ہوں اور خود اپنی حالت سے استشہاد کرتا ہوں کہ بہ دولت کتاب بینی میرا وقت بہت ہی جمعیت خاطر.... کیساتھ گزرتا ہے۔ نہ ملاقات کا مشتاق نہ زیادہ کا منتظر، نہ معاشرت کا متمنی۔ میرے نزدیک سوسائٹی ہے اور کتاب ہی ہے ع وَخَیرُ جَلِیسٍ فِی الزَّمانِ کِتابٌ[1]۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ میں کتاب نہیں بھی دیکھتا تاہم کتاب کے سامنے رکھے رہنے سے میرے دل کو ایک طرح کی تسلّی سی رہتی ہے۔ اس مضمون کو غالب نے کیا اچھی طرح ادا کیا ہے ؎

گو ہاتھ میں طاقت نہیں آنکھوں میں تو دم ہے ٭ رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

خودداری

اگر تم سے کہا جائے کہ فلاں شخص مزاج کا غصیلا ہے تو ضرور تمہارا ذہن اسی طرف متبادر ہوگا کہ مغلوب الغیظ ہے یا سریع الغضب ہے، زود رنج ہے۔ لیکن لفظ کی بناوٹ پر نظر کرو تو غصیلے کے معنی ہیں صرف غصّے والا۔ سو غصّے والا ہونا کچھ عیب کی بات نہیں۔ غصّہ ہمارا قدرتی حربہ ہے۔ اگر بالفرض کسی شخص میں مطلقاً غصّہ نہ ہو تو اس کے یہ معنے ہیں کہ دفع ضرر پر قادر نہیں یا بہ عبارۂ دیگر اسکی خلقت ناقص واقع ہوئی ہے اسی طرح اگر کہیں کہ فلاں شخص خوددار ہے تو لوگ خیال کریں گے خودبیں ہے، خود پسند ہے، مُعجب ہے۔ لیکن واقع میں خودداری وہی ہے جس کو انگریزی میں سیلف ریسپکٹ کہتے ہیں اور عربی میں تعزز۔ خودداری اور خودبینی میں بڑا فرق ہے۔ مگر نازک اور اس فرق کا شعور کماحقہ اسی شخص کو ہو سکتا ہے جس سے خودداری یا خودبینی کا کوئی فعل سرزد ہو اور وہ خود داعی فعل پر مخلصانہ اور منصفانہ نظر کرکے اُس فعل پر فضیلۃ خودداری

---

[1] اور زمانہ کا بہترین ہمنشین کتاب ہے۔

یا رذیلۃ خودبینی ہونا تجویز کرے۔ معانی کی جامعیۃ اور مانعیۃ پر منطقی طور سے نظر کرو تو ہماری زبان کے بکثر الفاظ اس جانچ میں ٹھیر سکتے ہیں وَلٰکِنْ لَا مُشَاحَۃَ فِی الْاِصْطِلَاحِ میں اس پیچیدگی میں تم کو نہیں ڈالنا چاہتا۔ اور اس تحریر سے میرا مقصد اسی قدر ہے کہ خودداری کی فضیلۃ تمہارے ذہن میں بٹھادوں۔ قرآن میں خدائے تعالیٰ نے انسان کی آفرینش کو اس طور پر بیان فرمایا ہے کہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (میں زمین میں اپنا ایک نائب بنانا چاہتا ہوں) ظاہر ہے کہ خلافتِ الٰہی ایک طرح کی خدائی ہے اور جب انسان خلیفۃ اللہ ہوا وہ آپ سے آپ اشرف المخلوقات بھی ہوا۔ فرض کرو کہ اجرام فلکی پر لوگ بستے ہوں۔ جیسا کہ علمائے ہیئاۃ خیال کرتے ہیں اور ایسے بہت سے قرائن ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ محض بے تکی بات تو نہیں کہتے پھر فرض کرو کہ مثلاً چاند پر سے جو ہم سے قریب تر ہے کوئی اَن جان سا آدمی کسی طرح زمین پر اُتر آئے تو وہ یہاں آکر دیکھے گا کہ روئے زمین پر ہزاروں لاکھوں قسم کی مخلوقات آباد ہیں مگر انسان باوجودے کہ بہت سی دوسری مخلوقات کے مقابلہ میں ضعیف و مختصر ہے پر اس کو عقل کا کچھ ایسا ڈھب یاد ہے کہ تمام روئے زمین پر اس نے اپنی حکومت قاہرہ بٹھا رکھی ہے۔ بڑے بڑے قوی ہیکل اور خونخوار جانور اسکی خدمت کرتے اور جو زیادہ سرکش ہیں اسکے ڈر کے مارے جنگلوں میں چھپے پھرتے ہیں۔ وہ کسی چیز کے پیدا کرنے پر تو قادر نہیں لیکن جتنی چیزیں زمین کے اندر زمین کے اوپر ہیں۔ وہ سب میں مالکانہ تصرف کرتا ہے۔ اسی حکومۃ اور اسی تصرف کا نام ہے خلافۃ الٰہی اور اس کا شعور کہ ہم کو اس حکومۃ کی شائستگی اور تصرف کی قابلیۃ دی گئی ہے اور حکومۃ اور تصرف کا

لا اور لیکن جھگڑے کی بات اصطلاح میں نہیں ہوتی۔

کا انقیاد یعنی انسان کا اپنے تئیں انسان سمجھنا خودداری ہے جو موقوف علیہ ہے دُنیا اور دین دونوں کی فلاح اور تکمیل کی نَحنُ رِجَالٌ وَھُم رِجَالٌ وہاٹ مین ہیز ڈن مین کین ڈو۔ ان ہی لوگوں کے مقولات ہیں جن کے دلوں میں خودداری کی اُمنگیں جوش مار رہی تھیں۔ ہم ہرگز اپنی حالۃ میں ترقی نہیں کر سکتے تاوقتیکہ ہم کو اسکا اذعان نہ ہو کہ ہم اِس سے بہتر حالۃ میں رہنے کے اہل ہیں۔ غرض ترقی محرک اول خودداری ہے۔

آزادی جسکی آوازتمام یورپ میں بڑی گونج رہی ہے (اور اسکی بھنک اب چند روز سے ہندوستان میں بھی سنائی دینے لگی ہے) اسی خودداری کا نغمۂ دلکش ہے۔ یہی خودداری ہے جو صفحۂ زمین سے غلامی کا نام ونشان مٹا دینے کے پیچھے پڑی ہے۔ یہی خودداری قومی عروج اور تنزل کی شناخت کی معیار ہے۔ یہی خودداری ظلم اور انصاف اور حق وناحق کی پہچان کی کسوٹی ہے۔ یہی خودداری مارل فلاسفی بلکہ تمام ادیان کا ماحصل ہے۔ یہی خودداری تہذیب وشائستگی کا لُبِّ لباب ہے۔ یہی خودداری ہم کو اکتساب فضائل کی ترغیب دینے والی اور ارتکاب رزائل سے باز رکھنے والی ہے ؎

ہمت بلند دار کہ پیش خدا وخلق ٭ باشد بہ قدر ہمت تو اعتبار تو

ذوق نے اس بارے میں فطرۃ انسانی کو کیا اچھی طرح بیان کیا ہے ؎

آدمیت سے ہی بالا آدمی کا مرتبہ ٭ پست فطرۃ یہ نہ ہو اور پست قامتہ ہو تو ہو

مذہب اسلام کی عمدگی کی عمدہ ترین دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسلام کے اصول وفروع میں خودداری کی مراعاۃ عمدہ طور سے کیگئی ہے جس کی نظیر دوسرے مذاہب میں مل نہیں سکتی۔ ہم ہندوؤں کو دیکھتے ہیں کہ چاند اور سورج اور آگ

جو ایک انسان کر چکا ہے وہ دوسرا بھی کر سکتا ہے۔ فلسفۂ اخلاق۔

اول پانی اور ہوا اور درخت اور ذلیل سے ذلیل جانور سب کے سامنے ماتھا ٹیکنے کو موجود ہیں یعنی مذہب ہنود کی رو سے آدمی رذیل ترین مخلوقات ہے۔ لیکن مسلمان ایک خدائے نامشاہد اور غیر مرئی کے سوائے کسی اور کی عبادت کرنی نہیں چاہتا اور وہ اپنے ہی تئیں کل مخلوقات میں افضل خیال کرتا ہے اور فی الواقع وہ افضل ہے بھی۔ صحابہ علیہم السلام بہ تقریب تجارت اطراف اکناف میں جاتے لوگوں کو اپنے اعاظم اور اکابر کی تعظیم ایک وضع خاص کے ساتھ کرتے دیکھتے اور واپس آکر حضرت پیغمبر صاحب سے عرض کرتے کہ یا حضرت ہم بھی آپ کو سجدہ (تعظیمی) کیا کریں جیسے اہل فارس اپنے بڑوں کے آگے کرتے ہیں۔ آپ بہ سختی منع فرماتے حتی کہ تعظیماً کھڑے ہونے سے بھی ناخوش ہوتے یہ خودداری کی تعلیم نہ تھی تو کیا تھی؟ اسلام نے السلام علیکم کے سوائے ہم کو اپنے ابنائے جنس کی اور کسی طرح کی تعظیم نہیں سکھائی اگرچہ وہ پیغمبر یا خلیفہ یا امیر یا سلطان یا اُستاد پیر یا اپنا سگا باپ ہی کیوں نہ ہو۔

ہاتھ اُٹھانا یا جُھکنا یا الفاظ آداب وغیرہ سب شیوہ اعاجم ہے۔ زید عمرو کو ذلیل کرتا ہے اور بقاعدہ فَضَّلْنَا بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ عمرو کو بکر کے آگے ذلیل ہونا پڑتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ خودداری کسی میں نہ رہی اور سب ذلیل ہو گئے۔

عیسائی باوجودیکہ بر سر عروج ہیں مگر ہم دیکھتے ہیں تو خودداری کی تعلیم ان کے یہاں بھی ٹھیک نہیں احکام عشرہ میں سے ایک یہ بھی ہے۔ اگر کوئی تیرے داہنے کلّے پر طمانچہ مارے تو بایاں کلّہ بھی اُسکے سامنے کر دے کہ لے اور مار۔ اس کو خودداری سے کیا مناسبت اور چونکہ خودداری ایک امر جبلّی ہے۔ جن احکام میں اس کی پوری پوری مراعاۃ نہیں از قبیل محالات ہیں صرف کتاب میں لکھنے کے لئے

انکی تعمیل نہ کبھی ہوئی اور نہ آئندہ کبھی ہونی ممکن ہے اب دیکھو کہ اس خصوص میں اسلام
کیا فرماتا ہے۔ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ
وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ
يَغْفِرُوْنَ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ
سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ
الظّٰلِمِيْنَ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ
سَبِيْلٍ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ
فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَلَمَنْ صَبَرَ
وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔ میرے نزدیک ہم مسلمانوں کے
تنزل کا اصلی سبب یہی ہے کہ ہم میں خودداری کی گدگدی نہیں رہی یا اس قدر کم
ہوگئی ہے کہ گویا نہیں رہی۔ محصنات کے آخر میں جو مرثیہ ہے اس میں ایک بند یہ بھی معلوم ہی
نہیں تمہارا ہے یا میرا اگر تمہارا ہے تو بہت اچھا ہے اور میرا ہے تو بھی برا نہیں ؎

افسوس قوم میں عصبیۃ نہیں رہی ؛ ہم میں کسیطرح کی مزیۃ نہیں رہی
مضبوطی ارادہ و نیۃ نہیں رہی ؛ جرأت کہاں سے ہو کہ حمیۃ نہیں رہی
ہم میں ہر اک بشر کے خیالات پست ہیں
بس لاجرم ذلیل ہیں او تنگدست ہیں

؎ اور جو (اجر) خدا کے ہاں ہے (وہ اس سے) کہیں بہتر اور پایئدار ہے (مگر) اُن (ہی) لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اور (ایمان کے علاوہ) اپنے پروردگار پر بھی بھروسہ رکھتے ہیں اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے کنارہ کش رہتے ہیں اور جب اُنکو غصہ آجاتا ہے تو (لوگوں کی خطاؤں سے) درگزر کرتے ہیں۔ اور جو ایسے (غیرت مند) ہیں کہ جب اُن پر کسی (طرف سے) بیجا زیادتی ہو تو وہ (واجبی) بدلہ لے لیتے ہیں۔ اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی اس پر (بھی) جو معاف کر دے اور صلح کرے تو (باقی

(بقیہ صفحہ ۲۰۸ پر)

خدا جانے کہاں دیکھا تھا کہ آدمی چاہتا ہے کہ دوسرے اس کی عزت کریں تو چاہیئے کہ وہ خود دوسروں کی عزۃ کرے۔ خیر یہ تو ایک معمولی سی بات ہے کما تدین تدان مگر میں کہتا ہوں کہ اگر آدمی چاہتا ہے کہ دوسرے اسکی عزۃ کریں تو چاہیئے کہ پہلے آپ اپنی عزۃ کرے انسان دوسروں کو مغالطہ دیکر بھی اُن کی نظر میں معزز ہو سکتا ہے لیکن یہ عزۃ دہوکہ کی ٹٹی ہے۔ اصلی اور سچی عزۃ وہی ہے کہ انسان اپنی عزۃ آپ کرے جس کو میں نے خودداری سے تعبیر کیا ہیں اوپر لکھ چکا ہوں کہ خودداری مارل فلاسفی (علم اخلاق) کا ماحصل ہے۔ تمام محامد اخلاق میں شاید تم کو خودداری کا امتیاز نہ ہو تو اتنا کیا کم ہے کہ جس میں خودداری نہیں اُس میں غیرۃ نہیں۔ سیر چشمی نہیں۔ بلند نظری نہیں۔ شجاعت نہیں۔ سخاوت نہیں۔ رحم نہیں۔ ہمدردی نہیں۔ یعنی سیدھی طرح یہی کیوں نہ کہا جائے کہ انسانیۃ نہیں۔

فرائض انسانی

آدمی کے تمام افعال معلل بالاغراض ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آدمی مخلوق خودغرض ہے۔ متقدمین فلاسفہ کا یہی خیال تھا کہ آدمی کے تمام افعال کی محرک اولی اسکی ذاتی غرض ہوتی ہے۔ جلب منفعۃ ہو یا دفع مضرت لیکن ہم ایسے ہزاروں برس پہلے کے لوگوں کے حالات تاریخ میں پڑہتے محض اجنبی لوگوں کی (جن کے ساتھ تمام عمر کسی طرح کا تعلق ہونے کی مطلق توقع نہیں) بلکہ جانوروں تک کی مصیبۃ دیکھ کر بیچین ہو جاتے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اُس کا ثواب اللہ کے ذمے ہے۔ بیشک وہ ظلم کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور ہاں کبھی پر ظلم ہوا ہو اور وہ اُسکے بعد بدلہ لے تو یہ لوگ معذور ہیں) ان پر کوئی الزام نہیں۔ الزام (تو) اُن ہی پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے اور ناحق (ناروا) ملک میں (لوگوں پر) زیادتی کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کو عذاب دردناک ہوتا ہے اور جو شخص صبر کرے اور (دوسروں کی خطا) بخش دے تو بیشک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔